www.urduchannel.in

: جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں

کتاب کا نام : ماہ تمام (افسانے وناولٹ)

مصنفہ : نصرت شمسی

انجمن اسٹریٹ، رام پور 244901 (یو. پی)

موبائل نمبر: 09997547899

ناشر : نصرت شمسی

سال اشاعت : ۲۰۱۱ء

صفحات : ۲۸۸

تعداد : ۴۰۰

قیمت : ۳۰۰ روپے

کمپیوٹر کمپوزنگ : فائزہ تنویر

کوچہ لالہ میاں، رام پور 244901 (یو. پی)

موبائل نمبر: 09457218824

طابع : تنظیم رضا قریشی

اسلامک وٹرس بیورو

2660، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی

موبائل نمبر: 09350334143, 01123263996

کتاب ملنے کے پتے : ☆ انشاء پبلی کیشنز، A-6، کنائی سیل اسٹریٹ، کولکاتہ

☆ زریں شعاعیں پبلی کیشنز، جے. پی نگر، بنگلور

☆ بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ

☆ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ

☆ نیرنگ بک اسٹال، پان دریبہ، رام پور 244901

www.urduchannel.in

ماہ تمام

(افسانے وناولٹ)

مصنفہ

نصرت شمسی

©

انتساب

دنیا کی سب سے پیاری ہستی
ماں کے نام
جس کے پاکیزہ آنچل تلے میرا معصوم بچپن گزرا
جس کی بے غرض شفقت و محبت
اور بے لوث و بے پناہ
دعاؤں کے طفیل
مجھے آج یہ منزل ملی
وہ ماں
جس کے معصوم اور گلابی جذبے
میں نے کچی عمر میں محسوس کیے
اور ان ہی بے نام اور گہرے جذبوں نے
میرے اندر کچھ لکھنے کی تڑپ پیدا کی
اور کچھ بننے کا شوق و شعور بیدار کیا
جو آج کتابی شکل میں
آپ کے پیش نظر ہے۔

نصرت شمسی

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

یہ کتاب
اتر پردیش اردو اکادمی
کے جزوی، مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے

اس کتاب کے مندرجات سے
اتر پردیش اردو اکادمی
کا متفق ہونا ضروری نہیں

فہرست

پیش لفظ	ڈاکٹر محمد اطہر مسعود خاں	8
نصرت شمسی اور اردو افسانہ	ڈاکٹر شریف احمد قریشی	26
نصرت شمسی کی افسانہ نگاری	مرتضیٰ ساحل تسلیمی	29
''ماہ تمام'' اور میرے تاثرات	حق رام پوری	31
تاثرات	افق فریدی	34
نصرت کا قلم	محصنہ آصف	36
سوانحی و ادبی تعارف	عاصم فرید	38
چند باتیں میرے قلم سے	نصرت شمسی	41

افسانے

۱-	ماچس	47
۲-	مجھے آزاد کر دو	52
۳-	یہ محبتوں کے الاؤ ہیں	57
۴-	تصویر کائنات	60
۵-	اے عشق تیری خاطر	64
۶-	نئی ممی	81
۷-	فیصلہ	84
۸-	لو میرج	93
۹-	بٹوارہ	98
۱۰-	آئینہ وقت کا	105

www.urduchannel.in

۱۱- تاریکی 113
۱۲- ایفائے وعدہ 118
۱۳- اے وقت گواہ رہنا 127
۱۴- بے اماں زندگی 139
۱۵- آ-اب لوٹ چلیں 151

ناولٹ

۱- روزن سے پھوٹی کرن 175
۲- اس جیون کے ہر موڑ پہ میں نے 201
۳- خوشبو کا رنگ نور کا موسم ہے زندگی 248

www.urduchannel.in

پیش لفظ

عالمی شہرت یافتہ، رام پور رضا لائبریری نے اپنی بیش قیمت مطبوعات میں اضافہ کرتے ہوئے ۲۰۰۹ء میں ایک نہایت اہم اور دستاویزی کتاب ''رام پور میں اردو افسانہ'' (مرتب: ڈاکٹر شریف احمد قریشی) شائع کی ہے۔ اس کتاب پر میرا ایک تحقیقی مضمون ملک کے نامور، بین الاقوامی جریدہ ''مستقبل'' (ایڈیٹر: ایس.ایم. شاہ نواز) میں شائع ہوا ہے۔ نصرت شمسی کے افسانوں پر اظہار رائے کرنے سے پہلے، میں اس مضمون کا ایک اقتباس، فن افسانہ اور افسانہ کی اہمیت کے تعلق سے، درج ذیل سطروں میں پیش کرتا ہوں:

> ''زندگی کی حقیقتوں، سچائیوں، دکھوں، واقعات، مسائل اور جذبات کی بہترین ترجمانی کا اردو نثر میں سب سے موثر ذریعہ افسانہ نگاری ہے۔ اس کے ذریعہ ماضی وحال کے واقعات اور حادثات کی اچھی سے اچھی عکاسی کی جاسکتی ہے۔ اچھا افسانہ سوچ وفکر میں بالیدگی، روح میں فرحت وانبساط اور دل وجاں میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑا دیتا ہے۔ ذہنی الجھن و پریشانی کو دور کرنے کے علاوہ، افسانہ نگاری کے ذریعہ سماج کے بہت سے مسائل کو نہ صرف اجاگر کیا جاسکتا ہے بلکہ کسی حد تک ان کا حل بھی پیش کیا جاسکتا ہے.....زندگی اپنی بوقلمونی، رنگا رنگی، دکھ سکھ اور آرام وآسائش کے ساتھ جاری رہتی ہے اور زندگی کے ساتھ افسانے کا سفر بھی جاری رہتا ہے۔ اس لیے زندگی کے واقعات سے افسانہ کو الگ نہیں کیا

جاسکتا.....کون سے قلم کار فن کی کسوٹی پر کھرے اتریں گے اور کن کا نام افسانہ نگاری میں تادیر باقی رہے گا اس کا فیصلہ ماضی وحال کے بجائے مستقبل کے بطن میں پوشیدہ ہے۔''

پندرہ روزہ ''مستقبل''، دہلی

فروری ۲۰۱۰ء

ہر قلم کار، پیدائشی قلم کار ہوتا ہے۔اس کی محنت شاقہ اور قوت لگن ہی اسے ادب میں اعلیٰ یا ادنیٰ مقام عطا کرتی ہے۔اس لیے کسی کتاب کا پیش لفظ لکھنے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ مذکورہ قلم کار کو اس کے فن میں درجہ استناد عطا کیا جارہا ہے یا اسے سند افتخار سے موسوم و منسوب کیا جارہا ہے۔راقم کے نزدیک پیش لفظ لکھنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ کسی فنکار کے تحریر کردہ ادب کے بارے میں اپنی رائے پیش کردی جائے اور رائے سے بہر حال، اتفاق یا اختلاف کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قلم کار کا فن ہی تنقید نگار اور قاری سے اپنے آپ کو منواتا ہے۔

نصرت شمسی رام پور کی ایک باشعور اور حساس افسانہ نگار ہیں۔ان کی ذات وشخصیت اور سوانحی حالات سے متعلق چونکہ ڈاکٹر شریف احمد قریشی صاحب نے نہایت تفصیل سے تحریر فرمادیا ہے۔اس لیے ان سب باتوں کو دوہرانا کچھ مناسب معلوم نہیں دیتا۔ یہاں صرف ان کے افسانوں کا تجزیہ پیش کرنا مقصود ہے۔اگرچہ ان افسانوں پر مجموعی اور مشترکہ رائے بھی دی جاسکتی ہے لیکن چونکہ نصرت شمسی کا ہر افسانہ اپنے اندر انفرادی حسن رکھتا ہے اس لیے راقم کا خیال ہے کہ ہر افسانہ پر الگ الگ رائے دی جائے۔ ہاں اس ضمن میں اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے گا کہ کسی بھی افسانہ کے کلائمکس اور خاتمہ کو پوشیدہ رکھا جائے تاکہ افسانہ میں قاری کا تجسس برقرار رہے۔

''ماچس'' اس مجموعے کی ابتدائی کہانی ہے اور گھریلو زندگی کی کھٹی میٹھی گفتگو اور نرم گرم حالات کی عکاسی کرتی ہے۔میاں بیوی کی آپسی نوک جھونک کے ذریعہ اس امر کو اجاگر کیا گیا ہے کہ اگر گھریلو زندگی کو بھی ایک باقاعدگی سے گزارا جائے تو زندگی بڑی آسانی

www.urduchannel.in

سے اور دل چسپی کے ساتھ گزاری جاسکتی ہے۔

''مجھے آزاد کردو'' مرد وعورت کے اس ازلی رشتے کی کہانی ہے جس کے بغیر زندگی ادھوری، تشنہ اور نامکمل رہ جاتی ہے اور بقول بشیر بدر:

یہ آرزو دل کی دل میں بسی رہ گئی
زندگی میں اک تمہاری کمی رہ گئی
ایک میں، ایک تو، ایک دیوار تھی
زندگی آدھی آدھی بٹی رہ گئی

مذکورہ افسانہ میں کئی جملے بڑے جذباتی اور دل کو چھو لینے والے ہیں، جیسے:

''وعدے تو موتیوں کی مالا کی مانند ہوتے ہیں۔بندھے رہے تو سدا گلے کا زیور بنے رہے اور اگر بکھر گئے تو کہاں کہاں موتی تلاش کروگے جوڑنے کے لیے اگر جڑ بھی گئے تو کوئی نہ کوئی موتی رہ ہی جائے گا ہاتھ آنے سے۔ یہ تم مردوں کی کیسی محبت ہے کہ تپتے صحرا میں سے نکلنے کا وقت ہوتا ہے تو تم لوگ یوں ساتھ چھوڑ کر چلے جاتے ہو۔''

اس افسانہ کا یہ جملہ بھی متاثر کرتا ہے:

''رشتے نام سے نہیں لمس سے پہچانے جاتے ہیں۔''

''یہ محبتوں کے الاؤ ہیں'' ایک ایسی لڑکی کی جذباتی کہانی ہے جو کچی عمر میں کسی کو چاہتی ہے اور بڑے ہوکر بھی اسی سے ملن کے خواب دیکھتی ہے لیکن چونکہ ہر محبت کا انجام روایتی انداز کا ہوتا ہے اس لیے اس کی شادی بھی کہیں اور ہوجاتی ہے۔دراصل یہ کسی ایک لڑکی کی ناکام محبت اور معصوم جذبات کی کہانی نہیں بلکہ ایک دکھ سکھ کی کہانی ہے اور بقول پروین شاکر:

لڑکیوں کے سکھ عجب ہوتے ہیں اور دکھ ان سے عجیب
ہنس رہی ہیں اور پھیلتا ہے کاجل ساتھ ساتھ

''تصویر کائنات'' اس حقیقت کو اجاگر کرتی کہانی ہے کہ نہ صرف دنیائے رنگ و

www.urduchannel.in

بو بلکہ اس پوری کائنات میں ساری رونقیں اور محبتیں عورت ذات کے دم سے ہیں۔عورت کے وجود کے بغیر انسان کی زندگی ہی نہیں بلکہ یہ زمین بھی نامکمل اور ادھوری ہے۔کہانی اپنے موضوع اور مرکزی خیال کے لحاظ سے انفرادیت رکھتی ہے۔

''اے عشق تیری خاطر'' بہترین افسانہ ہے۔اس افسانہ کی ایک خاتون کردار کا عشق مجازی ،اسے عشق حقیقی تک پہنچا دیتا ہے۔افسانہ کی زبان بہت خوبصورت ، شائستہ، مہذب اور فطری انداز کی ہے۔جذبات نگاری بہترین ہے اور کرداروں کی نفسیاتی الجھن پورے افسانہ پر خوشبو کی مانند چھائی ہوئی ہے اور خاص بات یہ کہ اس سے افسانہ کا حسن مجروح نہیں ہوا ہے۔وحدت تاثر کا ارتکاز افسانہ کو منطقی انجام تک پہنچاتا ہے۔ پلاٹ میں واقعات کو خوبصورت موڑ دے کر قاری کی دل چسپی کو برقرار رکھا گیا ہے۔افسانہ میں کئی جملے دل کو چھوتے ہوئے اس میں سوز و گداز پیدا کرتے ہیں۔اس افسانہ سے ایک اقتباس:

> ''کبھی کبھی ہماری زندگی میں کچھ ایسے لوگ آجاتے ہیں جن سے ہمارا کوئی نام والا رشتہ نہیں ہوتا،بس تعلق ہوتا ہے،کوئی بے نام سا رشتہ! جیسے کبھی کوئی پیارا بچہ دیکھ کر ہمارا دل کیوں مچل اٹھتا ہے؟ اسے پیار کرنے کو،اسے چھونے کو،اسے اپنی گود میں بٹھانے کو، ہم کیوں بے چین ہو جاتے ہیں۔ایسے ہی کبھی کوئی ہم سفر ہمیں اچھا لگنے لگتا ہے اور ہم زندگی بھر اسے بھلا نہیں پاتے۔کوئی شخص،کوئی قابل ہستی،کوئی ہنستا مسکراتا چہرہ دل کو چھو جاتا ہے اور پھر ہم اس سے attach رہنا چاہتے ہیں۔وہاں نہ اولاد کا رشتہ ہوتا ہے، نہ بھائی کا، نہ بہن کا اور نہ شوہر کا،مگر ہاں ایک رشتہ ہوتا ہے جسے ہم بے نام ہی جی لیتے ہیں اور بہت خوش رہتے ہیں''

اس افسانہ کا یہ جملہ بھی متاثر کن اور بڑا معنی خیز ہے:

''اور یہ تم دوسروں کے بھیجے sms مجھے مت بھیجا کرو بہت

www.urduchannel.in

برے لگتے ہیں یہ مجھے،سب کو ایک سے جذبات بانٹنا''

''نئی ممی'' سوتیلی ماں کے موضوع پر لکھی گئی اس معصوم عورت کی کہانی ہے جو فہم وعقل ہونے کے باوجود ایک ایسے شخص سے شادی کرنے کی ضد کرتی ہے جس کی پہلے سے کوئی اولاد موجود ہو۔کہانی اگرچہ روایتی ہے لیکن کہانی کے بیانیہ اور اسلوب نے اس کو دل چسپ بھی بنایا ہے اور اس میں تجسس کا رنگ بھی بھر دیا ہے اور یہ کہنا غلط بھی نہ ہوگا کہ تجسس، کہانی کا لازمی جزو ہے، کیونکہ اس کے بغیر افسانہ، کاغذی پھول سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

''فیصلہ'' دونو جوان میاں بیوی،شکیب اور اسماء کی کہانی ہے۔اس کہانی کے کردار زندگی کی چھوٹی موٹی تلخیوں اور حالات کے نشیب وفراز کو لے کر،دوسروں سے مداخلت یا فیصلہ کرانے کے بجائے ،اپنی آنے والی زندگی کا فیصلہ خود ہی کر لیتے ہیں اور کامیاب بھی رہتے ہیں۔کہانی کم سے کم ان نئے جوڑوں کو ضرور راہ دکھاتی ہے،جنھوں نے زندگی کی پرخار، راہوں میں ابھی نئے قدم رکھے ہیں اور زندگی کے تلخ پہلوؤں سے ابھی ان کا واسطہ نہیں پڑا ہے۔بہرحال کہانی کار کا خلوص،کہانی کے ہر لفظ سے عیاں اور مترشح ہے۔اگرچہ کہانی ایک مقصد کو لے کر لکھی گئی ہے لیکن اس کے باوجود کہانی کے پلاٹ اور کہانی کے بیانیہ میں عدم دل چسپی کا ذرا سا بھی احساس نہیں ہوتا۔

محبت کی شادی کا انجام عمومی طور پر کیا ہوتا ہے؟ یہ کہانی ''لو میرج'' کا مقصدی اور مرکزی خیال ہے۔کہانی کا درج ذیل اقتباس نہایت خوبصورت ہے اور اس میں نصرت شمسی کا فلسفیانہ انداز صاف جھلکتا ہے:

> ''رشنا بیٹا! کل بھی فیصلہ تم نے کیا تھا اور آج بھی فیصلہ تمہارا ہوگا کیونکہ ہم تو اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ہمیں کہاں اب بدلتی دنیا کی سمجھ رہی ہے، ہمارے خیالات اب پرانے ہو گئے ہیں۔مگر! بس یہی باتیں ہیں جو والدین کی پارکھی نظریں دیکھ لیتی ہیں اور اولاد انہیں نہیں دیکھ پاتی۔بیٹی! شادی صرف جذباتی فیصلہ نہیں ہوتا۔یہی دیکھ بھال ماں باپ

www.urduchannel.in

کرتے ہیں کہ جس ماحول میں انہوں نے اپنی اولاد کی پرورش کی ہے، وہی ماحول دوسرے گھر میں ہے کہ نہیں؟ گھر کا ماحول، گھر کی تربیت اور جن باتوں کا وہ اندازہ نہیں لگا پاتے، ان کی انکوائری آس پاس کے لوگوں، ان کے رشتے داروں سے مل کر، کر لیتے ہیں۔ یہی وہ نظریں ہوتی ہیں جنہیں جوہری کی نظریں کہا جاتا ہے۔ صرف چند دن گھر کے باہر محبت کرنے سے ہمیں زندگی بھر کا بھروسہ نہیں مل جاتا۔ اس وقت تو ہم صرف وہی شخصیت دیکھ پاتے ہیں، جس کی، باہر کی دنیا کو ضرورت ہوتی ہے، جس سے باہر والے واہ واکریں مگر اصل زندگی تو گھر کے اندر سے ملتی ہے کہ ہماری اولاد اس ماحول میں ایڈجسٹ ہوسکتی ہے یا نہیں اور اسی وجہ سے والدین کے ذریعہ کرائے گئے رشتے پائیدار ہوتے ہیں اور خود کے منتخب کردہ زیادہ تر ناکام۔ کاش! تم نے یہ بات سمجھ لی ہوتی اور اس لو میرج کی ضد نہ کی ہوتی۔''

کچھ بوڑھے والدین سے ان کی اولادیں کس طرح سلوک کرتی ہیں؟ انہیں زمین جائیداد زیادہ عزیز ہوتی ہے یا پھر وہ واقعی اپنے ماں باپ سے حقیقی محبت کرتی ہیں؟ موجودہ سماجی پس منظر میں لکھی گئی کہانی ''بٹوارہ'' دل چسپ بھی ہے اور کلائمکس کے لحاظ سے چونکانے والی بھی۔ کہانی کا نقطۂ عروج یا کلائمکس اور اس کا اختتامیہ متاثر کن ہے۔ کہانی میں جذبات نگاری کئی جگہ دل کو چھوتی اور کچھ سوچنے کے لیے مجبور کرتی ہے اور یہی شاید کسی کامیاب کہانی کی علامت بھی ہے۔ کہانی کا درج ذیل اقتباس بڑا معنی خیز اور پراثر ہے:

''کیسا وقت ہوتا ہے یہ بڑھاپا! جب آدمی کے پاس عقل بھی ہوتی ہے، صلاحیت بھی، دولت بھی اور کہیں کہیں تو زمین جائیداد بھی۔ صرف نہیں ہوتی تو جوانی اور اس کی طاقت! سب کچھ ہوتے ہوئے بھی، زندگی اس نعمت کے بغیر بیکار ہوتی ہے۔ صرف طاقت کی کمی ہی بڑھاپے کا دوسرا نام ہے، جو اسے دوسروں کا محتاج بنا دیتی ہے۔ وہی

www.urduchannel.in

شخص جو، جوانی میں کسی کا منھ نہیں تکتا اور خدا کی دی ہوئی طاقت سے پہاڑ بھی توڑ سکتا ہے، وہی شخص چند برسوں بعد اپنے وجود کو سمیٹ کر چلنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ یا اللہ! کیا نظام ہے تیرا؟''

جوانی اور بڑھاپے کی کشمکش کے تعلق سے میر انیس کی ایک رباعی بھی دعوت فکر دیتی ہے:

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

نصرت شمسی نے اپنی چند ہم عصر خواتین افسانہ نگاروں کے مقابلے، اپنے افسانوں میں، بلحاظ موضوعات، ندرت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی کہانیوں میں زندگی کی نیرنگی، رنگا رنگی اور جلوہ سامانی، پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔ افسانہ کے فن، اس کے رموز ونکات اور اس کی باریکیوں سے وہ اچھی طرح واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پلاٹ، بیانیہ، زبان، اختتامیہ اور کلائمکس کے لحاظ سے ان کا کوئی افسانہ کمزور نہیں ہے۔ رہے موضوعات، تو اس پر گفتگو آگے آیا چاہتی ہے۔

زندگی میں موجود الجھن، پریشانی اور زندگی کو درپیش گوناگوں مسائل کے تعلق سے یہ نظریہ حیات غلط نہیں ہے:

زندگی تو نے مجھے قبر سے کم دی ہے زمیں
پاؤں پھیلاؤں تو دیوار سے سر لگتا ہے

اور بقول فراق:

اس دور میں زندگی بشر کی
بیمار کی رات ہو گئی ہے

لیکن سارے دکھ، غم، مصیبت و پریشانی کے باوجود زندگی کی رنگا رنگی، اس کا حسن

www.urduchannel.in

و جمال ،اس کی لطافت ونزاکت اور اس کی روانی، جاری رہتی ہے کیونکہ اس کائنات کی ایک بے حد حسین اور خوبصورت شے کا نام ہے زندگی ! جسے ہم نہ چاہتے ہوئے بھی سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ نصرت شمسی کے افسانوں میں زندگی رنگا رنگ روپ میں ملتی ہے۔

نصرت شمسی کا افسانہ ''آئینہ وقت کا'' عصری حالات و واقعات کی فطری عکاسی کرتا ہے۔ہم اپنے جگر پاروں یعنی اپنی بیٹیوں سے کتنی محبت یا نفرت کرتے ہیں، کس قدر ان کا استحصال کرتے ہیں، لڑکوں کے مقابلے میں ان کو کم تر مخلوق سمجھتے ہیں، ان کی ولادت کو نحوست سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس وہی بیٹیاں، حقیقت میں ہمیں سب سے زیادہ چاہتی ہیں۔عورت سب سے زیادہ اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے شوہر اور اپنے بیٹے کی خدمت کرتی ہے، کیونکہ محبت اور ایثار و قربانی اس کے ضمیر، اس کے خمیر، اس کے خون ،اس کی فطرت و سرشت اور جسم میں گردش کرتے خون میں شامل ہے۔آج وقت بدل گیا ہے، حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور ہمارے نظریات بھی کسی حد تک بدل گئے ہیں۔اس لیے عورتوں کے ساتھ ہمارے رویے، ہمارے برتاؤ میں بھی خاصی تبدیلی آ گئی ہے اور نصرت شمسی جیسی پاکیزہ خو، قلم کار کے ساتھ، دوسری قلم کار خواتین بھی اس مہم کو آگے بڑھائیں تو منزل یقیناً ہمارے قدم چومے گی۔

''تاریکی'' اس مجموعے کی ایک تند و تیز، تیکھی، طنز آمیز اور غم زدہ کہانی ہے۔ماں کے انتقال پر سبھی اہل خانہ کو غم ہے۔اس کی چاروں بیٹیاں غم سے نڈھال اور بے حال ہیں ۔بہویں بے چین اور مضطرب ہیں ۔افسانہ میں میت کے ساتھ کیے جا رہے عمل یا برتاؤ کی پوری منظر کشی کی گئی ہے اور اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بیٹیاں اگرچہ ہر طرح سے غم کا اظہار اور ماں کی زندگی کے ہر گوشہ اور پہلو کو یاد کر کے بین و شیون اور آہ و زاری کر رہی ہیں لیکن ان سب کاموں کے باوجود، وہ اپنی ماں کی مغفرت کے لیے دعا نہیں کرتیں۔کچھ ایسی ہی صورت حال گھر کے باہر، مردانے میں بھی نظر آ رہی ہے۔اکثر دیکھا جاتا ہے کہ سارے غیر لوگ تو جنازے کی نماز پڑھ رہے ہیں لیکن بیٹا اپنے ماں باپ کے جنازے سے

www.urduchannel.in

دور، بغلوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا ہے۔اس کا قصوروار کون ہے؟ اس کے ذمہ دار، اولاد سے زیادہ ،خود والدین ہیں جو اپنی اولاد کو دنیا بھر کی اچھی سے اچھی اور اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں لیکن انہیں دینی تعلیم سے دور بلکہ نابلد رکھتے ہیں۔اس لحاظ سے نصرت شمسی کے افسانہ کا عنوان بڑا معنی خیز اور درست ہے۔ جہالت کی تاریکیاں صرف خواہشوں سے دور نہیں ہوتیں۔اس کے لیے جہد مسلسل اور عمل پیہم شرط ہے۔کیونکہ یہ تاریکیاں اگر آج دور نہ کی گئیں تو یہ اجالوں پر بھی اپنی کمندیں ڈال دیں گی اور پھر شاید ہمیں احمد فراز کی زبان میں یہ بھی کہنا پڑے:

ایسی تاریکیاں آنکھوں میں بسی ہیں کہ فراز
رات تو رات ہے ہم دن کو جلاتے ہیں چراغ

''ایفائے وعدہ'' میں بچپن کی محبت کے بہانے قلم کار نے اپنے ناآسودہ خوابوں اور دل کے درد کا بیان کیا ہے۔اپنی دوست کی جدائی کے غم سے نڈھال وہ اپنے بچے کو بھی اس امر کی تلقین کرتی ہے کہ محبت اور دوستی میں سب سے قیمتی شے کا نام اعتبار ہے، کیونکہ یہ رشتہ کچے دھاگے سے زیادہ نازک ہوتا ہے اور یہ ٹوٹ کر جڑ بھی جائے تو اس میں عیب ضرور آ جاتا ہے، کہ ہر از خم مندمل ہونے کے باوجود بھی اپنا نشان ضرور باقی رکھتا ہے۔

''اے وقت گواہ رہنا'' اس خود غرض عورت کی کہانی ہے جو اپنی ماں کے کہنے اور بھڑکانے سے اپنی ساس کو گھر سے باہر نکال دیتی ہے۔وقت اور حالات کروٹ لیتے ہیں اور اس کے بچے بڑے ہو کر اسے بھی اسی ہوسٹل میں جانے کے لیے مجبور کر دیتے ہیں، جس میں ایک دن خود اس نے اپنی ساس کو بھیجنے کے لیے مجبور کیا تھا۔موضوع اور پلاٹ دونوں لحاظ سے کہانی، عام سی روایتی کہانی ہے لیکن ایسی کہانیاں سماج میں رونما ہونے والے بڑے دور رس نتائج کی نشان دہی ضرور کرتی ہیں۔کہانی کا کلائمکس بڑا دل چسپ ، غیر متوقع اور نہایت چونکانے والا ہے۔

''آ۔اب لوٹ چلیں'' نصرت شمسی کا ایک طویل لیکن کامیاب افسانہ ہے، جس میں شوہر اپنی پہلی بیوی کے غم کے باعث، دوسری بیوی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اور

www.urduchannel.in

پہلی ہی رات وہ دوسری بیوی کو یہ پیشکش کرتا ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی کے بجائے، ایک سچے دوست کی طرح رہیں تو بہتر ہوگا، کیونکہ وہ اپنی پہلی بیوی اور اس کی محبت کو کسی صورت سے فراموش نہیں کرسکتا، لیکن اس کی دوسری بیوی صائمہ اپنے آپ کو حالات کے مطابق کچھ اس طرح ڈھال لیتی ہے اور ایسا رویہ اختیار کرتی ہے کہ اس کی تدبیر سے فراز ایک روز اسی کا ہوجاتا ہے۔ کہانی کی پاکیزگی اس کی مقصدیت سے عیاں ہے، جس کی گواہی کہانی کا ہر لفظ دے رہا ہے۔

لیکن راقم کے خیال میں، کیا واقعات کو ایک ترتیب کے ساتھ اور پلاٹ کے مطابق تحریر کردینا ہی کہانی لکھنے کا مقصد ہوتا ہے؟ شاید نہیں، کیونکہ کہانی میں یقیناً ایسے جملے ضرور ہونے چاہئیں، جن سے زندگی کی حقیقتیں عیاں ہوں۔ جن سے کہانی، قاری کو اپنی کہانی معلوم ہو۔ اس بات کو اور وضاحت کے ساتھ یوں کہا جاسکتا ہے کہ کہانی میں جذبات نگاری سے بھرپور کام لینا چاہیے، کیونکہ اس کے بغیر افسانہ محض اخباری رپورٹنگ بن سکتا ہے، جذبات سے عاری، بے کیف، روکھا اور پھیکا!

وہ افسانہ ہی کیا جو دل کو نہ چھوسکے:

کچھ تو ہو جو تجھے ممتاز کرے اوروں سے
جان لینے کا ہنر ہو کہ مسیحائی ہو

ہم صرف پریم چند کے ہی افسانوں کو دیکھیں تو محسوس ہوگا کہ انہوں نے اپنی تقریباً ہر کہانی میں فلسفیانہ اور زندگی سے قریب جملے لکھ کر کہانیوں میں حسن پیدا کیا ہے۔ آج ہم پریم چند کی کہانیوں کو روایتی کہانیاں کہہ کر مسترد نہیں کرسکتے کہ ان میں زندگی کی رمق، جوش و جذبہ اور جذبات نگاری بدرجہ اتم موجود ہے اور دل سے نکلنے والے اور دل کو چھو لینے والے جملے قدم قدم پر ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پریم چند کی کہانیاں آج تقریباً سو سال بعد بھی ویسی ہی تروتازہ اور ویسی ہی دلکش ہیں، جیسی کہ وہ اپنے معرض وجود میں آنے کے وقت تھیں۔ وقت و حالات کے مطابق پلاٹ اور موضوعات تبدیل ہوسکتے ہیں لیکن دل کے دھڑکنے کا انداز اور دل میں محبت کے اٹھتے جذبات کی

www.urduchannel.in

نوعیت نہیں بدل سکتی اور یہی کسی افسانہ کی کامیابی کی روشن دلیل بھی ہوسکتی ہے۔ سچی جذبات نگاری اور حقیقت پسندی سے متعلق پریم چند نے ایک ادبی جلسہ میں ادیبوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> ''آپ عوام کی زندگی اور ان کی کشمکش حیات میں ''حسن کی معراج'' دیکھنے کی کوشش کریں اور یہ نہ سمجھیں کہ حسن صرف رنگے ہونٹوں والی، معطر عورتوں کے رخساروں اور ابروؤں میں ہے۔ اگر تمہیں اس غریب عورت میں حسن نظر نہیں آتا جو بچے کو کھیت کی مینڈھ پر سلائے پسینہ بہا رہی ہے، تو یہ تمہاری تنگ نظری کا قصور ہے۔ اس لیے کہ ان مرجھائے ہوئے ہونٹوں اور کمہلائے ہوئے رخساروں کی آڑ میں ایثار، عقیدت اور مشکل پسندی ہے۔ ہاں اس میں نفاست نہیں، نمود نہیں، لطافت نہیں۔ شباب سینے پر ہاتھ دھر کر شعر پڑھنے اور صنف نازک کی کج ادائیوں کے شکوے کرنے یا اس کی خود پسندیوں اور چونچلوں پر سر دھننے کا نام نہیں۔ شباب نام ہے آئیڈیلزم کا، ہمت کا، مشکل پسندی کا، قربانی کا۔''

انجمن ترقی پسند مصنفین کی پہلی کانفرنس ۱۰/اپریل ۱۹۳۶ء کو رفاہ عام کلب، لکھنؤ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کی صدارت اردو افسانہ کے شہنشاہ پریم چند نے کی تھی۔ اپنے صدارتی خطبہ میں آپ نے ادب کی اہمیت و ماہیت، اس کے مقصد اور افسانے کے فن و موضوعات کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو فرمائی تھی۔ یہاں ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ادب اور افسانہ کے تعلق سے چند سطریں نقل کردی جائیں۔ پریم چند نے فرمایا تھا:

> ''ادب اسی تحریر کو کہیں گے جس میں حقیقت کا اظہار ہو، جس کی زبان پختہ، شستہ اور لطیف ہو اور جس میں دل اور دماغ پر اثر ڈالنے کی صفت ہو اور ادب میں یہ صفت، کامل طور پر اسی حالت میں پیدا ہوتی ہے، جب اس میں زندگی کی حقیقتیں اور تجربے بیان کیے گئے

www.urduchannel.in

ہوں.....ادب کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں لیکن میرے خیال میں اس کی بہترین تعریف تنقید حیات ہے، چاہے وہ مقالوں کی شکل میں ہو یا افسانوں کی یا شعر کی۔اسے ہماری حیات کا تبصرہ کرنا چاہیے.....ادب محض دل بہلاؤ کی چیز نہیں ہے۔دل بہلاؤ کے علاوہ اس کا کچھ اور بھی مقصد ہے، وہ اب محض عشق اور عاشقی کے راگ نہیں الاپتا بلکہ حیات کے مسائل پر غور کرتا ہے، ان کا محاکمہ کرتا ہے اور ان کو حل کرتا ہے.....ہم زندگی میں جو کچھ دیکھتے ہیں یا ہم پر جو کچھ گزرتی ہے، وہی تجربات اور وہی چوٹیں تخیل میں جا کر تحقیق ادب کی تحریک کرتی ہیں۔شاعر یا ادیب میں جذبات کی جتنی ہی شدت احساس ہوتی ہے، اتنا ہی اس کا کلام دلکش اور بلند ہوتا ہے۔جس ادب سے ہمارا ذوق صحیح نہ بیدار ہو، روحانی اور ذہنی تسکین نہ ملے، ہم میں قوت اور حرکت نہ پیدا ہو، ہمارا جذبہ حسن نہ جاگے، جو ہم میں سچا ارادہ اور مشکلات پر فتح پانے کے لیے سچا استقلال نہ پیدا کرے، وہ آج ہمارے لیے بیکار ہے، اس پر ادب کا اطلاق نہیں ہوسکتا.....مصنف کا کمال اسی میں ہے کہ وہ جس ذہنیت یا زاویہ سے کسی امر کو دیکھے اس میں اس کا پڑھنے والا بھی اس کا ہم خیال ہو جائے، یہی اس کی کامیابی ہے.....ادب ہماری زندگی کو فطری اور آزاد بناتا ہے یا دوسرے لفظوں میں اسی کی بدولت نفس کی تہذیب ہوتی ہے۔یہی اس کا مقصد اول ہے.....ہم ادب کو محض تفریح اور تعیش کی چیز نہیں سمجھتے۔ہماری کسوٹی پر وہ ادب کھرا اترے گا جس میں تفکر ہو، آزادی کا جذبہ ہو، حسن کا جوہر ہو، تعمیر کی روح ہو، زندگی کی حقیقتوں کی روشنی ہو، جو ہم میں حرکت اور ہنگامہ اور بے چینی پیدا کرے، سلائے نہیں کیونکہ اب اور زیادہ سونا موت کی علامت ہوگی۔''

افسانہ کے حوالے سے راقم کے نزدیک اہم اور بنیادی سوال یہ ہے کہ ہم افسانہ

www.urduchannel.in

کس کے لیے لکھتے ہیں؟ قاری کے لیے یا اپنے دل کی تسکین کے لیے اور یا پھر اپنے جذبات میں اٹھتے اور مچلتے طوفان کی تسلی کے لیے؟ راقم کی رائے میں، افسانہ میں جذبات نگاری اس نوعیت کی ہو کہ افسانہ نگار کا درد قاری اپنے دل میں محسوس کرے۔قلم کار کے دل میں اٹھی ہوک سے امڈا آنسو، قاری کی آنکھ سے چھلکے، لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ جس افسانہ پر، قاری کا آنسو چھلکے، وہی افسانہ کامیاب ہوگا بلکہ کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ افسانہ نگار نے جس مقصد کے تحت افسانہ لکھا ہے، قاری اس مقصد کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے، کہ ہمارے نزدیک یہی کامیاب افسانہ ہے۔صرف اچھے بیانیہ اور الفاظ کی بازیگری سے کسی افسانہ کو کامیاب افسانہ نہیں کہا جاسکتا۔

افسانہ کی تکنیک، موجودہ دور میں افسانہ کی صورت حال، جدید افسانہ کے موضوعات، عصری خاتون افسانہ نگاروں کا تقابلی مطالعہ وغیرہ کئی ایسے اہم عنوانات ہیں، جن پر یہاں سیر حاصل گفتگو کی ضرورت بھی ہے اور اس کا موقع بھی۔لیکن ان سب سے، طوالت کے خوف سے صرف نظر کیا گیا ہے البتہ افسانہ کی تکنیک کے لحاظ سے ایک اہم بات یہ کہنی ہے کہ کئی افسانہ نگار، پلاٹ کی جزئیات کی تفصیل بریکٹ لگا کر بیان کرتے ہیں، اگرچہ اس میں بظاہر کوئی قباحت تو نہیں لیکن اس سے افسانہ کی قرأت کے تسلسل میں رکاوٹ ضرور پڑتی ہے۔اسی طرح انگریزی الفاظ اردو میں لکھ کر ان کا انگریزی متن بریکٹ میں لکھنا بھی، کچھ معیوب سا لگتا ہے، اس لیے اس سے گریز ضروری ہے۔

دوسری بات یہ کہ افسانہ میں واقعات کی ترسیل -ایک ترتیل اور ترتیب کے ساتھ ہو یا نہ ہو، اس سے افسانہ کی دلکشی اور اس کے حسن پر کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ جیسا کہ پیچھے بھی لکھا گیا، افسانہ میں جملوں کی ادائیگی اور پلاٹ کی تہذیب، صرف اس انداز کی نہ ہو کہ وہ جذبات سے عاری، محض اخباری رپورٹ کی مثل رہ جائے۔

بیشتر خواتین افسانہ نگاروں کے یہاں موضوعات کی بے پناہ یکسانیت پائی جاتی ہے اور وہ ان موضوعات کو چھوتی بھی نہیں، جن پر مرد فنکار قلم اٹھاتے ہیں۔گھر عورت، شادی بیاہ، نکاح وطلاق، ساس بہو، اولاد کا سکھ دکھ وغیرہ ان کے خاص موضوعات ہیں جبکہ

www.urduchannel.in

زندگی کے اور بھی سیکڑوں مسائل ہیں، جن سے انہوں نے گویا آنکھیں موند لی ہیں یا یوں کہیں کہ اپنی نظریں پھیر لی ہیں۔

''روزن سے پھوٹی کرن'' نصرت شمسی کا ایک معاشرتی ناولٹ ہے۔اس میں ایک ایسی لڑکی کو مرکزی کردار بنایا گیا ہے، جس کا شوہر قدم قدم پر اس کو، شک کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ایسے معاملات میں شک کا جو انجام ہوتا ہے، وہی انجام اس کہانی میں پیش کیا گیا ہے۔اگر چہ ناولٹ میں واقعات کو خوبصورت موڑ دے کر پلاٹ کو جان دار بنانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن واقعات کی ترسیل یا ان کا بیانیہ صرف مشینی اور میکانکی انداز میں پیش کیا گیا ہے یعنی اس کے بعد یہ ہوا اور پھر اس کے بعد وہ ہوا وغیرہ۔اس طرح ناولٹ میں جذبات کی نرماہٹ اور گرماہٹ کا فقدان محسوس ہوتا ہے۔البتہ انہوں نے کئی افسانوں میں منظر کشی بہت خوبصورت کی ہے، خاص کر ناولٹ ''س جیون کے ہر موڑ پہ میں نے'' میں ان کی فنکاری عروج پر نظر آتی ہے۔

نصرت شمسی کے افسانوں میں سب کچھ ''ٹھیک ٹھاک'' ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ تو قارئین یا ناقدین ہی کریں گے لیکن راقم نے چونکہ ان کے ہر افسانہ اور ناولٹ کے ایک ایک لفظ کو پڑھا ہے اس لیے ان کی تحریروں میں مثبت اور منفی دونوں پہلو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ محسوس کیا ہے کہ ان کے افسانوں میں ماحول، معاشرہ، کردار وغیرہ سب اعلیٰ طبقہ اور خوش حال گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔درمیانی اور نچلے طبقے کے کرداروں کے مسائل، ان کی الجھنوں، ان کی سسکتی بلکتی زندگی، ان کی بے کیف و بے رنگ خواہشوں، ان کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں، ان کے متفرق دکھوں اور مختلف نوعیت کی آرزؤں کا انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔جبکہ زندگی کے سب سے زیادہ دکھ، رنج والم اور مسائل سے یہی طبقہ دوچار ہوتا ہے۔گیلی لکڑی سے مٹی کے چولہے پر روٹی پکاتی اور دھول مٹی میں اٹی وہ عورت، کہاں ہے ان کے افسانوں میں؟ عورت کے ہی مسائل و موضوعات پر قلم اٹھانا ہے تو کیا یہ عورت ان کے افسانوں کا کردار نہیں بن سکتی؟ جبکہ گیلی لکڑیوں سے اٹھتا دھواں اور اس کے دل سے اٹھتا آرزؤں کا دھواں، اس کی آنکھوں سے آنسو بن کر چھلک رہا ہے اور اس کا میلا اور

www.urduchannel.in

بوسیدہ آنچل اس کی اٹھتی جوانی، اس کے گداز جسم اور اس جسم سے اٹھتی کنواری خوشبو کو روکنے میں ناکام نظر آتا ہے۔سوال یہ ہے کہ آج کا قلم کار کیا صرف اس خوش حال معاشرہ اور اس معاشرہ کے آسودہ حال افراد کی عکاسی کرے گا، جس میں وہ جی رہا ہے اور زندگی کی ساری آسائشوں سے فیض اٹھا رہا ہے یا اس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ قلم کے ذریعہ اس طبقہ کے مسائل کو بھی اجاگر کرے، جس کی جیب سکوں سے اور دل سکون سے خالی ہے۔جس کی آنکھ میں آنسو ہیں، جو آج کی شب میں چراغ کو اول وقت محض اس لیے گل کر دیتا ہے کہ باقی بچے اس تیل سے چراغ کو اگلی شب پھر نئی زندگی دینی ہے۔

پریم چند کا بنیادی وصف یہی ہے کہ انھوں نے نچلے طبقے کے کرداروں پر افسانے لکھے، آج بھی ہمارے نزدیک وہ شاہکار افسانے ہیں اور پریم چند ہی کیا، ملک کے کئی اہم افسانہ نگاروں کی طرح، کرشن چندر نے بھی بہت سے ایسے افسانے لکھے جن کے مرکزی کردار وہ لوگ ہیں جو معاشرہ میں بظاہر گرے پڑے افراد ہیں۔''کالو بھنگی'' ان کا ایسا ہی ایک شاہکار اور مقبول افسانہ ہے۔اس افسانہ میں کالو بھنگی کی گندگی کے کیڑوں کی طرح بجر بجر کرتی زندگی، اس کے جسم سے اٹھتی ناقابل برداشت بدبو اور غلاظت بھرے، اس کی زندگی کے معمولات کی ایسی سچی اور فطری عکاسی کی گئی ہے، جو اردو ادب میں بے مثال ہی نہیں سنگ میل بھی ہے۔اس افسانہ کے ذریعہ انھوں نے ایک ایسے طبقے کی زندگی کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جو استحصال زدہ ہے اور جس کی طرف محبت بھری کوئی نظر نہیں اٹھتی۔اسی طرح ان کا ایک افسانہ ''شمع کے سامنے'' ہے۔جو ایک خانہ بدوش لڑکی کی روکھی پھیکی زندگی، اس کے مسائل، در بدر پھرنے کی الجھن اور پریشانی، اس کی اٹھتی جوانی، اس کی امنگوں، ترنگوں، اس کے ولولوں، اس کی محبت، اس کی جاں نثاری اور وفاداری کو اجاگر کرتا ہے اور افسانہ پڑھ کر بے اختیار یہ کہنے کو جی مچل اٹھتا ہے کہ عورت! تیرا دوسرا نام محبت ہے۔تیرا ہر روپ محبت کی چاشنی میں آنچ دے کر تیار کیا گیا ہے۔تجھے وفا کی دیوی، کسی غرض، کسی مطلب براری، کسی ہوس پرستی کے لیے نہیں کہا جاتا بلکہ یہ تیرے مزاج، تیری شخصیت کا حصہ ہے، لیکن تیری زندگی کے مسائل بے شمار ہیں۔جن کے باعث تیری زندگی

www.urduchannel.in

کمہلائے ہوئے پھول سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی اور قلم کار کی فنکاری یہی ہے کہ وہ کیچڑ میں کھلے، اس خوشنما پھول کی حقیقی زندگی سے قاری کو روشناس کرائے کہ یہی شاید اس کی ذمہ داری بھی ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ نصرت شمسی اور ان کی ہم عصر کئی خواتین قلم کاروں کے یہاں ایسے نسوانی کرداروں سے صرف نظر کیا گیا ہے۔ ایسے جیتے جاگتے کردار جو کسی افسانہ کی کامیابی کی ضمانت بن سکتے ہیں، ان کو چھوا بھی نہیں گیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ نصرت شمسی اس نازک اندام، نٹ کھٹ، الھڑ اور چلبلی دوشیزہ پر بھی کچھ لکھتیں جو شادی کے نام سے لجائی، شرمائی جاتی ہے لیکن غربت، افلاس، ناداری اور زندگی کے گوناگوں مسائل کے باعث اس کے ہونٹوں پر آئی سرخی اور اس کے ملاحت بھرے گالوں پر آئی، حیا کی لالی ماند پڑ گئی ہے۔ حسن کسی شے میں نہیں بلکہ ہماری آنکھ، ہمارے ذہن اور ہمارے تصور میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی عام شخص کسی خوبصورت شے کو بھی نظر انداز کر سکتا ہے لیکن قلم کار ان چیزوں پر بھی گہری نظر رکھتا ہے جو عام حالات میں بدصورت کہی جا سکتی ہیں یا غیر متاثر کن ہیں۔

''اس جیون کے ہر موڑ پہ میں نے'' نصرت کا ایک خوبصورت ناولٹ ہے۔ واقعہ نگاری اور منظر کشی بہترین ہے۔ لائبہ اس ناولٹ کی مرکزی کردار ہے اور کہانی اسی کے گرد گھومتی ہے یا اسی کے ذریعہ سے پلاٹ کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ اس ناولٹ کی فضا بہترین ہے اور زبان و بیان بھی کافی دل چسپ اور ان کے دیگر افسانوں سے مختلف ہے۔

نصرت شمسی کے یہاں ایک خاص بات یہ بھی نظر آتی ہے کہ ان کے سارے افسانے اور ناولٹ مسلمان ہیں یعنی ان کے کرداروں کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرتے دکھایا گیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ کہانی کار کی شخصیت کا پرتو، اس کی تخلیق پر ضرور پڑتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ افسانہ میں، افسانہ نگار اپنی شخصیت کے اظہار یا بیان سے، اپنے آپ کو دور رکھے۔ اپنے روزمرہ معمولات اور اپنے نظریات قاری کے ذہن پر حاوی نہ ہونے دے۔

ان کا اسلوب نگارش تقریباً ہر افسانہ میں یکساں ہے جبکہ افسانے کے کردار، ان کا مزاج اور ماحول، ان کی شخصیت اور افسانہ کا تھیم یا مرکزی خیال ہی یہ بھی متعین کرتا ہے کہ افسانہ میں کرداروں کی زبان سے کس طرح کے جملوں کی، کس لہجہ میں، ادائیگی ہو لیکن

www.urduchannel.in

چونکہ ان کے بیشتر افسانے ایک خاص ماحول اور ایک مخصوص، خوش حال و آسودہ حال طبقے کی نمائندگی یا عکاسی کرتے ہیں اس لیے یہ بات بغیر کسی تکلف اور بنا کسی تردد کے کہی جا سکتی ہے کہ ان کے افسانوں کی زبان بھی تقریباً سب جگہ ایک ہی انداز و معیار کی ہے۔

نصرت شمسی کے ایک اور خوبصورت ناولٹ کا نام ہے ''خوشبو کا رنگ نور کا موسم ہے زندگی''۔ اس ناولٹ کا بیانیہ قدرے مختلف اور دل چسپ و منفرد ہے۔ منظر کشی اور فضا بندی شاندار ہے۔ پلاٹ مربوط ہے۔ اس ناولٹ میں کردار اگرچہ بہت زیادہ ہیں اور قاری ضمنی کرداروں کی اس فوج کے نام آسانی سے یاد نہیں رکھ سکتا لیکن اس کے باوجود، بنیادی کردار ناولٹ پر پوری طرح حاوی ہیں۔ اس ناولٹ کی زبان، ان کے سبھی افسانوں اور ناولٹ سے زیادہ دل چسپ ہے۔ ناولٹ کے پلاٹ میں بڑی روانی ہے۔ جس سے قاری کی دل چسپی اور دل جمعی پوری طرح برقرار رہتی ہے۔ ناولٹ کی کہانی میں زندگی اپنی پوری آب و تاب، جوش و ولولہ اور امنگ و حوصلہ کے ساتھ خوشبو بکھیرتی محسوس ہوتی ہے۔ ناولٹ کا اختتام جس نقطۂ عروج پر کیا گیا ہے وہ ناولٹ کی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔

اگرچہ بیشتر خواتین قلم کاروں کے یہاں، افسانوں کا اختتام طربیہ پر ہوتا ہے لیکن نصرت شمسی نے کئی افسانوں کا اختتام طربیہ کے ساتھ المیہ پر بھی کیا ہے۔ نصرت شمسی کے افسانوں میں کہانی پوری طرح موجود ہے اور وحدت تاثر نے ہر افسانہ کو مکمل کر دیا ہے۔

افسانہ میں پائی جانے والی کہانی جو ۱۹۶۰ کے بعد، کچھ قلم کاروں نے تجربات کے نام پر، اغوا کر لی تھی، خوشی کی بات ہے کہ تقریباً دو دہائی بعد ہی، وہ کہانی قاری کے من مندر میں لوٹ آئی اور تجرید، علامت، جدید اور مابعد جدید افسانہ کے نام پر، اردو کے افسانوی ادب میں جو کچرا جمع ہو گیا تھا، وہ برسوں سے، کتابوں کی شکل میں، دیمک زدہ الماریوں میں پڑا دھول چاٹ رہا ہے۔ وہ کہانی جو قاری کے سر سے گزر کر، خلاء میں کھو گئی تھی، آج اس کے ذہن و دل میں، دبے قدموں ہی سہی، واپس آ گئی ہے۔ کہانی کی واپسی کا یہ سفر کیوں اور کیسے ممکن ہو سکا، یہ مسئلہ خود اپنے آپ میں، ایک طویل بحث کا متقاضی ہے جس پر آئندہ

www.urduchannel.in

کبھی، گفتگو کی جاسکتی ہے۔راقم کا خیال ہے کہ افسانہ جس مقصد کے تحت لکھا جاتا ہے اور جس مقصد سے قاری اس کو پڑھتا ہے، آج کا افسانہ یقیناً اس مقصد کو پورا کر رہا ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

بڑے کارناموں کے لیے طویل عمر کا ہونا، کوئی لازمی شرط نہیں ہے اور نہ بہت زیادہ لکھنا، کسی فنکار کی کامیابی کی دلیل ہے۔اچھی، جاذب نظر اور دل میں اتر جانے والی تحریر، اپنی پہچان خود بناتی ہے۔امید ہے نصرت شمسی نے جس پاکیزہ مقصد کے تحت اور جس غیر رسمی خلوص سے افسانے لکھے ہیں، ان کے افسانوں کو قبول عام اور دوامی قیام حاصل ہوگا، انشاءاللہ!

ہم خاک میں ملنے پہ بھی ناپید نہ ہوں گے
دنیا میں نہ ہوں گے تو کتابوں میں ملیں گے

ڈاکٹر محمد اطہر مسعود خاں
غوث منزل، تالاب ملاارم
رام پور 244901 (یو۔پی)
موبائل: 09719316703

تاریخ: ۵/اپریل ۲۰۱۱ء

www.urduchannel.in

نصرت شمسی اور اردو افسانہ

نصرت فرید معروف بہ نصرت شمسی کا شمار، رام پور کی ابھرتی ہوئی خاتون قلم کاروں میں کیا جاتا ہے۔ان کی پیدائش ۱۲/جون ۱۹۷۳ء کو میرٹھ ضلع کے پرو امہاویر میں شیخ فرید الدین سوداگر کے یہاں ہوئی تھی۔رام پور ان کی سسرال اور وطن ثانی ہے، جہاں وہ ۱۹۹۱ء سے مستقل طور پر سکونت پذیر ہیں۔

ابتدائی تعلیم کے مرحلے سے گزرنے کے بعد انہوں نے ۱۹۸۸ء میں خورشید گرلز انٹر کالج، رام پور سے ہائی اسکول اور ۱۹۹۰ء میں اسماعیل گرلز انٹر کالج، میرٹھ سے انٹر میڈیٹ اور ۱۹۹۰ء ہی میں لال کرتی میرٹھ سے ادیب کامل کے امتحانات پاس کیے۔اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ایم.جے.پی.روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی سے ۲۰۰۰ء میں بی۔اے اور ۲۰۰۲ء میں ایم۔اے کے امتحانات پاس کیے اور آج کل شمسی گرلز انٹر کالج، دو محلّہ روڈ، رام پور میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔

نصرت شمسی کو اوائل عمری ہی سے مطالعہ کرنے اور لکھنے کا شوق تھا۔ان کے اس شوق کو جلا ان کی والدہ سے ملی۔انہیں کے بیان کے مطابق وہ اپنے بچپن میں اپنی والدہ محترمہ کو روزانہ ڈائری لکھتے ہوئے دیکھا کرتی تھیں، جس کی تحریک سے وہ بھی خامہ فرسائی کی طرف متوجہ ہوئیں اور یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ درجہ ششم کی طالبہ تھیں۔طبع موزوں کے سبب وہ افسانوں کے علاوہ کبھی کبھی اشعار بھی کہہ لیتی ہیں۔

ان کے پہلے افسانہ کا نام ''اذن'' ہے، جو ماہنامہ خاتون مشرق نئی دہلی کے مئی ۱۹۸۹ کے شمارہ کی زینت بنا تھا۔اس کے بعد ان کے بہت سے افسانے مقامی اور ملک کے دیگر اخبارات و رسائل کے علاوہ ماہنامہ بتول اور راشٹریہ سہارا جیسے رسائل و اخبارات میں

www.urduchannel.in

شائع ہوکر قبول خاص وعام کی سند حاصل کر چکے ہیں۔اذن، دل کا موسم ایسے بدلا، ایسا بھی ہوتا ہے، یہ محبتوں کے الاؤ ہیں، آ۔اب لوٹ چلیں، مجھے آزاد کردو، آئینہ وقت کا اور اوڑھنی کا شمار ان کے بہترین اور مقبول افسانوں میں کیا جاسکتا ہے۔

نصرت شمسی کے افسانوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے تمام افسانے تجربات ومشاہدہ پر مبنی ہیں۔ان کے یہاں رومانی فضا کے حامل افسانوں میں بھی اصلاحی اور اخلاقی قدریں نمایاں ہیں۔وہ اپنے افسانوں کے ذریعہ موجودہ مسائل وحقائق کی طرف قاری کی توجہ کو مبذول کرانے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں، جن سے ہمارا سماج دوچار ہے۔ان کے افسانوں کے تمام کردار ہمارے ہی سماج کے جیتے جاگتے اور چلتے پھرتے وہ عام انسان ہیں جو کسی نہ کسی الجھن، مسئلے یا نفسیاتی پیچیدگی کا شکار ہوگئے ہیں۔

نصرت شمسی مولوی نذیر احمد کے ناولوں سے متاثر نظر آتی ہیں کیوں کہ ان کے بیشتر افسانے انہیں کے ناولوں کی طرح درس ونصیحت کے ذریعہ اصلاحی پہلو کی طرف قاری کو متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔شامل مجموعہ افسانہ ''آئینہ وقت کا'' کا اختتامیہ حصہ نذیر احمد کے ناول ''توبتہ النصوح'' کی یاد کو تازہ کردیتا ہے۔

نصرت شمسی نے اپنے افسانوں کے ذریعہ بڑی خوبصورتی اور خوش اسلوبی کے ساتھ حضرت انسان کو اس کے اندر موجود برائیوں سے نہ صرف روشناس کرایا ہے بلکہ انہیں اصلاح کا پاٹھ بھی پڑھایا ہے۔وہ نہ صرف ایک صحت منداور مفید معاشرہ کی تشکیل کی خواہاں ہیں بلکہ سماج کو اوٹ پٹانگ، مضر اور بے جا حرکتوں سے اجتناب کی تلقین بھی بڑے سلیقے سے کرتی نظر آتی ہیں۔

مشرقی ماحول کی پروردہ نصرت شمسی موجودہ دور کی ایسی افسانہ نگار ہیں جنہیں خواتین کے مسائل ونفسیات سے گہری واقفیت ہے۔ان کے نزدیک ایک عورت کا مقدر صرف ظلم وستم کو سہنا، جبر وزیادتی کو برداشت کرنا، گھٹ گھٹ کر جینا اور آہ بھرنا ہی نہیں ہے بلکہ اپنے دائرہ میں رہ کر اور اپنی عزت ووقار کو برقرار رکھتے ہوئے احتجاج کے لیے سر کو بلند کرنا بھی ہے۔ان کے بیشتر افسانے عورت کو اس کا جائز مقام وحق اور عزت ووقار دلانے

www.urduchannel.in

اور حاصل کرنے کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں۔

نصرت شمسی کے افسانوں کی زبان صاف ستھری، آسان اور عام فہم ہے۔اگر وہ افسانہ نگاری کے میدان میں اسی طرح سرگرم رہیں اور اسی طرح پرورش لوح وقلم کرتی رہیں تو جلد ہی ان کا شمار افسانوی دنیا کے شہسواروں میں کیا جانے لگے گا۔

ڈاکٹر شریف احمد قریشی
ایسوسی ایٹ پروفیسر
گورنمنٹ رضا پوسٹ گریجویٹ کالج،
رام پور (یو۔پی)

www.urduchannel.in

نصرت شمسی کی افسانہ نگاری

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہورہی ہے کہ نصرت شمسی کا افسانوی مجموعہ ''ماہ تمام'' کے عنوان سے منظر عام پر آرہا ہے اور چند روز میں ہی زیور طباعت سے آراستہ ہونے کے لیے پریس روانہ کر دیا جائے گا۔

نصرت شمسی ان باشعور اور فعال خواتین میں سے ایک ہیں جنہیں وقت کو کارآمد کرنے کا ہنر آتا ہے۔ میرے علم کی حد تک وہ خاتون خانہ بھی ہیں اور درس وتدریس کے باوقار مشغلہ سے وابستہ بھی۔ وہ دینی دعوتی اور معاشرتی مصروفیات کے باوجود ادبی ذوق بھی رکھتی ہیں بالخصوص فکشن نگاری سے۔ انہوں نے صرف افسانہ نگاری پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کئی ناولٹ اور چار ناول بھی تخلیق کیے ہیں۔ ان کا ایک ناول اس وقت غیر مطبوعہ صورت میں میرے سامنے ہے۔

نصرت شمسی کا تخلیقی سفر تقریباً دو دہائی کے عرصہ پر محیط ہے۔ انہیں دوران تعلیم ہی سے افسانوی ادب کے مطالعہ سے شغف تھا اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار سے وہ بہت جلد بحیثیت افسانہ نگار اپنی پہچان کرانے میں کامیاب بھی ہوگئیں۔

میں نے نصرت شمسی کے بہت سے افسانے وقتاً فوقتاً پڑھے ہیں اور انہیں ''بتول'' میں اشاعت کے لیے منتخب کیا ہے۔ صحرا سے گلشن تک، پشیمانیاں، آئینہ وقت کا وغیرہ وغیرہ۔ اس وقت بھی دو افسانے کرچیاں ذات کی اور اوڑھنی میرے پیش نظر ہیں۔

نصرت شمسی کا افسانوی ادب پر مطالعہ اگرچہ خاصا وسیع ہے لیکن ان کے افسانوں میں ان کے ذاتی مشاہدات کی کارفرمائی کہیں زیادہ ہے اور موثر بھی، بالخصوص وہ جس مسلم متوسط سماج سے تعلق رکھتی ہیں اس کا انہیں گہرا مشاہدہ ہے اور وہ اس کے اظہار پر بھی خوب

www.urduchannel.in

قدرت رکھتی ہیں۔ ان کے زیادہ تر افسانے اسی مخصوص سماج کے مشاہدے اور ان کے ذاتی تجربات کی روشنی میں تخلیق پانے کی وجہ سے حقائق سے بہت قریب لگتے ہیں۔

نصرت شمسی اپنے افسانوں میں معاشرہ میں پیدا شدہ اخلاقی برائیوں، بے جا رسم ورواج، توہم پرستی اور مذہب کے حوالے سے عقائد کی دوسری خرابیوں پر بھی نشتر زنی کرتی ہیں۔ وہ افسانہ نگاری محض تفریح طبع یا ادبی ذوق کی تسکین کے لیے نہیں کرتیں بلکہ ان کے پیش نظر اصلاح معاشرہ کا فریضہ بھی رہتا ہے اور اپنی اس کوشش میں وہ کسی قدر کامیاب بھی ہیں۔ وہ معاشرہ میں صالح اقدار کو پروان چڑھانے پر ایک قلم کار کی ذمہ داری سے بخوبی واقف ہیں۔ مشترکہ خاندانی نظام میں پیدا ہونے والے مسائل سے افسانوں کے پلاٹ اخذ کرتی ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں رشتوں کی عظمت اور تقدس کا احساس کراتی ہیں۔ متوسط سماج کی عورت کی کسمپرسی اور مظلومیت کو نہ صرف موثر انداز میں پیش کرتی ہیں بلکہ اس کی عزت اور اس کے وقار کا دفاع بھی کرتی ہیں۔ مجھے امید ہے نصرت شمسی کا زیر مطالعہ مجموعہ قارئین کو پسند آئے گا۔

مرتضیٰ ساحل تسلیمی
ادارہ الحسنات
رام پور

www.urduchannel.in

''ماہ تمام'' اور میرے تاثرات

لیجئے جناب! نصرت شمسی نے حد کر دی۔ اپنے افسانوی مجموعہ ''ماہ تمام'' کے لیے تاثرات لکھنے کا حکم صادر فرما دیا۔ میں اور اس میدان میں طبع آزمائی؟ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ چند ٹوٹی پھوٹی نظموں اور غزلوں کا خالق، ادبی محافل سے اکثر غیر حاضر رہنے والا، کاہلی کا یہ عالم کہ آج تک اپنی تخلیقات کاغذ پر منتقل نہیں کر سکا۔ جو کچھ بھی کہا، حافظہ کے سہارے دماغ میں لیے گھومتا پھرتا ہوں۔ پھر کیا سوچ کر محترمہ نے مجھے اس امتحان کے لیے منتخب کیا؟ سمجھ سے باہر ہے۔ بہر حال اگر نصرت نے اس ذمہ داری کے اہل سمجھا ہے تو مجھے بھی امتحان دینے سے انکار نہیں۔

نصرت شمسی کا تعلق نہال کے حوالے سے مولوی ذوالفقار احمد صاحب، مولوی افضال الحق صاحب اور علامہ مولوی فضل حق صاحب مرحوم سے ملتا ہے۔ ان کی والدہ مرحومہ (میری پھوپی زاد بہن) بھی ادبی ذوق رکھنے والی معزز خاتون تھیں۔ ساتھ ہی خالد جاوید شمسی، سلمان شمسی ندوی، فرحان سالم شمسی، مکارم الحق مکارم اور فرید شمسی جیسے شعراء اور تخلیق کاروں کی گاہے بہ گاہے صحبتوں نے بھی ان کے فن کو جلا بخشی ہے، ایسا میرا خیال ہے۔

فنکار میں تخلیقی افکار پیدائشی ہوتے ہیں۔ وقت اور ماحول کے زیر سایہ وہ ان احساسات کو اپنی فکر میں ڈھال کر سماج کو آئینہ دکھاتا ہے۔ ''ماہ تمام'' کی مصنفہ بھی پیدائشی فنکار ہیں اور اپنے گرد و پیش کے حالات سے بے خبر نہیں ہیں۔ ان کی کہانیوں میں دور حاضر میں رونما ہونے والے سماج کے ان تمام حالات کی عکاسی نظر آتی ہے جو وہ اپنے گرد و پیش

www.urduchannel.in

میں دیکھتی ہیں۔ عورت ہونے کے ناطے ان کی بیشتر کہانیاں صنف نازک کے احساسات کی ترجمان ہیں۔ سماج اور خاص طور سے مسلم معاشرے کی ہر کمزوری اور برائی کو وہ اپنی تخلیقات میں نوک قلم سے اجاگر کرتی نظر آتی ہیں۔ الفاظ اور جملوں پر ان کی گرفت مضبوط ہے۔ سادہ اور آسان زبان میں وہ اپنے قاری کے ذہن کو بیدار کرنے میں کامیاب ہیں۔

ان کی تخلیقات میں فنی خامیاں تلاش کرنا میرا کام نہیں ہے، کیونکہ میں شاعر ہوں نثر نگار نہیں۔ یہ ذمہ داری مستند صاحب قلم حضرات کی ہے۔ ہاں ایک قاری کی حیثیت سے نصرت کی کہانیوں میں مجھے جو خوبی نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی کہانیاں اس کلائمکس پر ختم ہوتی ہیں جہاں پڑھنے والا خود کو تشنہ محسوس کرتا ہے اور اس کے احساس کو یہ کسک رہتی ہے کہ بات جلدی ختم ہوگئی۔ یہ علامت میری نظر میں کسی بھی تخلیق کار کی کامیابی کی ضامن ہے۔

یوں تو ان کی ساری کہانیاں اور افسانے جو میری نظر سے گزرے انتہائی دلچسپ اور منفرد ہیں لیکن ان کی ایک کہانی ''فیصلہ'' مجھے خاص طور پر بہت پسند آئی کیونکہ اس کہانی میں انہوں نے فکر و سوچ کا جو مثبت پیغام سماج کو دیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ ازدواجی زندگی میں شوہر و بیوی کے درمیان معمولی اختلافات کو کم عقل اہل خاندان جس طرح سے بڑے ہنگامے میں تبدیل کرنے کا منصوبہ ترتیب دیتے ہیں اس کو خود سے فوراً محسوس کرتے ہوئے اپنے گھر کو بکھرنے سے بچانے کے لیے دونوں فریق (شوہر و بیوی) جو پہل کرتے ہیں یہ مثبت سوچ قاری کے ذہن پر جو اطمینان بخش تاثر چھوڑتی ہے وہ تخلیق کار کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ایسے ہی مثبت انداز میں سماج کو غور و فکر کا پیغام دینے سے معاشرے کی اصلاح بہتر طریقے سے ہو سکتی ہے۔

''ماہ تمام'' نصرت کے ادبی سفر کا پہلا Mile stone ہے۔ انشاء اللہ ابھی انہیں لمبا سفر طے کرنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مطالعے، مشاہدے اور تجربات میں اضافے

www.urduchannel.in

کے ساتھ ساتھ ان کا قلم کاغذ پر ایسی تحریریں رقم کرے گا جو طویل عرصے تک ان کو نہ صرف یہ کہ قارئین کے ذہنوں میں زندہ رکھے گا بلکہ ادبی حلقوں میں بھی نمایاں اور منفرد مقام دلائے گا۔ میری تمام تر نیک خواہشات اور دعائیں ان کے ساتھ ہیں:

یوں ہی بلند رہے تیری فکر کی پرواز
خدا کرے کہ قلم تیرا یوں ہی سچ بولے

۲۶/ مارچ ۲۰۱۱

حق رام پوری
کوچہ لالہ میاں، رام پور

www.urduchannel.in

تاثرات

عصر حاضر میں جہاں قدیم روایتیں، جو ہماری قومی و ملی سرمایہ تھیں، رفتہ رفتہ ختم ہوتی جارہی ہیں اور نئی نسل مغربی دھنوں پر تھرکنے کو اپنا معیار بنا چکی ہے۔ اس کا اثر سب سے زیادہ ہمارے معاشرے پر ہوا ہے، جو صاف دکھائی دے رہا ہے۔ ہمارے بچے اپنے وزن کے برابر بستوں کا بوجھ کمر پر لاد کر اسکول تو جاتے ہیں لیکن افسوس کہ ان کے سینے علم سے خالی، آنکھیں بصارت سے نا آشنا اور ذہن تربیت سے کوسوں دور ہیں۔ ہماری نوجوان نسل اپنی زندگی کا بہترین وقت موبائل پر گانے سننے اور فیس بک پر چیٹنگ کرنے میں گنوا رہی ہے۔ ہماری خواتین ٹی وی سیریل دیکھنے میں کچھ اس طرح مصروف ہیں کہ گویا زندگی کا اصل مقصد یہی ہے۔ نتیجتاً معاشرے کی بنیادیں اس طرح ہل رہی ہیں کہ پوری عمارت کب زمیں بوس ہو جائے کچھ پتہ نہیں! جو لوگ ادب تخلیق کرتے ہیں وہ اس تبدیلی کو محسوس بھی کر رہے ہیں اور اس رونما ہونے والی خرابی پر فکرمند بھی ہیں۔

نصرت شمسی نے بہت کم وقت میں اپنی ادبی اور تخلیقی صلاحیتوں کو تسلیم کرایا ہے۔ انہوں نے سماج میں پھیلی برائیوں کو اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔ آج لوگ افسانے لکھ رہے ہیں ان میں بعض کے یہاں عشق و محبت کے قصوں کے سوا کچھ بھی نہیں یا پھر جدیدیت کے نام پر عریاں جملے ہی پائے جاتے ہیں، لیکن نصرت شمسی نے تمام فرسودہ موضوعات کو پس پشت ڈال کر سماج کے ان مسائل پر زور قلم آزمایا ہے جن سے آج کا انسان دوچار ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تالیف ''ترجمان القرآن'' کے مقدمے میں لکھا ہے: ''ہر عہد کا مصنف اپنے عہد کی آب و ہوا کا پروردہ ہوتا ہے۔'' نصرت شمسی کے افسانے پڑھ کر مولانا کے اس جملے کی صداقت کا احساس ہوتا ہے۔

www.urduchannel.in

تصویر کائنات، فیصلہ، بٹوارہ، آئینہ وقت کا، نئی ممی، اے وقت گواہ رہنا وغیرہ افسانوں میں ہمیں اپنے معاشرے کی تصویر نظر آتی ہے اور ان کے کردار اپنے آس پاس گھومتے ہوئے لوگ ہی لگتے ہیں۔

نصرت کی زبان سادہ مگر دلکش ہے اور موضوعات نصیحت آمیز ہیں۔ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کا قاری خواہ وہ سماج کے کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو، افسانے دلچسپی کے ساتھ پڑھتا ہے اور دلچسپی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح بھی کرسکتا ہے۔

آخر میں نصرت کی کتاب ''ماہ تمام'' کی مبارک باد دینے کے ساتھ ساتھ بارگاہ خداوندی میں دعا گو ہوں کہ خداوند کریم نصرت شمسی کے حوصلوں کو ہمیشہ بلند رکھے اور وہ اسی طرح اپنے قلم کی مدد سے ملک وقوم کی خدمت کرتی رہیں، آمین!

اسعد محمود افق فریدی
اے ۲/۹ دوسری منزل
ڈی ایل ایف انکروہار
کالونی، غازی آباد

www.urduchannel.in

نصرت کا قلم.....!

آسمان علم وادب پر ایک اور ستارہ روشن ہوا نصرت شمسی کے نام سے، جن کا افسانوی مجموعہ ''ماہ تمام'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

والدین کی اچھی تربیت اور بچپن میں ہی ان کے سایہ شفقت سے محرومی نے نصرت شمسی کو کم عمری سے ہی ادبی ذوق سے جوڑ دیا۔انہیں ادب سے لگاؤ کے ساتھ علوم خانہ داری سے دلچسپی اور دست کاری کا شوق بھی پرانا ہے۔دوران تعلیم ہی افسانہ نگاری شروع کردی تھی۔نصرت شمسی کے افسانے اور ناول ظاہر کرتے ہیں کہ وہ ایک حساس اور بے باک قلم سے سلگتے ہوئے معاشرے کی جاگتی تصویریں پیش کرتی ہیں۔زندگی کی تلخیوں کو مسکرا کر افسانہ بنا دینا جہاں ان کے لیے بہت آسان ہے وہیں قارئین کے لیے ان کا یہ پیغام بھی ہے کہ زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اسے بہت اچھی طرح بسر کرو۔کوئی بھی لمحہ رائیگاں نہ جانے دو۔حقوق العباد کی پامالی اور اخلاقی قدروں کی گراوٹ ان کو دکھی کردیتی ہے۔وہ اپنی تحریر سے گھٹن کے ماحول میں رہتے ہوئے سوئے سوئے سے لوگوں کو جگانا چاہتی ہیں۔ان کو فعال اور متحرک بنانا، بے جا رسم ورواج کو ختم کرنا اور معاشرہ میں پھیلی تمام برائیوں کو دور کرنا چاہتی ہیں۔

ایک تعلیمی ادارہ سے منسلک ہوکر قوم کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کا

www.urduchannel.in

درد محسوس کرتی ہیں اور حلقہ احباب کے الجھے مسائل بھی حل کرا دیتی ہیں۔ اصلاح معاشرہ کی فکر ان کو اتنا بے چین رکھتی ہے کہ وہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود لکھنے کے لیے وقت نکال لیتی ہیں۔ ارتقاء کی منزلیں طے کرتی ہوئی اپنی دوست نصرت شمسی سے میں اتنا ہی کہوں گی:

لوگ چن لیں جن کی تحریریں حوالوں کے لیے
زندگی کی وہ کتاب معتبر ہو جائیے

محصنہ آصف
پرانی کھنڈسار، رام پور

www.urduchannel.in

سوانحی و ادبی تعارف (نصرت شمسی)

نام	:	نصرت شمسی
والد کا نام	:	شیخ فرید الدین سوداگر (مرحوم)
والدہ کا نام	:	محمودہ ذوالفقار شمسی (مرحومہ)
تاریخ پیدائش	:	۱۲/جون ۱۹۷۳ میرٹھ (یوپی)
تعلیم	:	☆جونیر ہائی اسکول- حمیدیہ گرلز جونیر ہائی اسکول میرٹھ ۱۹۸۶
		☆ہائی اسکول-خورشید گرلز انٹر کالج، رامپور ۱۹۸۸
		☆ انٹرمیڈیٹ-اسماعیل گرلز انٹر کالج، میرٹھ ۱۹۹۰
		☆بی اے-ایم. جے. پی. روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی ۲۰۰۰
		☆ایم اے-ایم. جے. پی. روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی ۲۰۰۲
		☆ اردو ڈپلومہ (این سی پی یو ایل) ۲۰۱۰
		☆ایک سالہ کمپیوٹر کورس ۲۰۱۰
مشفق معلمات	:	محترمہ نسیم انور صاحبہ، محترمہ قمر النساء زیدی صاحبہ، محترمہ شمیم صاحبہ
سروس	:	☆شمسی گرلز انٹر کالج میں تدریسی فرائض کی ادائیگی
وطن ثانی	:	رام پور (ازدواجی رشتے کے بعد)
شوہر کا نام	:	محمد فرقان شمسی
اولادیں	:	مریم فرقان، حافظ مہران احمد، رجاء حیات
برادران	:	محمد سعید بن فرید، محمد عاصم بن فرید، محمد اسعد محمود (افق فریدی)

www.urduchannel.in

ہمشیرگان : سعیدہ بنت فرید، شہناز بنت فرید، نکہت فرید

غیرملکی سفر : پاکستان ۲۰۰۰ء

ادبی زندگی کا آغاز : اپنی والدہ کے ڈائری لکھنے کے شوق سے، لکھنے کا شوق پیدا ہوا اور درجہ پنجم میں ایک افسانہ لکھا جو شائع نہ ہو سکا۔ افسانہ ''اذن'' اشاعت خاتون مشرق مئی ۱۹۸۹۔ اس کے بعد سے ملک کے دیگر اخبارات اور رسائل میں افسانے برابر شائع ہو رہے ہیں

دیگر سرگرمیاں : آل انڈیا ریڈیو رامپور سے تقریباً دس سال سے پروگرام نشر ہو رہے ہیں

ناول (غیر مطبوعہ) : پل صراط، اوڑھنی، جو چلے تو جاں سے گزر گئے، ہم دیئے کی مانند

انشائیے، اصلاحی و تحقیقی مضامین :

☆ فخر ادب جناب مہری رام پوری
☆ کیا لوگ تھے جو راہئی ملک عدم ہو گئے (ساغر خیامی کی ظریفانہ شخصیت)
☆ آج اور کل کا شاعر: افق فریدی
☆ آتشیں جذبوں اور حساس دلوں کی شاعرہ: نوشی گیلانی (پاکستان)
☆ اور جب ہم دعوت میں گئے
☆ ماں اور اس کی ذمہ داریاں
☆ کم ہوتی بیٹیاں
☆ اردو کا ادیب بالکل۔۔۔
☆ جیو اور جینے دو
☆ ملاقات محو خواب
☆ ملاقات ایک اردو ٹیچر سے
☆ اردو بنام ہندی

www.urduchannel.in

☆ کس سے گلہ کریں
☆ ادب برائے اطفال اور اس کی اہمیت
☆ مادہ جنین کشی اور اس کے اثرات
☆ گود سے گور تک.....
☆ چشم سید نگراں ہے کہ پھر اٹھے شاید
☆ کو.ایجوکیشن اور اس کے نقصانات
☆ ہم جنس پرستی اور اس کے تباہ کن اثرات
☆ عشق پر زور نہیں
☆ معاشرے کی گراوٹ کے اسباب اور اس کا تدارک

عاصم فرید
کیلاش ڈیری والی گلی،
عیدگاہ میرٹھ

www.urduchannel.in

چند باتیں میرے قلم سے

جب آنکھیں کھولیں تو اپنے چاروں طرف بہت سی کتابیں دیکھیں جن کو چھونے کی اجازت نہیں تھی، مگر شوق اور تجسس نے ڈر اور خوف کو بھگا دیا اور گیارہ سال کی عمر میں علامہ راشد الخیری کے ناول ''صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی'' پڑھ ڈالے۔ خالص مشرقی ماحول میں پرورش پائی۔ گھر میں ریڈیو تک سننے کی اجازت نہ تھی، مگر قدرت نے فطرت میں دلیری دی تھی۔ اللہ کی نصرت ہمیشہ میرے ساتھ رہی جس نے ہر مقام پر فتح دلائی۔

اکثر اپنے چھوٹے سے گھر کے آنگن میں لیٹ کر آسمان کو تکا کرتی تھی۔ اڑنے والے بادل مجھے اپنی طرف کھینچ لیتے تو کبھی رنگ برنگے پرندے مجھے اپنی توجہ کا مرکز بنا لیتے، کبھی چاند کو تکتے تکتے اس سے باتیں کرتے، اس تک پہنچ جاتی اور اکثر سوچا کرتی کہ کاش! میں بھی آسمان کی اونچائیوں تک پہنچ سکتی تاکہ سارا عالم مجھے دیکھ پائے۔ کچھ ایسا کر جاؤں کہ لوگوں کے دلوں تک رسائی ہو سکے۔ کبھی لگتا ہوا مجھے اپنے دوش پر لیے اڑ رہی ہے، تو کبھی خوشبو میرا حصار کیے رہتی اور سب میں نمایاں نظر آنے کی خواہش دماغ میں ایک نئی سوچ و فکر پیدا کر دیتی۔

جب ذرا شعور اور بیدار ہوا تو معاشرے پر نظر پڑی اور محسوس ہوا عورت آج بھی بے پناہ ترقی کے باوجود قید ہے۔ شاید اسے صنف نازک جیسے الفاظ میں باندھ کر اس کی سوچ کا رخ موڑ دیا گیا ہے۔ عورت کے ساتھ ہوتی حق تلفی اور خود اس کی اپنے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں نے اور اپنے حقائق سے نابلد ہونے کے جذبے نے، میرے اندر لکھنے کی تحریک پیدا کی اور میں نے یہ سوچا کہ اگر میں کسی ایک عورت کے شعور کو بھی بیدار کر سکی تو

www.urduchannel.in

ایک نسل بیدار ہو جائے گی۔ بس پھر خدا نے قلم کے پنکھ لگا دیے اور میں آسمان کی وسعتوں میں پرواز کرنے لگی۔ رہنمائی ماں کی دعاؤں نے کی، حوصلہ کچھ ان دوستوں کی بے وفائیوں نے دیا جنہوں نے بیچ راہ میں ہی ساتھ چھوڑ دیا اور کچھ سہارا ان ہاتھوں سے ملا جنہوں نے اس درمیان راہ سے مجھے تھاما۔ جہاں میں تھک جاتی وہیں میری رہنمائی میری محرومیاں کرنے لگتیں اور ایک نئی طاقت بن کر مجھے اٹھا دیتیں۔ خدا کی رحمت ہمیشہ سایہ فگن رہی۔

پھر! اس راہ میں اللہ کی مدد سے کچھ اہم شخصیات نے رہنمائی کے چراغ جلا دیے۔ جن میں سب سے پہلا نام ڈاکٹر شریف احمد قریشی صاحب کا ہے۔ جنہوں نے ''رام پور میں اردو افسانہ'' کے تحت ایک کتاب مرتب کی اور اللہ نے مجھ ناچیز کو اس کے قیمتی اوراق میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کرا دیا۔ موصوف تحقیقی ادب میں وہ شخصیت ہیں، جن کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کتاب رضا لائبریری نے ۲۰۰۹ء میں شائع کی۔ قریشی صاحب نے راقم الحروف کا جو تعارف اس کتاب میں شامل کیا ہے، اسے ہم نے بشکریہ رضا لائبریری رام پور، اس کتاب میں شامل اشاعت کر لیا ہے۔

میں استاد محترم ڈاکٹر حسن احمد نظامی صاحب (سابق چیرمین فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی اتر پردیش) کا بھی بے پایاں اور بہ صمیم قلب شکریہ ادا کرتی ہوں۔ آپ نے حسب ضرورت ہر موقعہ پر مجھے مفید مشوروں سے نوازا ہے۔

ادب برائے اطفال، افسانہ اور صحافت میں مرتضیٰ ساحل تسلیمی، کافی شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کی اصلاحی تحریریں خاصی مقبول و معروف رہی ہیں۔ آپ نے میرے افسانوں پر بھی اپنی رائے پیش فرمائی ہے۔ میں اس کے لیے آپ کی ممنون ہوں۔

میری فرمائش پر، رام پور کی معروف ادبی شخصیت، جناب حق رام پوری نے اپنے تاثرات تحریر کر کے اپنی خوش اخلاقی اور وسیع القلبی کا ثبوت دیا ہے۔ حق صاحب کی تحریر کے لیے میں متشکر ہوں۔ افق فریدی میرٹھ کی ایک معروف ادبی شخصیت ہیں، ان کی دعائیں میرے لیے قیمتی سرمایہ ہیں۔ محصنہ آصف میری دیرینہ رفیق و شفیق، ہمدرد و غمگسار، دوست و سہیلی اور نرم و گرم حالات کی ساتھی ہیں۔ محصنہ آصف کی تحریر میرے لیے سرمئہ

www.urduchannel.in

بصر اور باعث تقویت قلب وجگر ہے۔

ترنم عقیل صاحبہ (چیر پرسن اتر پردیش اردو اکادمی) کے لیے بھی میں اظہار تشکر پیش کرتی ہوں۔ گزشتہ چند برسوں میں اردو کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے جو کام انجام دیے گئے ہیں ان کے باعث یو پی اردو اکادمی کی عظمت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ آپ نے صوبے کے متعدد شہروں میں اردو ادب وصحافت کے مختلف موضوعات پر سیکڑوں سمینار منعقد کرائے اور خاص بات یہ کہ ان تقریبات میں آپ خود بھی تشریف لاتی رہیں۔ ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں کی کتابوں کو اشاعت کے لیے منظوری دینے کے علاوہ، آپ نے بہت سی مختلف اسکیمیں بھی شروع کیں، جن کے نتائج امید ہے کہ مستقبل میں اچھے نکلیں گے۔

اتر پردیش اردو اکادمی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ ہندوستان میں سرکاری سطح پر قائم کردہ سب سے پہلی اردو اکادمی ہے، جس کا قیام ۱۹۷۲ میں عمل میں آیا تھا۔ دیگر اکادمیاں اپنے اپنے صوبہ تک محدود ہیں لیکن یو پی اردو اکادمی ملک بھر کے ادیبوں اور شاعروں کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی کتابیں بھی شائع کرتی ہے اور انہیں انعام واعزاز سے بھی نوازتی ہے۔ اکادمی کے موجودہ سکریٹری سید امجد حسین صاحب (اسسٹنٹ ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات ورابطہ عام اتر پردیش) نے بھی اپنے تجربہ اور اپنی صلاحیتوں سے اردو اکادمی کے نام کو کافی تابندہ ومنور کیا ہے۔ امجد صاحب کو صحافت کا بھی وسیع تجربہ حاصل ہے۔ آپ نے تقریباً پندرہ سال قبل ایڈیٹر نیا دور کی حیثیت سے جو خاص نمبر شائع کیے تھے، انہوں نے اپنی منفرد اور دستاویزی پہچان قائم کی تھی۔ اودھ نمبر اول ودوم، نصف صدی نمبر، یادگار آزادی نمبر، قومی یکجہتی نمبر اور فراق - صدی کی آواز اور اودھ - آئینہ ایام میں، جیسی مستند کتابیں شائع کر کے اپنی صلاحت وقابلیت کا سکہ جمایا ہے۔ آپ اتر پردیش اردو اکادمی میں سکریٹری کی حیثیت سے جو خدمات انجام دے رہے ہیں، وہ لائق ستائش ہیں۔ ''ماہ تمام'' کی منظوری اور اشاعت کے لیے میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

ڈاکٹر مجاہد فراز (رکن اتر پردیش اردو اکادمی) ملک کے نامور شاعر ہیں اور

www.urduchannel.in

دوسروں کے کام آنے کے لیے ہر وقت کوشاں اور بے چین رہتے ہیں۔ آپ کی رہنمائی اور مفید مشوروں کے لیے میں آپ کی سپاس گزار ہوں۔

اس کتاب کی کمپوزنگ کے تکنیکی پہلوؤں اور کمپوزنگ کی باریکیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عرشی تنویر صاحب نے مفید مشوروں سے نوازا۔ وہ خود ہندوستان کے جانے مانے، کمپیوٹر ایکسپرٹ ہیں اور عالمی شہرت یافتہ کئی ادیبوں بشمول گوپی چند نارنگ، کی کتابوں کی کمپوزنگ کر چکے ہیں۔ میں تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

ماہ تمام کی کمپوزنگ فائزہ تنویر نے کی ہے اور یہ کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں کمپوزنگ کی غلطیاں نہ رہیں۔ ان کی اس لگن، شوق اور تعاون کے لیے میں ان کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میری دعا ہے کہ خدا ان کے نام اور کام کی خوشبو سے پورے ملک کو معطر ومعنبر کر دے۔

میں اپنے شوہر محمد فرقان شمسی صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میرے شوق اور جذبے کو مہمیز کیا اور مجھے ادبی کاموں کی انجام دہی میں کبھی روک ٹوک نہیں کی، ورنہ میرا یہ افسانوی سفر، بیچ راہ میں ہی سسکیاں لے کر دم توڑ دیتا اور یہ دکھی سی لڑکی، ایک بے چین سی فنکارہ، اپنے دل کے طوفان کو صفحہ قرطاس پر لانے سے محروم رہ جاتی۔ خدا کرے ان کا تعاون اور کبھی ناراض نہ ہونے کی ادا، یوں ہی برقرار رہے۔ میرے سوکھے لبوں پر ان کے لیے بس ایک ہی دعا ہے:

یہ دعا ہے کہ رہے تیرا شبستاں آباد

ناسپاسی ہوگی اگر میں جناب تنظیم رضا قریشی، ڈائریکٹر اسلامک ونڈرس بیورو، دہلی کا ذکر نہ کروں جنہوں نے کتابوں کی طباعت واشاعت میں ملک گیر ہی نہیں، بلکہ عالمی شہرت پائی ہے۔ ان کا نام ہی ان کے کام کی پہچان ہے۔ آپ نے اپنے ادارے سے ایسی شاندار اور نادر ونایاب کتابیں شائع کی ہیں جن کی آرائش اور جن کا گیٹ اپ دیکھ کر جی عش عش کر اٹھتا ہے۔ آپ کے ادارے سے ''ماہ تمام'' کی طباعت، میرے لیے ایک مسرت بھرے پیغام سے کم نہیں۔ کتاب کی تزئین وآرائش اور سرورق کی ڈیزائن میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل ہے۔ میں آپ کا بے حد شکریہ ادا

www.urduchannel.in

کرتی ہوں کہ آپ نے اتنے بڑے ادارے سے میری کتاب شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کی۔

ڈاکٹر محمد اطہر مسعود خاں کا شمار ملک کے ان نوجوان ادیبوں اور محققین میں ہوتا ہے جنہوں نے علم وادب میں قدم آگے بڑھایا تو پھر پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ ادب اطفال، افسانہ، انشائیہ، علمی وادبی مقالات ومضامین تحریر کرنے کے علاوہ، انہوں نے ماہنامہ نیا دور لکھنؤ کا ۱۹۵۵ سے ۲۰۱۰ء تک کا اشاریہ ترتیب دے کر ایسا کارنامہ انجام دیا ہے، جس کے باعث انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، انشاءاللہ۔ اطہر مسعود خاں علم وادب سے جڑے کاموں میں ادیبوں اور خصوصاً اسکالرز کی اس قدر مدد کرتے ہیں گویا انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی یہ بنالیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں فرمایا ہے: ''ھل جزاء الاحسان الا احسان ''، یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اس لیے میں نے ''ماہ تمام'' کی اشاعت میں کسی بھی طرح کا تعاون کرنے والے سبھی حضرات کے لیے چند سطریں لکھنے کی کوشش کی ہے، لیکن ''ماہ تمام'' کی تیاری میں شروع سے آج کتاب آپ کے ہاتھ میں آنے تک اطہر مسعود خاں نے جو تعاون دیا ہے اور محنت ومشقت کی ہے، اس کے بیان کے لیے مجھے خود سے نہیں بلکہ اپنے قلم کی تنگ دامانی سے شکوہ ہے۔ بات باعث حیرت ہونے کے باوجود حقیقت سے لبریز ہے کہ دنیا میں آج بھی ایسے بے غرض اور بے لوث لوگ موجود ہیں جن کی زندگی کا مقصد ہی خدمت خلق ہے، ان میں ایک نام اطہر مسعود خاں کا بھی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس کتاب کا پیش لفظ لکھ کر انہوں نے میری کتاب کی قدر و قیمت بڑھا دی ہے، تو یقیناً غلط نہ ہوگا۔ ان کا پیش لفظ سلاست، روانی، سادگی، بے باک و بے لاگ تحریر، تخلیق، تحقیق اور تنقید کا گویا ایک جامع مرقع ہے۔ عرفان صدیقی کا یہ شعر ان کی نذر کرنا چاہوں گی:

شمع تنہا کی طرح، صبح کے تارے جیسے
شہر میں دو ایک ہی ہوں گے ہمارے جیسے

اس کتاب یعنی ''ماہ تمام'' کی پروف ریڈنگ اصلی متن کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔

www.urduchannel.in

اس لیے امید ہے کہ کمپوزنگ کی غلطیاں شاذ ہی نظر آئیں گی۔ قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اپنی بے باک، بے لاگ اور دوٹوک رائے سے نوازیں۔ کتاب کی ظاہری اور باطنی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ فرمائیں۔ افسانوں میں فنی، تکنیکی، زبان وبیان کی، اسلوب وانداز کی، موضوع اور پلاٹ کی جو بھی کمیاں، خامیاں، خرابیاں نظر آئیں، ان کی نشاندہی ضرور کریں۔

نصرت شمسی

www.urduchannel.in

ماچس

محبوب نے دالان سے نکل کر کمرے میں قدم رکھا اور سونے کا ارادہ کرتے ہوئے دروازہ بند کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

''سکینہ! کیا دروازہ بند کردوں؟''

محبوب نے بیوی کو آواز دیتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔''

سکینہ کی آواز اندر سے آئی نہیں بھئی محبوب جی.....(کچھ شرارت میں ڈوبی ہوئی)

''ابھی مجھے ایک بار اور باہر جانا ہے''

''اف.....فو.....رات کے گیارہ بج رہے ہیں اور ابھی تک.....''

محبوب نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں دروازہ زور سے بند کیا.....اور ''بھک.....'' ایک دم گھپ اندھیرا چاروں طرف سنّاٹا۔

''اف فو تم نے بڑا ستایا ہے کمبخت.....پھر چلی گئی۔''

سکینہ کی موڈ خراب کرتی ہوئی آواز آئی۔

''ارے سکینہ! ماچس کہاں ہے؟''

سکینہ اتنی دیر میں باہر جا چکی تھی۔

برسات کی سڑی گرمی اور گھٹن زدہ اندھیری راتیں، اندھیرا ہوتے ہی بچے پنکھے کے پر رکنے سے پہلے ہی رونے لگے۔ بچے کے رونے کی آواز چاروں طرف اندھیرا..... محبوب کا پارہ ہائی ہوتا جا رہا تھا۔

''اے.....چپ.....ہر وقت منھ بسور بسور کر روتا رہتا ہے۔''

www.urduchannel.in

مگر بچے کی آواز ڈانٹ سے اور زور پکڑ گئی۔ چین تو ہوتا ہے لائٹ ہوتی ہے تو! کتنا سکون تھا پتہ ہی نہیں چلتا کدھر کیا ہو رہا ہے۔ مگر لائٹ جاتے ہی چاروں طرف سے بچوں کے شور کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ اب پھر وہی بچوں کے رونے کی آوازیں.....اور گھپ اندھیرا.....

''کہاں گئیں''

محبوب کی چیخ پھر سنائی دی

''ماچس کہاں ہے؟ کم سے کم یہ تو بتا دو.....''

سکینہ جلدی ٹائلٹ سے باہر آئی اور دالان کی طرف بڑھی کہ اچانک کسی چیز سے ٹکرائی.....

''آئی.....''

ہلکی سی کراہٹ سنائی دی غصّہ جو دبا ہوا تھا ایک دم ابل پڑا مگر ضبط سے کام لیا کیوں کہ اندھیرا ابھی تک تھا۔ ٹٹولنے پر پتہ چلا کہ دروازے کے بیچ غفران کی بچّہ سائیکل کھڑی تھی۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ سائیکل سکینہ کو نہ دکھی اور ٹکرا گئی۔ سکینہ کا غصّہ دبی دبی زبان میں ظاہر ہونے لگا۔

''دن بھر غائب رکھتے ہیں کم بخت.....اور رات کو بھی.....آدمی بالکل بیکار ہو کر بیٹھ جائے یا تو پنکھا جھلتا رہے یا پھر مچھر مارنے کی کوشش میں اپنے جسم کی پٹائی کرتا رہے۔''

بڑبڑاہٹ کے ساتھ ہاتھ برابر ماچس ڈھونڈنے میں لگے ہوئے تھے۔

''آدمی نہ کچھ کہنے کا نہ سننے کا.....بس اندھیرے کا منھ تکتے رہو.....کہاں گئی ماچس دن بھر.....رات کے سکون کی امید میں گزار دو مگر رات بھی.....''

''اچھا اب چپ بھی ہو جاؤ.....ماچس نہیں ملی تو کوسنے پیٹنے بیٹھ گئیں۔''

محبوب نے سکینہ کی بڑبڑاہٹ کو روکنا ضروری سمجھا۔

''ماچس دیکھ کر لیمپ جلاؤ''

محبوب نے روتے ہوئے غفران کو پنکھا جھلنے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا.....

www.urduchannel.in

''ارے دیکھ تو رہی ہوں.....کہاں سے اندھیرے میں ماچس تلاش کروں۔کتنی بار کہا ہے ایک ٹارچ ٹھیک کرالیں۔''

'' ہاں.....ہاں بس میں یہی کرتا رہوں تم اور بچے ٹارچ خراب کرتے رہو اور میں ٹھیک کراتا رہوں۔تین تین ٹارچیں تھیں مگر اس گھر میں تو ایک بھی چیز ٹھیک نہیں رہتی۔''

''تو کیا میں خراب کرتی ہوں؟''

سکینہ نے آواز دبا کر کہا۔

''اب بیٹھے رہو ابھی لائٹ آجائے گی۔''

سکینہ نے تکیہ صحیح کرتے ہوئے کہا.....محبوب نے غصّہ سے پھر کہا۔

''کیا بیٹھے رہو؟ اپنی عادت کب سنبھالو گی بس ہر وقت ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہتی ہو ادھر جھانک لوں، ادھر گھوم لوں.....گھر تو تم سے دیکھا نہیں جاتا۔''

''ہاں ہاں آپ کے پاس تو روز ایک ہی بات ہوتی ہے گھر کا سارا کام تو آپ ہی کرتے ہیں نوکر آگے پیچھے گھومتے ہیں میرے.....''

''ہاں ہاں تو اور کون کرتا ہے.....؟''

محبوب نے مسکرا کر کہا اگرچہ اس کی مسکراہٹ اندھیرے کی نذر ہوگئی۔

''اچھا بس.....''

سکینہ نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے محبوب کو چپ کراتے ہوئے کہا.....

''بس اب زیادہ غصہ دلانے کی ضرورت نہیں.....میں اس وقت لڑنا نہیں چاہتی۔سارا دن رات کا انتظار کرتے رہو رات آئے سکون آئے گا.....''

سکینہ کی بڑبڑاہٹ جاری تھی۔

''خاموش.....''

اچانک محبوب کی گرج دار آواز نے سوتی ہوئی گڑیا کو بھی اٹھا دیا۔گھپ اندھیرا اور روتے ہوئے بچے گرمی کا عالم اور موڈ خراب.....

''کیا ملی ماچس۔''

www.urduchannel.in

محبوب نے پھر پوچھا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا جگہ ہوتے ہوئے بھی چیزیں ادھر ادھر کیوں رکھی جاتی ہیں۔ بستر کے نیچے سے ماچس ہٹاتی ہی کیوں ہو جو روز ماچس کی پکار پڑتی ہے۔''

''ارے ہم کیا کریں.....شام کو ضرورت پڑی تھی لیمپ جلایا تھا پھر ادھر ہی تو رکھی تھی۔''

سکینہ نے روتے ہوئے غفران کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔

''نہیں.....نہیں آؤ چپ ہو جاؤ.....لاؤ میں پنکھا جھل دوں.....گرمی لگ رہی ہے.....میرا بیٹا.....!''

سکینہ نے ایک دم سے سارے الفاظ ادا کرتے ہوئے اسے گود میں اٹھا لیا۔مگر غفران کا رونا بڑھتا ہی جا رہا تھا سکینہ نے چپ کرانے کی لاکھ کوشش کی مگر بے سود.....پھر اس نے ایک چانٹا غفران کے لگا دیا.....اور غفران اور زور زور سے رونے لگا۔

''پاگل.....''

محبوب نے پھر دخل دیا۔

''کیوں مارا.....اسے بھوک لگی ہوگی دودھ دو اسے''

''ابھی اندھیرے میں دودھ کیسے بناؤں لائٹ آجائے.....شاید.....''

سکینہ نے ہلکی آواز میں کہا.....محبوب نے اپنا بستر پھر ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

''روز کہا جاتا ہے چیزیں شام سے تیار کر کے رکھا کرو یہ اندھیرا تو روز کا معمول ہے۔اب نہ ماچس ہے نہ ٹارچ آدھا گھنٹہ ہو گیا لائٹ کو گئے ہوئے۔''

سکینہ نے اب جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور دل جلانے والے انداز میں غفران کو پنکھا جھلتی رہی۔کچھ دیر یونہی خاموشی رہی۔اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ کچھ بھی صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔مگر اب کچھ سکون ہو گیا تھا۔غفران بھی لگاتار پنکھا جھلنے سے خاموش ہو گیا تھا۔ اور گڑیا بھی نیند کی آغوش میں دوبارہ جانے لگی تھی۔

''بھک.....''ایک دم سے سارا گھر روشنی میں نہا گیا.....

www.urduchannel.in

''لائٹ آ گئی.....''

سکینہ کی خوشی سے بھرپور آواز آئی۔محبوب نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔

''پہلے ماچس ڈھونڈ لو.....''

''ماچس.....''

سکینہ نے متلاشی نظروں سے جلدی جلدی چاروں طرف دیکھا مگر یہ کیا ماچس تو گڑیا کے ننھے ننھے ہاتھوں میں دبی ہوئی تھی۔محبوب نے مسکرا کر سکینہ کی طرف دیکھا۔

''یہ ہے ماچس.....''

سکینہ نے شکرانے والے انداز میں کہا:

''یا اللہ اب لائٹ نہ جائے''چلو بیٹے لیٹو۔''

مگر جیسے ہی وہ غفران کو لٹا کر گڑیا کو سیدھا کر رہی تھی''بھک۔'' کہ چاروں طرف وہی ڈرا دینے والا اندھیرا چھا گیا۔

''اف.....فو.....کم بختو۔''

سکینہ نے غصہ سے پنکھا چارپائی پر مارا اور ماچس لیکر لیمپ کی طرف بڑھ گئی۔لیکن عجلت میں بڑھایا ہوا ہاتھ میز پر رکھے لیمپ سے ٹکرایا اور چمنی سمیت ایک چھناکے کے ساتھ زمین پر آ رہا۔

❁❁❁

www.urduchannel.in

مجھے آزاد کر دو

کالج سے آ کر میز پر انتخاب عالم کا خط دیکھ کر اسے بہت خوشی ہوئی اس نے جلدی سے چادر اتار پھینکی اور خط چاک کرنے لگی آج بہت دنوں کے بعد انتخاب کا خط آیا تھا۔کئی سال ہو گئے وہ جرمنی چلے گئے تھے۔ضحیٰ نے جلدی سے خط پڑھنا شروع کر دیا مگر وہ خط تو زندگی کے چراغ گل کرتا چلا گیا۔

بہت سے محبت بھرے جملوں کے بعد یہ دھماکہ تھا کہ ضحیٰ میرا آنا ابھی دو سال نہ ہوگا مجھے تمہاری بہت یاد آتی ہے۔مگر کیا کروں قسمت میں یہی لکھا تھا۔خیر ایک خبر تمہیں دے رہا ہوں برداشت کر لینا میں نے یہاں مجبوری کے حالات میں ایک مجبور لڑکی سے نکاح کر لیا ہے ضحیٰ مجھے آج بھی اتنی ہی عزیز ہو مگر وہ حالات ایسے تھے کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہ تھا میں تمہارے لیے رقم ارسال کرتا رہوں گا اور انشاءاللہ یہ عرصہ پورا ہونے کے بعد انڈیا آؤں گا پھر تمہیں اور بچوں کو لے کر جرمنی آ جاؤں گا ان حالات کو مجبوری سمجھ کر معاف کر دینا۔

فقط تمہارا.....انتخاب عالم

ضحیٰ نے ان لمحات کو کس ضبط سے برداشت کیا اس کا کوئی کیا اندازہ لگاتا بے قصور آنسو ایسے ہی لمحات میں مچل مچل کر مارے جاتے۔بچوں کے بھی اسکول سے آنے کا وقت ہو چلا تھا۔بیس سال کا اطہر اور سترہ سال کی انیلا.....

ضحیٰ کی آنکھوں میں زندگی دم توڑ گئی۔انتخاب عالم تم تمام مرد ہی بے وفا ہوتے ہو ایک جیسے۔تم محبت کیا جانو.....تم تو محبت کو کھلونا بنا کر پیش کرتے ہو۔کیسے دعوے کرتے تھے محبت کے میری محبت میں اسیر تھے تم تو.....انتخاب عالم پھر یہ زنجیریں

www.urduchannel.in

کب ٹوٹیں جو تم آزاد ہو گئے اور پھر کسی زلف کے اسیر ہو گئے۔

وقت گزرتا گیا ضحیٰ نے خط کا جواب نہ دیا۔ انتخاب عالم نے پھر کئی خط روانہ کیے۔ مگر ضحیٰ تو چپ ہو گئی۔ کیا کرتی جواب دے کر..... محبت کی زنجیریں تو ٹوٹ کر بکھر گئیں تھیں۔ وعدے تو موتیوں کی مالا کی مانند ہوتے ہیں بندھے رہے تو سدا گلے کا زیور بنے رہے اور اگر بکھر گئے تو کہاں کہاں موتی تلاش کرو گے جوڑنے کے لیے اگر جڑ بھی گئے تو کوئی نہ کوئی موتی رہ ہی جائے گا ہاتھ آنے سے۔ نہیں انتخاب عالم میرا تمہارا رشتہ ختم ہی سمجھو یہ تم مردوں کی کیسی محبت ہے تپتے صحرا میں سے نکلنے کا وقت ہوتا ہے تو تم لوگ یوں ساتھ چھوڑ کر چلے جاتے ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا میں اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی تم وہ وقت کیسے بھول گئے جو میں نے تمہارے ساتھ گزارا تھا۔ اس وقت تم نے میرے دکھوں کو محسوس کر کے مجھے ایک اچھی زندگی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا یہی زندگی دینے کا وعدہ تھا تمہارا..... جب ساری سوئیاں میں نے نکال لیں تو تم کسی اور کے دامن میں پناہ لینے چلے گئے۔ انتخاب عالم میرے عارضوں پر لڑھکتے آنسوؤں کو پونچھ پونچھ کر نہ جانے کتنی بار مجھ سے یہی وعدہ کیا تھا کہ

''ضحیٰ تم میری زندگی ہو اور میں تمہیں ایک بار ضرور عیش و آرام کی زندگی دوں گا۔''

انتخاب عالم کیا تھا اس وقت تمہارے پاس جب میں بیاہ کر آئی تھی ایک چھوٹی سی دکان تھی اور میں تو پہلے ہی غموں کی ماری تھی ماں باپ ختم ہو گئے ماموں کے در پر رہ کر پلی بڑھی اور انھیں حالات کے سبب تم سے بیاہ دی گئی۔ کیونکہ اتنی کوششیں کرنے والا میرا کون تھا؟ خیر یہ تو قسمت تھی کہ تم میرا آئیڈیل بن گئے اور میں نے تم سے ٹوٹ کر محبت کی ہم دونوں نے ہر طرح کے حالات میں محبت کے ساتھ نباہ کرنے کی قسم کھائی۔ پھر وقت گزر گیا اور میرے دامن میں اطہر کا تحفہ آ گیا۔ جسے میں نے اور تم نے صدق دل سے قبول کیا، زندگی کس طرح گزر رہی تھی..... یہ تم اچھی طرح جانتے تھے۔ میں نے بھی بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ مہنگائی بڑھتے اخراجات اور آمدنی کم..... کن کن مصیبتوں سے میں نے

www.urduchannel.in

وقت کاٹا گرمیوں کی تپتی دوپہروں میں چولہا جلا جلا کر کھانا پکایا، رات دن محنت کی..... گھر کو سجایا اور تمہاری خدمت میں کوئی کمی نہ ہونے دی۔

اطہر کی ذمہ داریاں، بچوں کو پڑھانے کا کام اور اس پر تھکن کا کیا حال ہوتا تھا۔ یہ تم جانتے تھے مگر میں ہمیشہ تمہارے لیے ہنستا ہوا چہرہ تیار رکھتی تھی۔ کتنی عیدیں گزر گئیں جن میں میرے کپڑے تو کیا..... چوڑیاں تک نہ آئیں۔ اطہر بھی ہر بار عید پر گھر کے سلے کپڑے پہن لیتا۔ مگر میں نے تو اچھے وقت کی آرزو میں کبھی تم سے کچھ نہیں مانگا۔

اور انتخاب عالم! آج بھی وہ لمحہ میری آنکھوں میں اشکوں کے موتی پرو دیتا ہے۔ جب تم نے میری کلائیوں سے سونے کی چوڑیاں اتاری تھیں یہ کہہ کر کہ سال بھر کے بعد میں تمہارئی کلائیاں پھر سونے کی چوڑیوں سے بھر دوں گا۔ مگر کتنے سال گزر گئے میری کلائیاں تمہاری سونے کی چوڑیوں کے انتظار میں کانچ کی چوڑیوں سے سجتی رہیں۔ پھر میرا سونے کا سیٹ بھی تم نے کاروبار کی نذر کر دیا..... فاقوں تک نوبت آ گئی۔ تمہاری تعلیم بھی بیکار تھی۔ کیونکہ ہمارے معاشرے میں پڑھے لکھے تو یوں ہی بیکار بن جاتے ہیں اور کاروبار چلتا ہی نہ تھا۔ مگر میں تو صبر کرتی رہی، خدا سے لو لگاتی رہی کہ تم ترقی کر لو اور میرا مہر جو ایک بڑی رقم تھا، تم نے وہ بھی ادا نہ کیا، حالات اتنے تھے ہی نہیں اور پھر جب عورت محبت کرتی ہے تو ان باتوں سے کوئی مطلب نہیں ہوتا کیونکہ زندگی تو اسی کے ساتھ گزارنا ہے۔ کیا کرتی میں مہر کا تقاضہ کر کے اور تم کہاں سے ادا کرتے، خیر ان وقتوں کو یاد کرنے سے کیا فائدہ یہ سب تو تمہیں بھی یاد ہوگا۔

پھر انیلا میری گود میں آ گئی اور وقت کی گرد اڑ اڑ کر یونہی میرے چہرے پر جمتی چلی گئی۔ حالات اور خراب ہوتے چلے گئے۔ کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی حالات کو بہتر بنانے کی، گھر کی چیزیں تک بکنے لگیں میرا دل دکھ کے رہ جاتا کہ شاید حالات بہتر ہو جائیں۔ اسی امید پر سب کچھ کھوتی رہی اور انتخاب عالم وہ وقت تو تمہیں یاد ہی ہوگا جب میں نے ایم۔ اے کرنے کا ارادہ تمہارے سامنے ظاہر کیا تو تم نے کہا فیس کے پیسے کہاں سے آئیں گے اور میں چپ ہو گئی انھیں حالات میں اطہر دس سال کا ہو گیا اور انیلا سات

www.urduchannel.in

سال کی..... دونوں اسکول جانے لگے تھے۔اسکول کے کچھ اخراجات میں برداشت کرتی اور کچھ تم، میری کمائی بھی بچوں پر ہی خرچ ہوتی اپنے اوپر میں نے ایک پیسہ بھی نہ لگایا۔

انتخاب اس پریشانی کے حالات میں بھی تم یہی کہتے کہ میں تمہیں اچھی زندگی دینے کا وعدہ کرتا ہوں اور سب سے زیادہ قرضوں کا جو بوجھ سر پر تھا۔اس نے جینا مشکل کر دیا تھا۔ پھر قدرت کو کچھ رحم آیا اور انتخاب تمہیں قدرت نے جرمنی جانے کا موقع دے دیا۔ کچھ اور زیور بیچ کر اور کچھ قرض لے کر یہ سب انتظام ہوا تھا۔انتخاب عالم میرا تمام زیور بیچ کر اور کچھ قرض لے کر یہ سب انتظام ہوا تھا۔انتخاب عالم.....تمام زیور تم پر خرچ ہو گیا پھر دینے کے وعدے کے ساتھ میں سب کچھ دیتی گئی۔ مجھے تو واپسی کی بھی خواہش نہیں تھی تم میرا زیور مجھے لوٹا دو گے، کیونکہ مجھے تمہارے سنگ زندگی کو سہل بنانا تھا تو پھر یہ سوچ کیونکر مگر بچوں کے مستقبل کی فکر ضرور تھی۔ جب تم جرمنی گئے تھے تو، اطہر تیرہ سال کا تھا، اور آج تمہیں گئے سات سال ہو گئے ان سالوں میں..... میں نے کچھ اور محنت کر کے اپنی ادھوری پڑھائی مکمل کر لی اور قسمت نے ایک کالج میں جگہ بھی دلوا دی۔ اب تو میں نے سکون کی سانس لینا شروع کی تھی۔ کیونکہ جو اتنا قرض تھا وہ ان سالوں میں اتر گیا تھا اور اب میں سوچ رہی تھی کہ میرا شوہر مجھے وہ زندگی دے گا.....جس کا اس نے وعدہ کیا تھا۔سنہرے خواب میری آنکھوں میں جگمگانا شروع ہوئے تھے کہ تم نے انھیں پھر سے اندھیروں میں بدل دیا۔ یہ لکھ کر کہ:

''ضحیٰ میں نے مجبوری کے تحت شادی کی ہے اور میں تمہیں معاف کر دوں۔''

انتخاب یہ سات سال میں نے تنہا گزارے ہیں۔ بچے بھی بڑے ہو گئے ہیں۔ مجھے تو تنہا رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔ بیس سال بعد تم نے مجھ سے یہ بے وفائی کیوں کی.....انتخاب میں کیا کیا بھول سکتی ہوں.....کون کون سے دن رات یاد نہ آئیں گے مجھے، راتیں ناگ بن کر ڈستی ہیں یہ سوچ کر کہ اب تمہارے پہلو میں..... میں نہیں کوئی اور ہے اور وہ محبت بھرے جملے وہ وعدے جو تم نے مجھ سے کئے تھے اس سے بھی کر لیے ہوں گے۔

انتخاب عالم جب سکون دینے کا وقت آیا تو تم نے سکون چھین لیا۔ میں یہ

www.urduchannel.in

سب نہیں بھول سکتی جب دکھ میں مجھے شریک کیا تھا تو سکھ میں بھی کرتے دکھ کا ساتھی کوئی اور سکھ کا کوئی اور.....؟

انتخاب عالم میں نے تم پر اپنا مہر معاف کیا اب تو میں بچوں کا بوجھ اٹھا سکتی ہوں۔ اب مجھے تمہارا ساتھ اشتراک کی صورت میں گوارہ نہیں، اس لیے انتخاب عالم میں تمہیں اپنی زندگی سے دور کرنا چاہتی ہوں۔ اگر چہ مجھے آج بھی تم سے محبت ہے اور رہے گی مگر میں یہ بے وفائی بھی برداشت نہیں کر سکتی۔

ضحیٰ نے سکون سے فیصلہ کیا اور آخری بار اپنے آنسوؤں کو گالوں پر زور سے رگڑا اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگی کہ صبح وہ انتخاب عالم کو خط پوسٹ کر سکے کہ تم مجھے آزاد کر دو.....بچوں کا کیا ہے وہ تو سات سال پہلے ہی تمہیں کھو چکے ہیں۔ یہ رشتے نام سے نہیں لمس سے پہچانے جاتے ہیں۔ وہ تو تمہارا لمس بھی بھول چکے ہیں.....اب تو وہ تمہیں مس بھی نہیں کرتے اور اتنے طویل عرصے کے بعد میں بے وفائی کا داغ ماتھے پر نہیں سجا سکتی میں تنہا زندگی گزار لوں گی مگر مشترک شوہر کو برداشت نہیں کروں گی انتخاب عالم تم نے خوب وفا نبھائی.....دراصل محبت تو عورت کے خمیر میں شامل ہے مرد کو تو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

''انتخاب عالم تم مجھے آزاد کر دو، بس آزاد کر دو.....''

❁❁❁

www.urduchannel.in

یہ محبتوں کے الاؤ ہیں

آج میں نے پھر جھوٹ بولا تھا۔

آخر کب تک میں اس طرح جھوٹ بولتی رہوں گی آخر لوگ مجھ سے یہ سوال کرتے ہی کیوں ہیں۔

''رعنا صاحبہ آپ سے ایک آخری سوال.....!''

''کیا عورت اپنی پہلی محبت کو بھلا سکتی ہے؟''

انٹرویو کا آخری سوال بار بار اس کے ذہن پر تازیانے لگا رہا تھا اور میں کب تک یہی کہتی رہوں گی۔

''مجھے نہیں معلوم کیونکہ میری محبت شادی کے بعد شروع ہوئی تھی۔''

میری زندگی میں تو وہ شادی سے پہلے آیا تھا..... ہاں وہ ..... نہ جانے کہاں سے یہ سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ مجھے جب معلوم ہوا تو میں نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''جہاں چاہت تھی.....صرف محبت.....!''

ہاں یہ بھی بالکل سچ ہے کہ اس نے مجھ سے کبھی کچھ نہ کہا تھا اور میں تو..... میں کیا شاید سبھی لڑکیاں اتنی ہی ڈری سہمی ہوتی ہیں اس عمر میں ..... جب بچپن دھیرے دھیرے ساتھ چھوڑتا ہے اور جوانی چپکے چپکے دبے پاؤں آتی ہے اور جب دل کے گدگدے احساسات نے محبت کی موجودگی کا اعلان کیا اور مجھے پتہ چلا کہ میرے دل میں کچھ ہو رہا ہے اور پھر اس کی آنکھوں نے مجھے نہ جانے کتنے خواب دکھائے تھے۔ صرف اس کی اور میری محبت کے.....نہ کوئی خواہش مال تھی تمنا.....بس تمنا تھی تو اس کی اور پھر مجھے دھیرے دھیرے اس کے قرب کی چاہت ہونے لگی۔ مگر ڈر بھی تھا زمانے کا، سماج کا کہیں کسی کو پتہ

www.urduchannel.in

چل گیا تو.....! تو میں کیا کہوں گی؟ اس نے تو مجھ سے کچھ بھی نہ کہا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں ہاں اس کی آنکھیں ہی مجھے احساس دلاتی تھیں کہ میرے جذبے یک طرفہ نہیں ہیں اور سچ تو شاید یہ ہے کہ اس کی آنکھوں کے جذبات نے ہی مجھے ٹٹولا تھا۔ دل کے کسی گوشے میں کھدر پھدر شروع ہوئی تھی اور پھر میں نے بھی اس کو اپنے اندر پایا۔ مگر ایسا ہوا کب پتہ نہیں چلا! اور وہ..... یا شاید میں انھیں آنکھوں کے سہارے بہت دور نکل گئی ۔ مجھے یہ احساس ہی ختم ہو گیا تھا۔ کہ وہ مجھے نہیں ملے گا بلکہ سوچتی تھی کہ یقیناً وہی میرا مقدر ہوگا۔ آخر اس میں برائی ہی کیا ہے.....میں اکثر سوچا کرتی تھی کہ وہ ضرور کچھ کہے گا..... کیونکہ محبت کا درس تو اسی نے مجھے دیا تھا اور پھر میں تو لڑکی تھی جو اتنی ترقی یافتہ ہونے کے بعد بھی اپنے اصلی حقوق کو نہیں پہچان سکی ہے۔

''مگر کیا وہ دھوکے باز نکلا؟''

پتہ نہیں! میں تو اس وقت گھبرائی جب میری منگنی کہیں اور ہو گئی اور وہ کچھ نہ بولا وہی تو پیش پیش تھا..... اف کتنا درد ہوا تھا میرے سینے میں محبت ٹکڑے ٹکڑے ہوئی تھی۔ اعتماد کیسے چکنا چور ہوا تھا اگر وہ چاہتا تو سب کچھ کر سکتا تھا۔

پھر میری شادی ہو گئی مگر وہ کچھ نہ بولا .....تو کیا یہ سب اس کی دل لگی تھی اف خدایا.....! ہم لڑکیاں کتنی بیوقوف ہوتی ہیں۔ میرا سب کچھ بدل گیا۔ اب میری زندگی میری چاہت میرا شوہر ہے۔ ہاں مجھے اعتراف ہے کہ میں اس شخص سے بھی بے پناہ محبت کرتی ہوں جو آج میرا شوہر ہے جو مجھ سے باوفا ہے، جس نے مجھ پہ اندھا اعتماد کیا ہے، جس نے کبھی یہ بھی نہیں پوچھا کہ میری زندگی میں اس کے سوا کوئی اور بھی تھا؟ محبت تو وہ شئے ہے جو ہر دل میں امربیل کی طرح پروان چڑھتی ہے۔ بس ذرا سا سہارا ذرا سی توجہ چاہیے.....میرا شوہر میرا سائبان وہ واقعی بہت اچھا انسان ہے اور مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور میں بھی اسے بہت چاہتی ہوں اور یقیناً وہ میری نادانی تھی، بے وقوفی تھی .....مگر چاہت کے پھول تو میرے دل کی بستی میں اس کے نام کے کھلے تھے اور اب میرا شوہر ہی میری زندگی ہے۔ وہ میرا ماضی تھا یہ میرا حال اور مستقبل ہے۔ میں خدا سے اس کی درازی عمر کی دعائیں کرتی ہوں

www.urduchannel.in

اوراس کے بغیر بقیہ زندگی کا تصور بھی محال ہے۔مگر آج بھی.....ہاں آج بھی میں یہ اعتراف کرتی ہوں کہ آج بھی اکثر تنہائیوں میں میرا دل کچھ محسوس کرتا ہے اور جب میں اپنے کو ٹٹولتی ہوں کہ میرے پاس سب کچھ ہے.....تو پھر یہ کیا ہے؟ جو دل میں درد بن کر اکثر اٹھتا ہے۔ تب مجھے ہر جگہ وہ ہرجائی نظر آتا ہے.....آج بھی جب وہ سالوں بعد نظر آتا ہے تو دل دھڑک جاتا ہے یہ سوچ کر کہ اس نے میرے ساتھ کیا کیا.....؟ کیوں میں اس کے ہاتھوں بے وقوف بنتی رہی؟ کیوں اس نے مجھے وہ راہ دکھائی جس پر میری منزل نہیں تھی.....؟ دل چاہتا ہے اس کا گریبان پکڑ کر اس سے اپنے سب سوالوں کا جواب مانگوں مگر.....!

میں اکثر سوچتی ہوں کہ کیا یہی میری پہلی محبت تھی؟ کیا محبت ایسی ہوتی ہے؟ کیا یہی پہلی چاہت ہوتی ہے؟ چاہے وہ بچپن کی کوئی بھول ہی کیوں نہ ہو.....بچپن تو سب سے زیادہ عزیز ہوتا ہے..... ہر انسان کو، عمر کا سب سے حسین دور جسے بچپن کہا جاتا ہے اسی دور میں کوئی لٹ جاتا ہے کوئی پا جاتا ہے۔

شاید میرے ساتھ بھی یہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا۔اگر میں اسے پا لیتی مگر جو چیز انسان کو چاہت کے باوجود بھی نہیں ملتی ہے اس کی تشنگی انسان کو عمر بھر ستاتی ہے۔ میں اکثر اپنے شوہر کے پاس ہونے کے باجود بھی اس کے پاس ہوتی ہوں ۔ پھر مجھے ہزار جتن کرنے پڑتے ہیں واپسی کے لیے.....سوچ پر تو کوئی بند آج تک نہیں باندھ سکا.....ہاں کوئی آگ کوئی ہوک آج بھی میرے دل میں اٹھتی ہے جیسے کوئی الاؤ دہک رہا ہو کہ وہ مجھ سے باوفا نہ ہو سکا ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں سمجھ نہیں پائی۔شاید اس لیے کہ عورت صرف محبت ہے یا شاید اس لیے کہ اس نے مجھ سے بے وفائی کی ہے یا شاید اس لیے کہ ''یہ محبتوں کے الاؤ ہیں۔''

❁❁❁

www.urduchannel.in

تصویر کائنات

''میں کہاں ہوں.....؟''

میں نے چاروں طرف گھبرا کر دیکھا۔

میں نے دیکھا میں ایک ویرانے میں تنہا کھڑا ہوں اور چاروں طرف سناٹا ہے۔ایک ویرانی سی ماحول پر طاری ہے۔ ایسا جامد سناٹا کہ میں اپنی ہی سانسوں کی آوازیں اور دل کی دھڑکنیں دور دور تک سن سکتا تھا۔ مجھے اس ماحول سے وحشت سی ہونے لگی اور میں گھبرا کر آگے بڑھا.....ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا تھا تو لگا کہ اب کچھ آبادی شروع ہوگئی ہے۔ کچھ دوکانیں مجھے نظر آئیں.....کچھ لوگ ادھر ادھر آتے جاتے نظر آئے۔مگر ایک اداسی ایک ویرانی یہاں بھی محسوس ہوئی۔محسوس ہوا سب جاندار ہوتے ہوئے بھی بالکل بے جان سے ہیں۔چلتی پھرتی لاشیں سی ہیں۔ ہمت کر کے تھوڑا اور آگے بڑھا تو دیکھا ایک طرف کچھ نوجوان لڑکے سگریٹ کے کش لگا رہے ہیں۔مگر ان کے حال بہت برے ہیں، سب کے سب میلے کچیلے کپڑوں میں خود کو بڑی شان سے چھپائے ہوئے تھے اور انہیں کسی کی فکر بھی نہیں تھی۔ میں گھبرا کر تھوڑا اور آگے بڑھا تو دیکھا ایک طرف کئی معصوم بچے رو رہے ہیں چھوٹی چھوٹی عمروں کے.....مگر بالکل ننگے کپڑا نام کی چیز تو ان کے بدن پر تھی ہی نہیں.....میں ہمدردی کے جذبے سے آگے بڑھا.....اور ان کے قریب پہنچا.....انہیں پیار سے پچکارنا چاہا.....مگر یہ کیا.....میری ناک خود بخود سکڑ گئی۔ ان کے پاس سے بے پناہ بدبو آ رہی تھی.....اور ایک بوڑھی لاچار عورت ان سب کے درمیان بیٹھی تھی اور اس کی شکل سے لگ رہا تھا کہ وہ ان بچوں کو بہلانے میں بے بس ہو چکی ہے۔ایک ننھا سا بچہ اس کی گود میں مچل رہا تھا.....مگر وہ بالکل چپ تھی نہ کوئی آواز نہ کوئی لوری، نہ پچکار، نہ ممتا کا آنچل، نہ محبت سے بھرا سینہ.....کچھ بھی نہیں تھا وہاں..... مجھے اس خاموشی سے وحشت سی

www.urduchannel.in

ہونے لگی اور میں وہاں سے ہٹ کر اور آگے بڑھا.....تو دیکھا آمنے سامنے کئی دکانیں ہیں۔ جن پر کچھ سامان لٹکا ہوا ہے۔ میں منہ اوپر اٹھا کر دیکھنے لگا..... یہ عورتوں کے کپڑوں کی دکان تھی.....جن پر ساڑھیاں، کرتے، شلواریں لٹک رہی تھیں.....ہوا انہیں اڑا رہی تھی اور کپڑے بے جان سے ادھر سے ادھر اڑ رہے تھے۔ ان کپڑوں کو میں نے غور سے دیکھا ان پر بے پناہ دھول چڑھی ہوئی تھی سب کے رنگ اڑے ہوئے تھے لگ رہا تھا برسوں سے انہیں کسی نے چھوا نہیں ہے۔ میں بڑی رغبت سے ان کی طرف بڑھا تھا مگر انہیں دیکھ کر اتنی ہی بے دلی سے دکان سے اتر آیا تھا..... .اور ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا تبھی میری نظر سامنے والی اس دکان پر گئی جہاں مجھے راکھیاں لٹکی ہوئی نظر آئیں۔ میں انجانے میں اس دکان کی طرف بڑھ گیا۔ مجھے یاد آیا رکشا بندھن بھی تو آنے والا ہے.....مگر بازار میں اتنی بے رونقی کیوں؟ لوگ بھی نظر آ رہے ہیں۔ مرد ادھر سے ادھر جاتے نظر آ رہے ہیں۔ پھر اتنی اداسی اتنی مایوسی ماحول میں کیوں ہے؟ یہی سوچتے ہوئے میں اس راکھی والی دکان پر چڑھ گیا۔ وہاں جا کر اندازہ ہوا یہ بھی لیڈیز دکان ہے۔ سندور، ناخن پالش، چوڑیاں زیورات، راکھیاں اور نہ جانے کیا کیا.....!

مگر سب بے رونق.....راکھیاں اپنی اصل صورت کھو چکی تھیں۔ مکھیوں نے ان پر ہزاروں نقش ونگار بنا ڈالے تھے۔ ایک بھی راکھی اپنی جگہ سے اتری نہیں تھی۔ راکھی ہی کیا.....دکان کی ہر چیز چیخ چیخ کر یہی درد بیان کر رہی تھی میری تو سمجھ میں کچھ آ ہی نہیں رہا تھا۔ میں پھر بے دلی سے دکان سے اتر آیا حالانکہ اونگھتے ہوئے دکان دار نے بڑی آس بھری نظروں سے مجھے دیکھا تھا مگر میں.....

اب میرے سر میں درد ہونے لگا اور مجھے اس ماحول سے وحشت سی ہونے لگی اب مجھے محسوس ہوا کہ میرے آس پاس جو لوگ چل پھر رہے ہیں وہ صرف مرد ہیں۔ ایک بھی عورت کا وجود مجھے کہیں نظر نہیں آیا.....اور اسی احساس نے میرے اوپر وحشتیں سوار کر دیں میں جلدی جلدی اس جگہ سے دور جانے لگا۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ اب میں کہاں جاؤں.....آگے بڑھا تو دیکھا ایک ادھیڑ عمر عورت اپنے سوکھے سے بچے کو لیے ڈری سہمی سی بھاگ رہی ہے اور اس کے

www.urduchannel.in

پیچھے مردوں کی ایک لمبی سی قطار.....نہیں بھیڑ بھاگ رہی ہے اور وہ عورت وحشت زدہ سی.....ادھر ادھر دیکھ رہی ہے۔ مگر اپنی عزت کی امان اسے کہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔ اس کے پیچھے بھاگتے مردوں کی بھیڑ.....اور وہ تنہا عورت.....میں اس کی مدد کے لیے اس کی طرف بڑھا کیونکہ میں اس وقت اس کے سب سے قریب تھا۔ مگر اس نے مجھے دیکھا نہیں تھا.....یکا یک وہ مجھ سے ٹکرائی.....میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تا کہ اس کی مدد کر سکوں مگر وہ.....''نہیں.....نہیں'' کہتی ہوئی اس طرح سے میرے قریب سے بھاگی گویا اس نے موت دیکھ لی ہو اب اسے لگا کہ اس کا بچنا مشکل ہے تو اس کے قدموں میں اور تیزی آ گئی۔ میں اس کی مدد کے لیے اس کی طرف لپکا میں اس کی مدد کرتا اس سے کچھ کہتا.....اس سے پہلے ہی وہ.....وہ قریب کے کنوئیں میں کود گئی اور میں چیختا ہی رہ گیا اور وہ اپنی عزت بچانے کی خاطر اپنی جان گنوا بیٹھی.....

واقعی اگر وہ یہ قدم نہ اٹھاتی تو کیا وہ زندہ رہ پاتی.....؟ میں نے ان ہوس زدہ نگاہوں کو دیکھا.....جن کے قدم اب رک گئے تھے.....میں چیختا ہوا آگے بڑھا اور گھبرا کر اپنے گھر کی طرف بھاگا.....۔ جیسے ہی مجھے اپنے گھر کا دراز نظر آیا میں جلدی سے اس میں گھس گیا.....مگر یہ کیا.....؟ کیا یہ میرا گھر تھا؟ میں نے پھر گھبرا کر چاروں طرف دیکھا..... بے پناہ جالے جا بجا لٹکے ہوئے، میلی سی چادر اور ایک گندہ سا تکیہ اس شکن زدہ چادر پر پڑا ہوا تھا.....سامنے صوفے پر میلے کپڑوں کا ڈھیر.....پورے گھر میں بکھرا ہوا کوڑا.....میں نے پھر گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا تو سامنے ہی گندے برتن اور اس پر بھن بھن کرتی مکھیاں نظر آئیں یہ میرا گھر نہیں ہو سکتا.....

''نہیں نہیں.....بچاؤ.....بچاؤ.....''

''ارشد.....ارشد.....کیا ہوا ہے آپ کو.....کیوں چلا رہے ہیں۔ ارشد آنکھیں کھولیے.....''

کسی کی آواز پر میں نے آنکھیں کھولیں.....میرے اوپر میری پرخلوص نیک سیرت بیوی جھکی ہوئی تھی اور مجھے جھنجھوڑ رہی تھی.....

''تو کیا.....کیا میں ایک خواب دیکھ رہا تھا؟''

www.urduchannel.in

میں نے اپنے اوسان جو خطا ہو چکے تھے بحال کئے اور چاروں طرف نظر دوڑائی۔ وہی کمرہ جو ابھی کوڑے کا ڈھیر لگ رہا تھا۔ اب کتنا صاف ستھرا اور پرسکون لگ رہا تھا۔ ہر چیز اپنی جگہ سلیقے سے سجی تھی۔ اور میری چادر میرا تکیہ سب کچھ چمک رہا تھا.....

''تو کیا وہ.....سب ایک.....خواب تھا؟''

ہاں.....ایک بھیانک خواب.....جو سچ بھی ہوسکتا ہے۔ شکر ہے خدا کا وہ ایک خواب تھا.....خدا نہ کرے میرا خواب کبھی حقیقت بن جائے.....ہاں! ابھی بھی بہت دیر نہیں ہوئی ہے.....اگر.....ہم سب جاگ جائیں تو.....اس رنگین دنیا کو بے رونق ہونے سے بچا سکتے ہیں.....ہاں.....ہم سب کو ایسا کرنا ہی ہوگا....

''آہ.....خدایا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ سب ایک خواب تھا۔''

اب بھی ہم سب کے پاس وقت ہے۔ شکر ہے۔ شکر ہے.....سچ ہے.....

''وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ''

اور ہم سب کو اس رنگ کو بچانا ہے۔ تصویر کائنات میں ہمیشہ یہ رنگ موجود رہے۔ تبھی اس دنیا کی بقا ہے.....ہاں تبھی اس دنیا کی بقا ہے.....

❁❁❁

www.urduchannel.in

اے عشق تیری خاطر

''یا خدا مجھے اس گناہ سے دور رکھ.....''

میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا اور گھومتے دماغ کو قابو میں رکھنے کے لیے استغفار کا ورد کرنے لگی۔ مگر دماغ تھا قابو میں آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ بار بار اسی کا تصور ذہن میں آ رہا تھا بلکہ یوں کہو کہ ذہن کے پردے سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

''یہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے؟''

پچھلے کئی مہینوں سے میں اپنی کیفیات میں تبدیلی محسوس کر رہی تھی۔ دل بس ہر وقت اسی کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ ذہن بس ایک ہی تصور پر اٹک گیا تھا اور دل کی دھڑکنیں نہ جانے کس بے ہنگم انداز میں دھڑکنے لگی تھیں۔ مجھے اپنے آپ کو ایسا لگنے لگا تھا..... جیسے میں عمر سے بہت پیچھے چلی گئی ہوں۔ میرے دل کی کیفیات، جذبات احساسات عمر سے بہت پیچھے لوٹ گئے ہوں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ میں پچھلے تین ماہ سے دل کو یہی سمجھا رہی تھی۔

''یہ غلط ہے..... یہ گناہ ہے..... یہ دلدل ہے اور میری یہ عمر اس دور سے بہت آگے نکل چکی ہے۔''

مگر دل و دماغ کی جنگ میں دل کی جیت ہمیشہ ہوئی۔ ہاں بس یہ ضرور ہوا تھا کہ میرا دل اس بات پر آمادہ ہوا تھا کہ یہ راز میں اس پر کبھی آشکار نہ ہونے دوں گی۔

''ڈنگ ڈانگ.....''

ڈور بیل نے میری توجہ اپنی طرف مرکوز کر لی.....اور میں نے گھبرا کر گھڑی کی

www.urduchannel.in

طرف دیکھا..... پانچ بج رہے تھے۔ بچے اپنی ٹیوشن پر تھے، چھوٹا جبران اپنے کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔ عباس کے آنے میں ابھی چار گھنٹے باقی تھے۔ ڈور بیل نے دوبارہ اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ نہ جانے کیوں مجھے لگا وہی ہوگا..... حالانکہ آج اسے آئے کئی دن ہو گئے تھے۔

نہ کوئی sms تھا اور نہ کوئی فون..... مگر نہ جانے کیوں دل نے بے ترتیب دھڑکنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے دوپٹہ سنبھالا اور بالوں کو ہاتھوں سے درست کیا خود کو ایک بار آئینہ میں دیکھا اور دروازہ کھولنے چل دی.....

''السلام علیکم''

''وعلیکم السلام''

میرے ہونٹوں پر بہت خوبصورت سی مسکراہٹ آ گئی۔

''مجھے لگا تھا تم ہی ہو۔''

''اچھا.....''

میں نے چند لمحوں کو اسے دروازے میں ہی تکا..... اس کے ہونٹوں پر بڑی پیاری مسکراہٹ تھی۔ جو شاید اس کے چہرے پر بہت پیاری لگا کرتی تھی۔ میں نے ایک دم ہی اس کی پتلی نازک سی ناک کو چھوا اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

''آؤ۔''

میں نے پوری خوش دلی سے اسے آنے کی دعوت دی اور وہ میرے پیچھے پیچھے آنے لگا۔ بڑا سا آنگن پار کر کے دالان تھا۔

''بیٹھو کیسے ہو؟''

''الحمدللہ..... آپ کیسی ہیں؟''

''ٹھیک ہوں اللہ کا کرم ہے.....''

میں نے مزید خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''اور کیا ہو رہا ہے؟''

''بس تمہیں یاد کرنے کے علاوہ اور کون سا کام رہ گیا ہے۔''

www.urduchannel.in

میں نے مذاق والے انداز میں اس کی آنکھوں میں جھانکا.....

''کتنی پیاری آنکھیں تھیں، نہ زیادہ بڑی اور نہ زیادہ چھوٹی، چھوٹے چھوٹے کرلی بال نازک سے فریم کا چشمہ اور سانولا سانولا سا رنگ اور ہلکی ہلکی سی شیو.....''

کتنی پیاری لگا کرتی تھی اور اس پر جب وہ مسکراتا تھا تو اس کا چہرہ اور بھی کھلا کھلا ہو جاتا تھا۔

''تم واقعی بہت پیارے ہو.....''

''اچھا..... سچ؟''

''بالکل سچ..... میں جھوٹ نہیں بولتی.....''

میرا دل اسی انداز میں دھڑکا۔

''پیارے لوگوں کو سب کچھ پیارا لگا کرتا ہے۔''

اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور میرا دل جیسے سکون پا گیا۔

''کیا واقعی میں آج بھی باعث کشش ہوں.....!''

مجھے خود سے پوچھنا پڑا۔

''سب لوگ کہاں ہیں؟''

''دونوں بچے اپنی اپنی ٹیوشن پر گئے ہوئے ہیں۔ اب کالج کھلنے والے ہیں۔''

''اتنے دن میں کیوں آئے؟''

''بس ٹائم نہیں مل رہا تھا..... کالج میں آج کل کام زیادہ ہے نئی نئی سروس لگی ہے۔''

''آپ کی طرف سے کیوں سناٹا ہے۔''

''میں نے سوچا تم بہت مصروف رہنے لگے ہو..... چلو میں بھی ڈسٹرب نہ کروں''

''اچھا.....؟''

''اچھا.....!''

''.اچھا کیا کرتے رہتے ہو.....''

میں نے پھر اس کی پتلی سی ناک کو چھوا۔

www.urduchannel.in

''اچھا.....''

''پھر اچھا.....''

اور پھر میں اور وہ دونوں ہی ہنسنے لگے

''کوئی sms بھی نہیں''

''میرے پاس کارڈ ہی نہیں ہے۔ اب بھی بہت سے sms پڑے ہیں۔ جن کو ابھی تک کھولا بھی نہیں ہے۔''

''ہاں اسی لیے میں نے بھی نہیں کیے۔ جواب تم دو گے نہیں۔''

''نہیں ایسا نہیں ہے.....آپ کے sms تو میں سب سے پہلے پڑھتا ہوں اور جواب بھی ضرور دیتا ہوں .....اور بھی لوگوں کو reply دینا ہوتا ہے۔''

''یہ میری بات اوروں سے مت کیا کرو.....میں اوروں سے الگ ہوں.....اور یہ تم.....دوسروں کے بھیجے sms مجھے مت بھیجا کرو.....بہت برے لگتے ہیں یہ مجھے سب کو ایک سے جذبات بانٹنا.....''

''خیال ہے آپ کا.....میں کچھ خاص پیغام ہی خاص لوگوں کو بھیجا کرتا ہوں.....''

باتوں ہی باتوں میں آدھا گھنٹہ گذر گیا اور عصر کی اذان کی آواز آنے لگی۔

''اچھا جی چلیں.....ملا جی بلانے لگے.....''

اس نے چلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

''تھوڑی سی چائے.....''

''نہیں پھر کبھی.....''

میں نے پھر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''اذان ہو رہی ہے اور مجھے نماز کو جانا ہے۔''

''تو جاؤ نا روکا کس نے ہے۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اچھا.....'' وہ اٹھ کھڑا ہو.....

www.urduchannel.in

''پھر کب آؤ گے؟''

''پتہ نہیں.....''

''اتوار کو.....؟''

''وعدہ نہیں کرتا.....اگر آنا نہیں ہوا تو.....''

''نہیں تم ضرور آؤ گے یہ میرا یقین ہے۔''

''اچھا.....پھر خدا حافظ۔''

میں نے جاتے ہوئے اسے ایک بار پھر دیکھا۔

''جب میری یاد آئے تو اپنی ناک کو چھو کر انگلی ہونٹوں پر لگا لینا۔''

''اچھا یاد تو ہر وقت رہتی ہیں آپ.....''

''پھر بھی ایک بار تو ایسا کر ہی سکتے ہو۔''

''اچھا آپ بھی کر لینا میری طرف سے خدا حافظ''

مجھے بھی نماز پڑھنی تھی.....اور وہ چلا گیا۔ میں اس کے آخری قدم نظر آنے تک اسے دیکھتی رہی۔ مظبوط جسم والا نوجوان، لمبا لمبا سا سانولی رنگت، پتلی پتلی نازک سی ناک اور سب سے پیاری اس کی مسکراہٹ تھی جو مجھے اس کے چہرے پر سب سے پیاری چیز لگا کرتی تھی۔ جس کے لیے میں ہمیشہ یہی دعا کیا کرتی تھی کہ

''خدایا اس کی مسکراہٹوں کو یوں ہی قائم رکھنا۔''

وہ میرے شوہر کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اکثر ہمارے گھر آیا کرتا تھا۔ جب میری شادی ہوئی یہ چھوٹا سا تقریباً چار سال کا بچہ تھا اور اب ایک بھرپور نوجوان تھا۔ میری شادی کو پندرہ سال گزر چکے تھے۔ اگرچہ میری عمر ابھی بھی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ میرے ساتھ کی لڑکیوں کی تو ابھی تک شادیاں ہو رہی تھیں خود میری ایک دوست کی شادی تو ابھی پچھلے سال ہوئی تھی۔ وہ پی ایچ۔ ڈی کر رہی تھی اور میری شادی میرے گھر والوں نے انٹر کرتے ہی کر دی تھی۔ اس وقت میری عمر اٹھارہ برس تھی۔ پھر میری گود میں جلد ہی ماریہ اور اس کے تین سال بعد تانیہ اور پھر سات سال بعد جبران آ گیا۔ جبران تو ابھی چھوٹا ہی تھا اور میں اس

www.urduchannel.in

وقت صرف تیئس سال کی تھی مگر شادی جلدی ہونے اور دونوں بیٹیاں ہونے، نے مجھے ایسا بنا دیا تھا کہ کبھی کبھی مجھے لگتا کہ میری بیٹیاں اب جوان ہونے لگی ہیں اور میں بوڑھی ہونے لگی ہوں .....دیکھنے میں تو میری بیٹی کا قد مجھ سے بھی اونچا ہو گیا تھا۔ چودہ کی پوری ہو کر اب پندرہویں میں لگنے والی تھی اور چھوٹی گیارہ کی پوری ہو رہی تھی۔اس کا قد بھی ماشااللہ کافی اچھا تھا۔ یوں تو اس کا آنا جانا کیا سب کا آنا جانا ہی میرے یہاں خوب تھا۔ حالانکہ میں غیر خاندان میں بیاہ کر آئی تھی۔ مگر کرم تھا اس رب کا جس نے مجھے سسرال میں بہت مان دیا تھا اور میری پوری سسرال میری قدر دان تھی۔ یہی بچہ بچپن میں بھی مجھ سے اٹیچڈ تھا۔ پھر سب اپنی اپنی پڑھائی میں لگ گئے۔مگر اب اچانک پچھلے سال ایان کی آمد و رفت بڑھ گئی تھی۔اس کی وجہ بھی اس کا کام تھا۔وہ ایک کمپیوٹر سینٹر بھی چلاتا تھا اور میرا اس سے کچھ نہ کچھ کام رہتا تھا۔ پھر انہیں ملاقاتوں نے میرے اور اس کے تعلقات بڑھا دیے اور وہ اکثر ہمارے گھر آنے لگا۔ اکثر عباس کی موجودگی میں بھی آتا تھا۔ کسی کو کوئی اعتراض بھی نہیں تھا۔مگر پچھلے چند مہینوں میں میں نے اپنے اندر کچھ تبدیلی محسوس کی تھی۔ پہلے پہل تو میں صرف اس کے sms کا انتظار کرتی تھی۔اس کی ایک مس کال سے مجھے لگتا تھا کہ وہ بھی میرے بارے میں ہر وقت سوچتا رہتا ہے۔ نہ جانے کب دل سے دل کا رشتہ جڑ گیا اور انھیں پیغامات میں اس نے مجھ سے دوستی کی آفر کی جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا۔ وہ ضرور اوروں کے sms مجھے بھیجا کرتا تھا۔مگر میں ہمیشہ اس کے لیے اصلی شاعری کیا کرتی تھی۔ رات کے ایک ایک بجے تک اس کے sms آتے اور یہاں سے جاتے تھے۔ اکثر عباس مجھ سے کہا کرتے تھے۔ یہ کیا رات کو بھی موبائل سے چپکی رہتی ہو۔تب میں بڑے پیار سے انہیں سمجھایا کرتی تھی۔عباس صرف ایک ہی گھنٹہ تو میں اپنے دوستوں کو sms کیا کرتی ہوں ۔وہ اتنے تھکے ہوئے ہوتے تھے کہ سو جایا کرتے تھے۔ یا انہیں مجھ پر اندھا اعتبار تھا اور اب تو میں شادی کے اتنے سال ان کے ساتھ محبت کے سایہ میں گزار چکی تھی۔ میں ان سے بے پناہ محبت کیا کرتی تھی اور وہ مجھ سے زندگی کے ان پندرہ سالوں میں ہمیں ایک دوسرے سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ وہ واقعی بہت اچھے انسان تھے بہت خلوص تھا ان میں میرا بہت خیال

www.urduchannel.in

رکھتے تھے۔اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ انہیں مجھ پر اندھا اعتماد تھا۔انہوں نے کبھی میرے اکیلے آنے جانے، کسی سے ملنے، کسی بھی پروگرام میں شامل ہونے سے نہیں روکا۔ میرے تمام کزنز اکثر یہاں آتے تھے۔ اکثر عباس کی غیر موجودگی میں لنچ بھی ہوا کرتا تھا۔فون کالز بھی بہت آتے تھے اور بڑے رومینٹک موڈ میں باتیں بھی کیا کرتے تھے۔مگر عباس اس میں بھی ہنس ہنس کر شامل ہوا کرتے تھے۔ مجھے ان کی یہ اعتبار چادر بہت بھلی لگا کرتی تھی۔اور سچی بات تو یہی تھی کہ یہی شوہر اور بیوی کے بیچ مضبوط ڈوری ہوا کرتی ہے۔ جو اگر ایک بار دونوں کو باندھ لے تو وقت کے ساتھ خود بہ خود اس کی گرفت مضبوط کرتی ہے اور ایک بھی سوت کا ٹکڑا باہر جھانکنے لگ جائے تو پھر بہت جلدی اس رسی کے بل کھلنے لگتے ہیں اور پھر وقت نہیں لگتا یہی مظبوط رسی پتلی تتلی میں بدل جاتی ہے۔ میں خود ایک پڑھی لکھی لڑکی تھی۔ میرا خاندان بھی پڑھا لکھا خاندان تھا۔سب کچھ بہت اچھا تھا۔عباس کا ہینڈلوم کا کارخانہ تھا۔ پیسہ کی کوئی کمی نہ تھی۔ میں وہ زندگی جی رہی تھی جو لوگ رو رو کر دعاؤں میں مانگا کرتے ہیں اور انہیں نہیں ملتی۔

میں نے عصر کی نماز ادا کی اور پھر اپنے دل کا سکون مانگا اور گھر کے کاموں میں لگ گئی۔ بچے بھی آ گئے اور عباس بھی۔کھانا ہوا باتیں ہوئیں جبران کے ساتھ کھیل کود بھی ہوا۔ میں بھی سب کچھ روز کی طرح کر رہی تھی۔مگر میرا ذہن اس کے پاس رہنے لگا۔

ایان تھا اس کا نام وہ جو ابھی ابھی اپنی تعلیم مکمل کر کے سروس پر گیا تھا۔ پھر وہی رات کے بارہ بجے تک موبائل سے چپکے رہنا دوستوں کو sms کرنا اگرچہ کبھی کبھی اس کا کوئی پیغام ایک ہفتہ تک نہیں آتا تھا۔مگر موبائل کی مصروفیت مجھے ہر رات رہا کرتی تھی۔ دن اور رات گزر رہے تھے اور میرے دل کی وحشت بڑھتی جا رہی تھی۔اب تو مجھے ہر وقت اسی کا انتظار رہنے لگا تھا اور اگر وہ نہیں بھی آتا تھا تو میں تو ہر وقت اس کے پاس ہی رہا کرتی تھی۔ ہر وقت یعنی دن بھر نماز فجر کے بعد کیا وضو کرتے ہی، سوتے میں دعائیں کرنے میں، گھر کے ہر کام میں غرض کہ چوبیس گھنٹے کے دن میں وہ میرے پاس ہوا کرتا تھا۔بس تصور میں اس کا مسکراتا چہرہ ہوا کرتا تھا اور دل کی یہ خواہش ہوا کرتی تھی کہ بس میں اس کے

www.urduchannel.in

بارے میں سوچوں اور وہ میرے بارے میں.....

اس سے ملاقاتیں اکثر ہوا کرتی تھیں کبھی عباس کی موجودگی میں کبھی بچوں کی موجودگی میں کبھی تنہائی میں اکثر ہم دونوں بحث ومباحثہ کیا کرتے تھے، مذاکرے کیا کرتے تھے۔ اسے کیا پسند ہے؟ یا اس پر کون سا رنگ سب سے اچھا لگتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کبھی میں اس سے کہتی یہ چیز تم پر اچھی نہیں لگ رہی ہے تو فوراً میری بات پر عمل کیا کرتا۔ ہم دونوں کے درمیان اچھے دوستوں والی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ ویسے بھی مجھے دوست بنانے کا بہت شوق تھا۔ اور میری اس عادت سے سبھی واقف تھے۔ اس کے خیالات اس کے رجحانات مجھے بھی معلوم ہو چکے تھے۔ وہ اکیلی طبیعت کا مالک تھا۔ زیادہ دوسروں سے بولنا اسے پسند نہیں تھا اور بہت دیر سے اپنے دل کی بات کہہ پاتا تھا۔ حالانکہ اس کی سوچیں اسے ہر وقت گھیرے رکھتی تھیں۔ اسے بہت فکر تھی اپنے بہن بھائیوں کی اپنے ماں باپ کی..... وہ ان کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ سب کسی سے کہہ نہیں پاتا تھا۔ ایک دن اس کے منہ سے نکلا تھا۔

''میں نہ جانے آپ سے یہ سب باتیں کیوں کر لیتا ہوں..... آپ ہی پہلی ہستی ہیں جو میرے بارے میں بہت کچھ جانتی ہیں۔''

تب یہی میرے منہ سے بھی نکلا تھا۔

''تم بھی میرے لیے بہت خاص ہو ایان۔ کچھ رشتے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا کوئی نام نہ ہو مگر وہ ہمارے لیے بہت خاص ہوتے ہیں اور ہمارے دل ودماغ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔''

وقت گزرتا جا رہا تھا اور میرے دل کی حالت بدلتی جا رہی تھی۔ یہ وہ راز تھا جو میں کسی سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ یہ تو میں خود پر بھی ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ مجھے ہر وقت یہ ڈر رہنے لگا تھا کہ میری بے خودی کسی پر ظاہر نہ ہو جائے۔ بچے بھی اب بڑے ہونے لگے ہیں۔ مگر میں دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی بس وہی کر رہی تھی جو دل کرا رہا تھا حالانکہ مجھے ہر وقت احساس تھا کہ سب غلط ہے گناہ ہے۔ مگر یہ بھی میرا خدا جانتا تھا کی میں اس کے ساتھ صرف روح کا رشتہ جوڑنا چاہتی تھی جسم کی کہیں کوئی گنجائش نہیں تھی صرف

www.urduchannel.in

روح کا تعلق تھا۔ جو میں چاہتی تھی کہ اس سے جڑ جائے بس وہ میرے آس پاس رہے اور ہمیشہ میرا اس کا رشتہ یونہی جڑا رہے۔ اکثر یہ نظم گنگنایا کرتی تھی۔

میں سوچتی ہوں کہ!
تو بھی مجھے سوچتا ہوگا
میرا خیال ترا ذہن کھوجتا ہوگا
میں چاہتی ہوں تجھے میں بھی سوچ کر دیکھوں
ترا خیال تصور سے جوڑ کر دیکھوں
تجھے ہی چاہوں، سوچوں، تجھے ہی پیار کروں
میں چاہتی ہوں تجھ پر یہ سب آشکار کروں
مگر حدود میری مجھ کو روک دیتی ہیں
بتا سکوں میں تجھے مجھ کو ٹوک دیتی ہیں
میں چاہتی ہوں کہ میرا خیال رہ رہ کر
تمام عمر ستائے تجھے یہ رہ رہ کر
نہ بھول پائے مجھے تو اور نہ بھول پاؤں میں
یہ رشتہ عمر کے ہر دور میں نبھاؤں میں
یہ رشتے یوں ہی تو سب کے قریب ہوتے ہیں
محبتوں کے یہ رشتے عجیب ہوتے ہیں

''یہ رشتہ عمر کے ہر دور میں نبھاؤں میں'' ہاں بس یہی خواہش تھی میری۔ مگر جو بھی تھا..... تھا بہت غلط..... کہیں نہ کہیں میں عباس سے بے وفائی کرنے لگی تھی نہیں عباس کا مقام تو اپنی جگہ موجود تھا۔ پھر یہ اس نے دل کے کس مقام پر قبضہ کیا تھا؟ شاید کسی کے مقام پر نہیں بلکہ اس نے آگے بڑھ کر خود ایک مقام بنا لیا تھا۔ کسی کا حق نہیں مارا تھا۔ مگر یہ رشتہ کیا تھا؟ کیا نام تھا اس رشتہ کا؟ کبھی کبھی ہماری زندگی میں کچھ ایسے لوگ آجاتے ہیں جن سے ہمارا کوئی نام والا رشتہ نہیں ہوتا بس تعلق ہوتا ہے۔ کوئی بے نام سا رشتہ جیسے کبھی

www.urduchannel.in

کبھی کوئی پیارا سا بچہ دیکھ کر ہمارا دل کیوں مچل اٹھتا ہے؟ اسے پیار کرنے کو اسے چھونے کو، اسے اپنی گود میں بٹھانے کو۔ ایسے ہی کبھی کبھی کوئی ہم سفر ہمیں اچھا لگنے لگتا ہے اور ہم زندگی بھر اسے بھلا نہیں پاتے۔ کوئی شخص، کوئی قابل ہستی، کوئی ہنستا مسکراتا چہرہ دل کو چھو جاتا ہے اور پھر ہم اس سے اٹیچڈ رہنا چاہتے ہیں۔ وہاں نہ اولاد کا رشتہ ہوتا ہے، نہ بھائی کا، نہ بہن کا اور نہ شوہر کا مگر ہاں ایک رشتہ ہوتا ہے جسے ہم بے نام ہی جی لیتے ہیں اور بہت خوش رہتے ہیں۔ بس یہی رشتہ تھا میرا اور اس کا۔ بس ایک روحانی تعلق.....اس کو دیکھ کر مجھے اپنا آئیڈیل یاد آنے لگتا تھا۔ میں ہمیشہ زندگی کے ہر پہلو کو الگ انداز سے سوچا کرتی تھی۔ ہاں یہی بات تھی وہ میرے آئیڈیل کی ہو بہو تصویر تھا۔ جو مجھے اٹھارہ سال بعد ملی.....

اب تو نہ چاہتے ہوئے بھی میں دن میں کئی بار اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھا کرتی تھی۔ صبح شام خود کو سنوارا کرتی تھی۔ خود پر بہت نظر رکھنے لگی تھی کہ میں کیسی لگ رہی ہوں۔ بہت لوگ تو ماریہ میری بیٹی کو میری بہن بھی کہا کرتے تھے۔ ماریہ اور مجھ میں عمر کا بہت زیادہ فرق بھی نہیں تھا۔ کیونکہ میری شادی جلدی ہوگئی تھی۔ ایان مجھ سے چودہ پندرہ سال چھوٹا تھا اور مجھے یہ احساس بھی تھا۔ مگر دل کے ہاتھوں بندہ کس طرح مجبور ہوتا ہے مجھے اب پتا چلا تھا۔

''کیا یہ عشق تھا؟''''یا جنون تھا؟''

تھا تو کچھ محبت کے آگے کا.....جہاں کوئی درد بندے کو نہیں ستاتا اور وہ سے لڑ پڑنے کی طاقت اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے.....پھر یہ ہوا کہ میں نے خود کو روکنا شروع کر دیا۔ جہاں دن بھر میں اس کے تصور میں گزارا کرتی تھی وہیں دن بھر میرے اندر کی عورت مجھ سے کہا کرتی تھی۔

''یہ غلط ہے.....تو غلط کر رہی ہے، یہ بربادی کا راستہ بھی بن سکتا ہے۔ تیری بیٹیوں کا مستقبل بھی تباہ ہوسکتا ہے اور تو بھی تباہ ہوسکتی ہے.....اور وہ بھی.....''

نہیں اس کے بارے میں سوچ کر فوراً دل سے دعا نکلی کہ

''وہ برباد نہ ہو.....کوئی برباد نہ ہو۔ خدا اسے ترقی کے تمام منازل طے کروائے۔''

www.urduchannel.in

میں ہر وقت یہی دعا کیا کرتی تھی۔ جب سے میں نے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی تبھی سے اس کی بے تابی مجھ پر عیاں ہونے لگی تھی۔ وہ بھی میرا عادی ہو چکا تھا۔ اب وہ جب بھی فون کرتا میں ہوں ہاں کر کے جلد ہی فون بند کر دیا کرتی تھی۔

اب میرے دل کی کیفیات دوسری ہوتی جا رہی تھیں اب مجھے لگنے لگا تھا کہ مجھے خود کا ہوش نہیں ہے۔ میں اس سے دور ہونا چاہتی تھی مگر ہو نہیں پا رہی تھی۔ ''یا اللہ میں کیا کروں؟'' میں سجدے میں گر کر اپنے لیے دعا مانگا کرتی تھی۔ اور اس کے لیے بھی مگر میں اس سے چاہ کر بھی دور نہیں ہو پا رہی تھی۔ وہ تو میرے اور قریب آتا جا رہا تھا۔ بہت قریب میرے حواسوں پر سوار تھا وہ.....اب میری حالت نے عباس کو متفکر کر دیا تھا۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے:

''رومی کیا ہوا ہے تمہیں؟ یہ کیا ہوتا جا رہا ہے تمہیں.....؟ کیوں چپ چپ رہنے لگی ہو کیا طبیعت خراب ہے.....؟''

''ہوں.....کچھ نہیں.....''

میں چونک کر جواب دیتی.....

''پھر کیا ہوتا جا رہا ہے تمہیں لگتا ہے دو دن سے چوٹی نہیں کی ہے.....کپڑے شاید تین دن سے نہیں بدلے.....''عباس.....بس وہ.....''

میں شرمندہ سی ہو جاتی اب تو ایان بھی آتا تو میں بس.....اسے تکے جاتی اور اکثر میری آنکھوں میں نمی آ جایا کرتی۔ تب وہ پوچھا کرتا.....

''سکھی کیا ہوا؟''

پہلے وہ مجھے بھابھی کہا کرتا تھا مگر جب سے ہم دوست بنے تھے وہ مجھے ''سکھی'' اور میں اسے ''سکھا'' کہا کرتی تھی۔ یہ نام بھی میں نے ہی اسے دیے تھے۔ جو اسے بہت پسند آئے تھے۔

میری گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ میں اسے بھلانے کی کوشش میں ناکام ہوتی جا رہی تھی۔ باتیں اب بھی ہوا کرتی تھیں مگر میں اس پر کچھ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

www.urduchannel.in

''سکھی کیا ہوتا جا رہا ہے آپ کو؟''

''کچھ نہیں.....''

''کچھ تو ہوا ہے۔''

''بس دل پر کچھ وحشت سی ہونے لگی ہے۔''

''میری طرف دیکھو.....''

اور میں چاہنے کے باوجود بھی اس کی طرف نہیں دیکھ پائی.....وہ میرے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔مگر میں اسے برباد نہیں کرنا چاہتی تھی.....میں نہیں چاہتی تھی کہ زمانہ کو اس تعلق کی بھنک بھی پڑے اور کوئی اسکینڈل اس کے نام کے ساتھ جڑ جائے اور اس کی آنے والی زندگی میں کوئی رکاوٹ پیدا کرے۔میں تو اسے بہت بلند مقام پر دیکھنا چاہتی تھی۔میں اسے اپنے دل کی حالت بتانا نہیں چاہتی تھی۔یقیناً وہ پریشان ہوتا۔

''کچھ نہیں.....تم کہو کیسے ہو۔''

میری اس کیفیت نے مجھے گھر.....بچوں اور اپنی تمام ذمہ داریوں سے دور کرنا شروع کر دیا تھا۔اس کا تصور تھا کہ چھوڑ ہی نہیں رہا تھا اور میرے دل کی حالت اور خراب ہونے لگی تھی۔اب مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔کئی دن سے گھر کی ٹھیک سے صفائی بھی نہیں ہوئی تھی۔لان بھی میری بے توجہی سے اوبڑ کھابڑ پڑا تھا۔میرے چہرے کا رنگ پیلا ہوتا جا رہا تھا۔دل چاہتا تھا کی پھوٹ پھوٹ کر روؤں اور اکثر میں رونے بھی لگی تھی۔بے وجہ ہی عباس کی کسی بات کو دل سے لگا لیتی اور رات کے کئی گھنٹے روتی رہتی.....مگر میں کیوں روتی تھی؟ یہ تو صرف میں ہی جانتی تھی۔عباس مجھے گھنٹوں سمجھایا کرتے۔کئی بار انہوں نے مجھے سمجھایا بھی تھا مگر میں ہنس کر ٹال جاتی۔

''کیا ہوا ہے مجھے؟''

مگر.....میرا جنون مجھے دیوانہ کیے دے رہا تھا۔بچے بھی پریشان تھے۔

''ممی آپ کو کیا ہوتا جا رہا ہے؟''

وہی میں جو دن میں کئی کئی بار بال سنوارا کرتی تھی۔اب شکن زدہ کپڑے

www.urduchannel.in

اور اجڑے بالوں کے ساتھ تین تین دن گزار دیا کرتی تھی۔گھر میری بے توجہی سے بگڑا پڑا تھا۔بچوں کے اپنے کپڑے نہیں مل رہے تھے۔عباس کی تمام ضرورت کی چیزیں کہاں تھیں مجھے نہیں معلوم.....جبران اکثر میرے منہ پر ہاتھ پھیرتا اور اس کے اس بے ساختہ پیار پر اکثر میری آنکھیں رو پڑتیں.....دیوانگی نے مجھ سے میرے حواس چھین لیے تھے۔دودھ ابل ابل کر گر پڑتا اور مجھے پتہ ہی نہیں چلتا سالن میں نمک کی جگہ شکر اور چائے میں ایک چمچ کی جگہ کئی کئی چمچ چائے پتی ڈال دیتی.....اسی بے خیالی کے چلتے ایک دن میرے دوپٹہ نے آگ پکڑ لی.....اور مجھے خبر نہ ہوئی! وہ تو خدا کا شکر ہوا عباس گھر میں تھے نہا کر نکل رہے تھے تو دیکھا میرا دوپٹہ جلتا چلا جا رہا تھا وہ دوڑ کر مجھ تک آئے اور کھینچ کر جلتا دوپٹہ الگ کیا اور جھنجھوڑ ڈالا مجھے

''رومی کیا ہوا ہے تمہیں.....؟ آخر.....کیا تکلیف ہے.....؟ ہمیں کچھ تو بتاؤ؟''

میں نے گھبرا کر دیکھا میرا دوپٹہ پورا جل چکا تھا۔اگر آج عباس گھر میں نہ ہوتے تو.....میں یقیناً میں اس حادثہ کا شکار ہو جاتی۔

''عباس.....''

میں ان کے گلے لگ کر اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی.....

''کچھ بھی نہیں'' میں نے بے تحاشہ روتے ہوئے انہیں دیکھا۔

''بس بس یہ سب ایسے ہی ہو رہا ہے.....''

انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھایا.....

''گھر کی حالت دیکھی ہے.....لگتا ہے برسوں سے اس گھر کی صفائی نہیں ہوئی ہے.....یہ تمہاری کتابوں کی وہ الماری ہے جسے تم کسی کو چھونے تک نہیں دیتی تھیں اور آج دیکھو.....اس کو کیسی بے ترتیب اور گندی حالت ہے اس کی.....یہ میلے کپڑوں کا ڈھیر.....یہ لان کی حالت.....اور سب سے زیادہ خود تمہاری حالت.....''

انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آئینہ کے سامنے کر دیا.....

''کیا یہی ہو تم؟''

www.urduchannel.in

میں نے نظر اٹھا کر اپنے آپ کو دیکھا.....میرے چمکیلے بال جن کی میں ہمیشہ کیئر کیا کرتی تھی اب روکھے اور بے جان ہو گئے تھے۔ کپڑے اتنے شکن زدہ اور میلے ہو رہے تھے جیسے کسی کام کرنے والی کے ہوں۔ میری کاجل سے ہمیشہ روشن رہنے والی آنکھیں اب کیسی ویران سی ہو رہی تھیں اور ستا ستا پیلا پیلا چہرہ میں نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا.....

''دیکھو.....خود کو اور پہچانو'' عباس نے دوبارہ مجھ سے کہا۔

''آخر کیا ہوا ہے؟''

''عباس!''

میں نے آہستہ سے کہا

''مجھے خود پتہ نہیں کیا ہوا ہے بس دل پر وحشت ایک اداسی ہے۔ کسی کام کو دل نہیں چاہتا اور نہ کوئی چیز اچھی لگتی ہے۔''

''یار یہ تو عشق کے نشان ہیں۔''

عباس نے ہنس کر میری طرف دیکھا اور مذاق کیا.....''دھک'' میرا دل ایسے دھڑکا جیسے انہوں نے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا نے میری چوری پکڑ لی ہو۔

''عشق.....'' میں نے آہستہ سے کہا.....

''چلو منہ دھو لو.....بلکہ نہا لو.....اور اچھے سے کپڑے پہن لو.....آج ہم دونوں کہیں باہر چلتے ہیں۔''

انہوں نے خود اپنی پسند کے کپڑے نکال کر مجھے دیے اور باتھ روم میں دھکیل دیا۔

پھر میں گھوم پھر کر واپس آ گئی.....وقتی طور پر شاید دل بہل گیا تھا۔ مگر گھر میں پہلا قدم رکھتے ہی پھر وہی وحشت مجھ پر سوار ہو گئی.....دل کی بس ایک ہی صدا تھی.....

ایان.....سے ملاقات.....ایان کا ساتھ.....اللہ مجھے کوئی راہ دکھا اور عزت کے ساتھ مجھے اس مشکل سے باہر نکال کہ اب مجھ سے اپنی خود حالت برداشت نہیں ہوتی۔ یہ وہ چاند مانگ رہا ہے جو کبھی اس کو مل ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ راستہ دکھا رہا ہے جو صرف بربادی کی طرف جاتا ہے۔ خدایا میرے بچوں کا مستقبل سنوار کر رکھنا۔ اور مجھے صراطِ مستقیم دکھا۔

www.urduchannel.in

میرے اس جنون کی راہ بدل دے۔ مجھے سکون عطا فرما۔ کہیں ایسا نہ ہو کسی دن میری یہ دیوانگی مجھے سرِ عام رسوا کر دے.....ابھی تو صحت کی خرابی کی چادر میں چھپی ہوئی ہے۔''

اب زیادہ وقت جائے نماز پر گزرنے لگا تھا۔ ایان اگرچہ اب بھی آتا تھا مگر اب میرے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح ہوا کرتی تھی.....وہ اب بھی پہلے کی طرح ہی باتیں کیا کرتا اور بار بار مجھ سے پوچھتا.....

''کیا ہوا ہے آپ کو.....؟''

اور میں ہنس کر ٹال جاتی.....تبھی ہمارے محلے میں ایک جماعت آئی۔ اور گھر گھر اجتماع کی دعوت بھیجی گئی۔ مجھے لگا اللہ نے میرے لیے ایک راہ کھولی ہے۔ اور میں اس دعوت کی طرف کھنچی چلی گئی۔ ہفتہ بھر اجتماعات کا سلسلہ رہا۔ اور پورے ہفتہ میں اس میں شریک رہی۔ میرے دل میں اطمینان کا ایک سوتا پھوٹا۔ مجھے لگا کوئی مجھے پکار رہا ہے اور میں ''لبیک.....لبیک'' کہہ کر اس کی طرف دوڑی جا رہی ہوں.....پھر جماعت چلی گئی۔ ادھر رمضان کی آمد ہو گئی دو ماہ بعد رمضان شروع ہونے والے تھے۔ اور میرے کانوں میں عمرہ کی صدائیں آنے لگیں۔ تبھی اچانک ایک دن میں نے عباس سے کہا

''عباس میں عمرہ کرنا چاہتی ہوں.....''

''کیا.....اچانک''

''ہاں عباس میں اس بار رمضان وہاں جا کر گزارنا چاہتی ہوں.....''

یہ کہتے کہتے میں رونے لگی۔

''رومی.....چلو ٹھیک ہے میں کوشش کرتا ہوں.....''

پھر مجھے نہیں پتا کیسے عباس نے میرے جانے کا انتظام کر دیا.....

''یہ لو رومی.....''

ایک دن اچانک ہی عباس نے میرے ہاتھ میں کچھ کاغذات رکھ دیے۔

''ہمارا عمرے کا ویزہ اب ہم حج کر کے ہی واپس آئیں گے۔''

''کیا.....؟'' میں نے خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے عباس کو دیکھا۔ میری

www.urduchannel.in

خوشی سچی خوشی بن کر میرے چہرے سے پھوٹی تھی۔ میری بیمار روح کو کچھ قرار آیا تھا.....اور پھر.....اگلے مہینہ میں پرواز کر گئی۔ اس سرزمیں کی طرف جہاں لوگ سال کے سال جاتے ہیں۔ پورے سفر میں میں روتی رہی۔ جہاز میں بیٹھے لوگ اسے عشقِ حقیقی سمجھ کر میری طرف بڑی عقیدت سے دیکھ رہے تھے۔ چند گھنٹوں کی مسافت کے بعد میں اس پاک سرزمین پر تھی اور بے چین تھی کعبہ پر اس نظر کو ڈالنے کے لیے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کی اس پر پہلی نظر ڈالتے ہی جو بھی دعا مانگو ضرور قبول ہوتی ہے۔ میرا کارواں بھی اس منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ میری حالت زار زار تھی۔ میرے دل کی بے چینی سے مجھے لگ رہا تھا۔ اب میں مرنے والی ہوں اور جو سانسیں آ رہی ہیں وہ آخری ہیں۔ نظر بے تاب تھی اس جاہ وجلال والی پاک عمارت کو دیکھنے کی جسے خانہ کعبہ کہا جاتا ہے۔ یکا یک مجھے لگا میرا دل دھڑکنا بھول گیا ہو میری آنکھیں پتھرا گئی ہوں اور میرا خون جامد ہو گیا ہو میری ٹانگیں کانپ رہی تھیں نہیں بلکہ میں پوری کانپ رہی تھی کیونکہ.....کیونکہ میرے سامنے وہ کالی چادر میں لپٹا اپنی شانِ کریمی سے کھڑا تھا۔

میری آنکھیں جھر جھر برس رہی تھیں اور مجھے اپنا ایک ایک گناہ یاد آ رہا تھا۔ ہونٹ کانپ رہے تھے اور بدن پر رعشہ طاری تھا۔ مجھے لگ رہا تھا میں ایک فقیر ہوں اور سامنے بہت عظیم الشان شہنشاہ کا دربار سجا ہے۔ جہاں ہر مصیبت زدہ اپنا دامن پھیلائے بھیک مانگ رہا ہے۔ کوئی رو رہا ہے۔ کوئی سجدے میں پڑا ہے۔ کوئی ہاتھ اٹھائے زار و قطار رو رہا ہے۔ کوئی ہچکیوں سے رو رو کر اپنی فریاد سنا رہا ہے اور میں.....میرا دل بھی رو رہا تھا چیخ رہا تھا..... مانگ رہا تھا وہ سکون جس کی مجھے مدتوں سے تلاش تھی۔ پچھلے ایک سال سے مجھ سے بچھڑ گیا تھا اور جس کو حاصل کرنے میں یہاں تک آئی تھی۔ دل اپنے لیے چاہتے ہوئے بھی اپنے لیے کچھ نہیں مانگ پا رہا تھا۔ بس میری آنکھیں ایک ٹک اس طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ چمکتی دھوپ نے اس کے حسن کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔ لگ رہا تھا نور ہی نور ہے اور میرے اندر بھی یہ نور اتر رہا ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ اٹھانا چاہے کہ کچھ مانگوں.....صرف سکونِ قلب.....مگر میرے ہاتھ تو بے جان ہو چکے تھے۔ پھر نہ جانے کیسے مجھے لگا میں گر رہی ہوں.....اور پھر

www.urduchannel.in

میں گر گئی اس معبود حقیقی کے سامنے میں سجدہ ریز ہو گئی۔ اس تپتی ریت پر میں سجدہ میں پڑی تھی میرا پورا منہ ریت پر تھا اور آنسو بہہ رہے تھے۔ ہونٹوں نے اگرچہ اپنا فرض ادا نہ کیا تھا مگر میرا جھکا ہوا سر بہت کچھ مانگ رہا تھا اور وہ رحیم و کریم ذات جو بغیر مانگے دل کا حال سمجھ لیتی ہے۔ میرے ان عرق انفعال کو موتی سمجھ کر چنتی گئی اور میری روح میں دور تک سکون اترتا گیا۔ ابدی سکون.....وہ سکون جس کی تلاش میں انسان در در بھٹکتا ہے۔ میرا عشق آج اپنے حقیقی رنگ کو پا گیا تھا۔ آج مجھے لگا تھا مجھے دنیا کی کوئی شے نہیں چاہیے نہ شوہر نہ بچے نہ گھر نہ دولت اور نہ میرا وہ بے نام رشتہ ایان جس نے میرے دل کا سکون چھین لیا تھا۔ آج.....آج مجھے محبوب حقیقی ملا تھا۔ آج سے میں اس کے عشق میں گرفتار ہو گئی تھی کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ یوں ہی اس کے آگے جھک کر سکون قلب حاصل کرتا رہے۔

❁❁❁

www.urduchannel.in

نئی ممی

جب میں نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو میرے دل میں کسی افسانوی اور خوبرو، اسمارٹ لڑکے نے گھر نہیں کیا۔ افسانوی ہیرو اور وجہ مرد مجھے متاثر نہیں کر سکے۔ کیونکہ شادی میرے نزدیک لڑکی کے لیے خواہش کم ضرورت زیادہ ہے۔ میری زندگی میں ایسا کوئی حادثہ بھی رونما نہیں ہوا تھا۔ کہ میں شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرتی مگر مجھے شادی کی باتوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ میری تو بس ایک تمنا تھی کہ میں کسی غریب اور بے سہارا ممتا سے نا آشنا بچے کو گود لے لوں۔ اور اسے اتنا پیار دوں کہ وہ.....بس میرا ہی ہو کر رہ جائے۔ اور یہ تمنا اس لیے تھی کہ میری زندگی کی سب سے بڑی محرومی والدین کی شفقت اور محبت سے محرومی تھی۔ میری یہ تمنا یہ خواہش وقت کے ساتھ ساتھ میرے اندر جڑ پکڑتی گئی۔ میں بائیس سال کی دوشیزہ تھی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکی تھی۔ میری لیے کئی رشتے آئے مگر بات نہ بنی۔ شاید.....شاید مجھے کسی ایسے رشتے کا انتظار تھا۔ جس میں ایک چھوٹا سا بچہ بھی شامل ہو.....اور پھر یہی ہوا۔

میرے لیے اب صمد کا رشتہ آیا تھا۔ جو نو عمر نہیں بلکہ ایک شادی شدہ مرد اور ایک بچہ کے باپ تھے۔ ان کی بیوی چند ماہ قبل وفات پا گئی تھیں اور اب وہ بچے کی خاطر شادی کرنا چاہتے تھے۔ گھر کے بزرگوں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ مجھ میں کوئی کمی نہیں تھی۔ جو مجھے ایسے مرد سے باندھ دیا جاتا۔ مگر میں نے جب سنا تو بھابھی سے کہہ کر اپنی رضامندی بھائی جان تک پہنچوادی۔ میرے ہامی بھرنے سے سب حیران رہ گئے۔ صمد کی عمر بھی تیس بتیس کے لگ بھگ تھی۔ اور میں تیئیس سال کی لڑکی.....سب گھر والے حیران تھے مگر میں بہت خوش تھی۔

رشتہ طے ہونے کے بعد بہت جلد ہی شادی ہو گئی۔ شادی کے پہلے ہی

www.urduchannel.in

دن میں اس ننھے منے فرشتے کو جس کا نام تابش تھا۔ اپنی آغوش میں لیکر بیٹھ گئی۔ پھر میں ہر وقت اس کی نگہداشت کرنے لگی۔ صمد میرا رویہ دیکھ کر بہت خوش تھے۔ انہیں اپنے بیٹے تابش اور اپنی مرحوم بیوی سے بہت محبت تھی۔ انہوں نے بیڈروم میں اپنی مرحوم بیوی کی تصویر لگا رکھی تھی۔ جس کو میں روز اپنے ہاتھ سے صاف کرتی تھی۔ مجھے کسی سے کوئی گلہ نہ تھا۔ تابش البتہ مجھ سے بہت دور دور رہتا تھا۔ میرے قریب آنا تو جیسے ستم تھا۔ میں اسے جتنا پیار کرتی وہ مجھ سے اتنا ہی دور بھاگتا تھا۔ ابھی وہ چار سال کا بچہ تھا اور اس کے اس سلوک سے میں اور صمد دونوں بہت پریشان تھے۔ مگر وہ مجھ سے دور ہی رہتا۔ بلکہ مجھے کچھ نہ کچھ اذیت دینے کی کوشش کرتا۔ کبھی مجھے مارتا، کبھی میرے کپڑے کھینچتا، کبھی کاٹتا.....میں اس کے اس عمل سے بہت پریشان تھی۔ بس یہی کہتا رہتا تھا:

''میری ممی کہا کرتی تھیں کہ نئی ممی بہت گندی ہوتی ہیں۔ وہ دودھ بھی نہیں دیتی ہیں بہت مالتی ہیں۔''

اف اس کی توتلی زبان سے برستے نشتر میرے تن من کو چھیدتے ہوئے آر پار ہو جاتے۔ نہ جانے اس کی مرحوم ماں نے سوتیلی ماں کا یہ نقشہ اس کے دماغ میں کیوں بسا دیا تھا۔ اس کی باتوں پر میں بے تحاشہ روتی اور اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگتی۔ مجھے لگتا سوتیلی ماں ہونا واقعی بہت بڑا جرم ہے۔ میں روتی ہوئی صمد کے سینے سے لگ جاتی۔ مجھے میرا وہ خواب بکھرتا نظر آتا جس کو میں نے اپنی آنکھوں میں سجا رکھا تھا۔ میں اسے ممتا اور محبت دینا چاہتی تھی۔ مگر اس بچے کے دماغ میں اپنی ماں کے جملے ہر وقت گردش کرتے رہتے اور میں یہ سوچتی رہ جاتی کہ اس کی ماں نے یہ میرے حق میں برا کیا یا اس معصوم بچے کے حق میں.....

وقت گزرتا گیا تابش چھ سال کا ہو گیا۔ میری شادی کو تیسرا سال تھا۔ قدرت کی ستم ظریفی کہ اس نے مجھے اولاد جیسی دولت سے محروم رکھا۔ ہوسکتا ہے یہ میرا ابھی امتحان ہو مگر.....! میں ایک عورت تھی میری ممتا میرے سینے میں تڑپ تڑپ کر دم توڑتی رہتی، سر پٹکتی رہتی مگر مجھے ''ممی'' کہہ کر پکارنے والا کوئی نہ تھا۔ میں کسی کو ممتا کی چادر میں نہ لپیٹ سکی اور یوں ہی تڑپتی رہی.....

www.urduchannel.in

آج میری شادی کو دس سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے اور تابش تیرہ چودہ سال کا لڑکا ہو گیا ہے۔ مگر وہ ہوش سنبھالتے ہی ہوسٹل چلا گیا تھا۔ یہ اس کی اپنی خواہش تھی۔ اس نے کہا تھا:

''پپا میری ممی نے کہا تھا نئی ممی مارتی ہیں وہ کھانا بھی نہیں دیتی ہیں۔ میں ان کے پاس نہیں رہ سکتا میں ہوسٹل جانا چاہتا ہوں۔''

اس نے میری پروا کیے بغیر کہہ دیا اور میں اپنی سونی بانہیں پھیلائے لرزتے ہونٹوں سے اسے پکارتی رہ گئی اور روتی ہوئی صمد سے لپٹ گئی اور وہ چلا گیا۔ صمد حقیقت جانتے تھے۔ مگر کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس بات کے لیے اصلی قصوروار وہ ماں تھی جو نہ جانے کس وجہ سے ننھے سے بچے کے ذہن میں سوتیلی ماں کا یہ خوف ناک نقشہ بٹھا گئی تھی۔ وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی اس بات سے اس کے جگر کا ٹکڑا کس چیز سے محروم ہو جائے گا۔ وہ خود تو دنیا سے چلی گئی تھی اور میری ممتا، میرا خواب سب کچھ اس کے جملوں نے مٹا ڈالا تھا اور وہ معصوم بچہ جو نہ سوتیلی جانتا تھا نہ سگی..... مگر آج ممتا سے محروم زندگی ہوسٹل میں گزار رہا تھا۔ کیا اس کے اندر کی یہ تنہائی، یہ محرومی ختم ہو جائے گی.....؟ کبھی نہیں وہ ہمیشہ سے محروم رہے گا اور میں ہمیشہ اس کے انتظار میں بانہیں پھیلائے اس کے دماغ سے اس نقش کو مٹانے کوشش کرتی رہوں گی۔ کاش میرا اپنا کوئی بچہ ہوتا..... تو میں اور میری ممتا یوں سسکتی تو نہ رہ جاتی..... مگر میں بھی ان کم نصیب ماؤں میں سے ہوں۔ جو اس دولت سے محروم رہتی ہیں۔ مگر میں تو ان سے بھی زیادہ کم نصیب ہوں میرے پاس میری اولاد ہے مگر..... اس کے اور میرے درمیان دیواریں کھڑی ہیں۔ جنہیں توڑنا میرے بس کی بات نہیں .....کاش! ایک بار

❁❁❁

www.urduchannel.in

فیصلہ

اسماء نے روتے ہوئے گھر میں قدم رکھا

امی برتن دھو رہی تھیں..... اچانک اس طرح اسماء کے آنے سے ایک دم پریشان سی ہو اٹھیں۔

''امی.....!''

اسماء کی رندھی ہوئی آواز نے انہیں اور پریشان کر دیا۔

''کیا ہوا ہے میری بچی.....!''

انہوں نے ہاتھ دھوتے ہوئے اسماء سے پوچھا اور جلدی سے اٹھ گئیں۔

''امی ..... اب میں کبھی اس گھر میں نہیں جاؤں گی .....شکیب اور سب لوگ..... بہت خراب لوگ ہیں..... ہر وقت مجھے ٹارچر کرتے رہتے ہیں۔''

اسماء نے باقاعدہ روتے ہوئے امی سے کہا۔

''کیا پھر..... کچھ ہوا.....؟''

امی نے اسماء کا برقع اتارتے ہوئے پوچھا۔

''وہی اپنی امی کے کہنے میں .....اور کیا.....! ہر وقت بس ان ہی کی بات سنتے ہیں۔ میں.....تو بہت پریشان ہو گئی ہوں .....کیا اس لیے آپ نے میری شادی کی تھی کہ میں گھر میں قید ہو کر رہ جاؤں۔''

اسماء نے پھر روتے ہوئے کہا۔

''چپ ہو جا.....اس بار انہیں سبق سکھانا ہی پڑے گا..... میں پاپا سے کہہ کر سب

www.urduchannel.in

کو بلا کر مشورہ کرتی ہوں۔ میری بچی..... چپ ہو جا۔''

اور پھر سب لوگ دوسرے دن صبح صبح اسماء کے گھر جمع ہو گئے۔ کمرے میں ایک طرف خاندان کی بہت سی قریبی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں اور ایک ہی موضوع پر بات کر رہی تھیں۔ ایک صاحبہ.....

''ارے وہ لوگ تو مجھے پہلے ہی دن اچھے نہیں لگے ..... مجھے انہیں دیکھ کر ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کچھ نہ کچھ گل ضرور کھلائیں گے۔ اللہ خیر کرے.....''

دوسری نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی.....

''ارے یہی میرا بھی خیال ہے۔ شکل بھی ان کی اللہ توبہ ایسی لگتی ہے..... میری بیٹی تو دیکھتے ہی ڈر گئی۔ امی یہ لوگ ہیں وہ؟ نہ پہننے کا سلیقہ نہ اٹھنے کا..... بس کسی کی بیٹی کو کوئی لے کر جائے تو اپنی بیٹی کی طرح رکھے۔''

''ہاں بھیا زمانہ بہت خراب ہے۔''

کسی کی آواز آئی۔ تیسری خاتون نے پان منہ میں رکھتے ہوئے بولنا شروع کیا.....

''اچھا خاصا سب کچھ دیا بھی تھا..... مگر ایسے خراب لوگ کہ بچی کو چین نہ لگنے دیا..... حال دیکھو کیا ہو گیا ہے ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ گئی ہے۔''

''مگر.....!''

اسماء نے کچھ بولنا چاہا.....

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے وہ تو.....!''

''ارے چپ کر ایسی باتوں میں لڑکیاں نہیں بولتیں۔ بس اب بڑوں کو کرنے دے جو کرنا ہے..... ارے تجھے ساری عمر اس جہنم میں تھوڑی جھونکیں گے۔ ہم کیا مر گئے ہیں.....؟''

''مگر..... میری بات تو سنیے.....!''

مگر اسماء کی کمزور سی آواز سننے والا وہاں کوئی نہیں تھا..... اسماء نے گھبرا کر امی کی

www.urduchannel.in

طرف دیکھا..... انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں چپ رہنے کا اشارہ کیا..... اور سب کی سنتی رہیں.....

''ارے جب ہم ان کے گھر گئے تھے تو کیسی تنقیدی نظریں تھیں اور پھر بچی کے جہیز کا سارا سامان نکال لیا..... کیا بالکل فقیر ہیں..... ماں باپ اتنے ارمان سے اپنی بچی کو سامان دیتے ہیں..... یہ تھوڑی کہ سسرال والے استعمال کرنے لگ جائیں۔''

''ارے..... تائی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بات اصل یہ نہیں ہے کہ میرا سامان استعمال ہو رہا ہے..... بلکہ اصل بات تو کچھ اور ہی ہے.....''

''تو پھر بولی..... ارے خود ہی فیصلہ کرنا تھا تو یہ سب کو جمع کیوں کیا..... پترا بھی تجھے دنیا کی خبر نہیں ہے.....''

''ہاں میری بچی اور وہ شگفتہ کی خالہ کی بیٹی کا قصہ.....''

''کون.....؟''

''ارے وہی جسے ابھی پچھلے مہینے طلاق ہوئی ہے.....''

''اچھا اچھا..... دیکھو کس ٹھاٹھ سے خاندان والے رکھے ہوئے ہیں۔''

اسماء کے ذہن میں شگفتہ آنٹی کی بیٹی کے ٹھاٹھ گھوم گئے۔ ایک بار گئی تھی طلاق کو بیس دن ہوئے تھے لگ رہا تھا گھر کی نوکرانی ہے..... برتنوں کا ڈھیر دھو رہی تھی۔ اس کے بعد گھر بھی دھونا تھا..... اس کی آنکھوں میں اپنا گھر کھونے اور اپنا شوہر کھونے کا دکھ اور دوسروں کی چاکری کرنے کا درد صاف دکھ رہا تھا..... اگر یہی سب وہ اپنی سسرال میں کر رہی تھی تو اس پر ظلم ہو رہا تھا۔ بلکہ وہاں تو پانچ لوگوں کے ہی برتن دھونا پڑ رہے تھے اور یہاں تین تین فیملیز تھیں..... پھر وہاں اپنا گھر ہونے کا جو سکھ تھا اور یہاں کسی ایک کا بھی موڈ خراب نہ ہو یہ ڈر اسے ہر وقت اسے ہر ایک کی خدمت میں حاضر رکھے رہتا تھا۔ پھر بھی ہر ایک کی ترس بھری نگاہ اس پر تھی۔ اسے بہت پچھتاوہ تھا۔ اسماء نے اس کا درد محسوس کیا تھا۔ اسماء نے گھبرا کر باہر کی طرف دیکھا جہاں سارے مرد جمع تھے اور اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ اسے باہر سے اس کے بڑے چاچا کی آواز آئی۔

www.urduchannel.in

''پھر اب کیا کرنا ہے.....؟''

''ارے کرنا کیا ہے.....!''

کسی کی آواز آئی.....سالوں کو مزہ چکھادو.....اور اسماء کو طلاق دلوادو.....جوتیاں توڑتے پھریں گے پھر بھی اسے خاندانی لڑکی نہیں ملے گی....اپنے باپ کے گھر رہے گی۔''

''بھیا.....''

دوسرے صاحب نے ٹوپی اتار کر سر کھجاتے ہوئے کہا.....

''مجھے تو وہ لوگ نکاح کے وقت ہی بڑے کھڑوس لگے تھے۔ جب میں نے کہا کہ مہر پچاس ہزار بنے گا۔تو دولہا کیسے بولا تھا.....

''نہیں میری اتنی حیثیت نہیں کہ میں پچاس ہزار دے سکوں.....''

''کتنی بحث ہوئی تھی مگر بارات آچکی تھی عزت کا سوال تھا۔اس لیے اس کی حسب حیثیت مہر باندھ دیا گیا.....ورنہ اگر میری بیٹی ہوتی تو اسی وقت بارات چلتا کر دیتا۔''

''ارے مہر کون سا دینے کی چیز ہے..... برادری میں لوگوں میں شان بڑھ جاتی ہے۔اس کی اونچی رقم سن کر، آج تک کسی نے پوچھا کہ فلاں فلاں کے اتنے مہر بندھے تھے دیے کہ نہیں.....مگر.....میاں.....بس.....!''

''ہاں میاں.....بس جوڑی تھی ورنہ جب ہم لوگ ان کے گھر گئے تھے تو بس ناشتہ ایسا کرایا تھا کہ اللہ توبہ.....اس وقت کچھ نہیں کہا مگر.....آج جب بات کھلی ہے تو.....''

''اجی .....وہ لوگ.....رشتہ کرنے کے قابل ہی نہیں تھے۔مگر ہم تو بولے ہی نہیں جس کی مرضی وہ جانے.....میاں ہر بات میں تو لڑکے کے ابا شریک تھے اور اس کا بھائی کیسا غصہ والا ہے.....کیسا غصہ کر رہا تھا۔نکاح کو ذرا دیر ہوگئی تھی تو؟''

''ارے آپ لوگ وقت کے پابند نہیں ہیں.....''

''ارے ہوجاتا ذرا دس پندرہ منٹ بعد کون سا قیامت آجاتی.....بس.....''

کسی کی آواز آئی.....

''مگر اسماء سے تو پوچھ لو.....وہ کیا چاہتی ہے.....''

www.urduchannel.in

''کیا پوچھ لو.....اسماء سے.....؟''

بڑے چاچا نے آستین اونچی کرتے ہوئے غصہ سے کہا:

''زندگی کا فیصلہ وہ کرے گی یا ہم سب کو جمع کیا گیا ہے.....اچھا ہے بچی کی جان چھوٹے گی.....میرے ایک ملنے والے ہیں.....ان کا بیٹا طلاق شدہ ہے جھٹ بیاہ کرادوں گا.....''

اسماء کے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی.....''یہ ہو کیا رہا ہے.....؟اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا.....یہ اتنا سا مسئلہ اتنا بھیانک روپ اختیار کرلے گا.....ایک طرف ساری عوتیں جمع ہیں ایک طرف سارے خاندان کے مرد جمع ہیں اور ہر کوئی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے اس کا گھر توڑوانے کا کہ اس مشورہ دینے والی کی بات اونچی ہوجائے.....امی اور پاپا الگ سب کی ہاں میں ہاں ملائے اس طرح بیٹھے ہیں جیسے انہوں نے کون سا گناہ کردیا ہو.....کوئی میری بات سننے کو تیار نہیں.....کسی نے شکیب سے ایک بار پوچھا بھی نہیں.....اگر اس طرح میں چپ رہی تو.....!میرا تو گھر بگڑ جائے گا.....میری بات سننے کو کوئی تیار ہی نہیں.....نہ ہی کوئی شکیب سے بات کرا رہا ہے۔یہ مسئلہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا.....اس طرح تو میری زندگی برباد ہوجائے گی.....شاید میری ہی غلطی تھی جو میں نے چھوٹی چھوٹی باتیں میکے میں آآ کر کہنا شروع کردیں.....اور سب نے ان کو اتنا بڑا مسئلہ بنالیا۔ہر کوئی ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا ہے ان سب کی برائیاں کر کر کے۔جو باتیں آج تک کسی کی زبان پر نہیں آئی تھیں نہ جانے کیا کیا سامنے آنے لگا۔اور اصل مسئلہ کہیں ان سب کے نیچے گم ہوکر رہ گیا.....کیا تھا صرف اتنا کہ شکیب غصہ کے تیز ہیں اور ان کی ایک ذرا سی بات نے مجھے غصہ دلا دیا کہ میں روٹھ کر گھر آگئی اور امی کو سب کچھ رو رو کر بتادیا.....ان کا غصہ بھی کوئی بے جا نہیں تھا۔میں صرف اتنا چاہتی تھی کہ شکیب کے ساتھ کہیں گھومنے جاؤں ہر مہینہ میں ایک بار تو چلی ہی جاؤں اور اب کئی مہینوں سے شکیب ٹالے جارہے تھے اور میرا پارہ ہائی ہوتا چلا گیا.....اور میں غصہ میں میکے چلی آئی.....شاید میکہ اتنا قریب ہونا بھی ٹھیک نہیں ہے کہ لڑکی ہر چھوٹی چھوٹی بات میکے میں آکر کہنے لگ جائے یا پھر

www.urduchannel.in

.....اسے اپنے اندر اتنی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے..... کہ حالات کو سمجھے اور اس کا حل اسی گھر میں رہ کر نکالنے کی کوشش کرے..... یہ چھوٹی چھوٹی باتیں تو زندگی ہونے کا احساس دلاتی ہیں ۔اگر اس طرح سب کرنے لگ جائیں تو کبھی کسی کا گھر بس ہی نہ پائے..... کچھ بھی تو برائی نہیں ہے ان بے چارے لوگوں میں صرف اس کے کہ نہایت شریف اور سادہ دل لوگ ہیں تصنع سے دور بناوٹ سے پاک.....

.سادگی پسند اور کیا ہوا اگر شکیب نے میری یہ بات نہ مانی تو اس سے پہلے تو ہزاروں خواہشیں میری انہوں نے پوری کی ہیں ۔اس وقت میں نے سب کو جمع کر کے یہ نہیں کہا کہ..... میری سسرال والوں کی تعریف کریں..... غلطی میری ہے..... یا مجھ جیسی ہر لڑکی کی جو اپنی سسرال کی اچھائیاں تو دبا جاتی ہے اور ہر چھوٹی سی برائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرتی ہے..... مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا..... نہیں تو یہ لوگ.....''

اس نے اندر سے برابر آتی بحث وتکرار کو سنا.....اور خاموشی سے برابر والے گھر میں چلی گئی۔

''ہیلو.....ہیلو.....شکیب..... میں اسماء بول رہی ہوں۔''

''ہوں..... بولو..... کیا بات ہے.....''

''شکیب..... میں واپس اپنے گھر آنا چاہتی ہوں..... پلیز''

''تو آجاؤ..... کس نے منع کیا ہے..... میں تو لینے آؤں گا نہیں..... کل تمہارے چاچا ملے تھے..... بڑی خونخوار نظروں سے مجھے گھور رہے تھے۔ کہہ کر گئے ہیں..... ہماری بیٹی کو بہت ستاتے ہو جیل کی ہوا نہ کھلوائی تو ہمارا نام نہیں.....''

''شکیب..... پلیز ایسا کریں..... مجھے کافی کارنر میں ملیں..... ابھی آدھے گھنٹے کے بعد..... پھر میں آپ کے ساتھ گھر واپس چلوں گی پلیز..... شکیب!

'ٹھیک ہے..... اسماء..... میں پہنچ جاؤں گا۔''

اسماء نے گھر کا جائزہ لیا ابھی سب بڑے موڈ میں بیٹھے تھے۔ سب اس کی سسرال والوں کی برائیاں کرنے میں لگے پڑے تھے..... عورتیں الگ انداز میں برائیاں کر رہی

www.urduchannel.in

تھیں ۔اتنی دیر میں امی نے ناشتہ بھی لگا دیا تھا۔ دال موٹھ، بسکٹ سب منہ چلا رہے تھے۔ چائے کی چسکیاں لی جا رہی تھیں..... مرد بھی بڑے موڈ میں باتیں کر رہے تھے اور اسماء کا گھر بگاڑنے کا مشورہ بڑے زور وشور سے چل رہا تھا۔ اسماء کہاں ہے کسی کو خبر نہیں تھی..... اسماء نے اپنا پرس اٹھایا اور برقع لے کر باہر نکل گئی.....

اس نے نظریں دوڑا کر دیکھا شکیب اسے ایک ٹیبل پر بیٹھے کسی سے فون پر بات کرتے نظر آئے..... اس نے جلدی جلدی قدم بڑھائے..... شکیب نے فون پر بات کرتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا.....

''ٹھیک ہے ٹھیک جیسا آپ لوگ سمجھیں..... ہم تیار ہیں۔''

اس نے فون بند کیا۔

''کیسی ہو اسماء.....؟''

اسماء نے ڈبڈبائی نظروں سے شکیب کو دیکھا اسمارٹ سا بندہ اسے چاہنے والا..... کیوں وہ اس سے گلہ کر بیٹھی.....

''ٹھیک ہوں۔''

''اسماء تمہارے تایا کا فون تھا کہہ رہے تھے۔ شام کو اپنے ابا کو لیکر آجانا..... اسماء کا فیصلہ کرنا ہے.....'' شکیب نے اسماء کو بتایا۔

''نہیں..... نہیں شکیب..... مجھے کوئی فیصلہ نہیں چاہیے میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں..... اپنے گھر اپنی فیملی کے ساتھ اپنے دیور نند کے ساتھ.....''

''مگر.....!''

شکیب نے کچھ کہنا چاہا.....

''وہ سب تو پاگل ہو گئے ہیں۔ میری بات تو کوئی سننے کو تیار ہی نہیں سب کو اسماء کا فیصلہ کرانا ہے..... شکیب میری غلطی تھی۔ مجھے احساس ہو گیا ہے۔ پلیز..... چلو ہم آج ایک وعدہ کریں..... کہ ہم دونوں کے بیچ کی جو بات ہوگی اسے نہ تم اپنے گھر والوں کو بتاؤ گے اور نہ میں..... بس ہم خود ہی اپنے مسائل کو سلجھانے کی کوشش کریں گے..... اور میں ہمیشہ اپنے

www.urduchannel.in

گھر کو اپنا گھر سمجھ کر رہوں گی..... میں نے یہ سب نہیں چاہا تھا..... پلیز.....''

اسماء کی آنکھوں میں پشیمانی کے آنسو تھے..... جو گر رہے تھے۔

''نہیں اسماء..... اب کچھ نہیں ہوگا..... غلطی میری بھی ہے ..... مگر تمہیں اس طرح گھر چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔ وہ گھر تمہارا ہی ہے تمہارا ہی رہے گا۔ اس طرح اسے بار بار چھوڑ کر خود کو کمزور کیوں محسوس کرتی ہو۔ کیا زندگی کے مسائل اس طرح حل ہو سکتے ہیں۔ وہ گھر تمہارا ہے..... ہم سب تمہارے تم ہماری ہو..... چلو..... اب آنسو پوچھو اور ایک اچھا سا ڈنر کرتے ہیں..... پھر رات کو تمہارا فیصلہ کرنے بھی جانا ہے.....''

شکیب نے ویٹر کو آواز دیتے ہوئے اسے چھیڑا۔

''پلیز شکیب.....''

اسماء نے مسکراتے ہوئے کہا..... اور کھانا کھانے لگی۔ پھر وہ دونوں ہنستے مسکراتے ہوئے گھر چلے گئے..... اپنے گھر..... جہاں اسماء کی ساس نے بڑھ کر اسے گلے لگایا..... اور اس کو اس کے کمرے میں بھیج دیا.....

''ہیلو..... ہاں بھائی..... کیا ہوا یہاں سب انتظار کر رہے ہیں۔ کہاں ہو تم اور تمہارے ابا جان..... آخر ہماری بچی کے مستقبل کا سوال ہے..... ہمیں تو کوئی اہم فیصلہ لینا ہی ہے.....''

اسماء کے چچا جان کا فون تھا۔ شکیب نے اسماء کے کان پر فون لگا دیا..... اور خود مسکرانے لگے اسماء نے چچا جان کی آواز سنی..... اس کو ایک بار پھر غصہ آ گیا..... کیسے لوگ ہیں یہ جس کا فیصلہ کرا رہے ہیں اس کی کوئی خبر نہیں وہ دوپہر سے اب تک کہاں ہے.....''.ہوں.....''

''ہیلو..... چچا جان میں اسماء بول رہی ہوں.....''

اسماء کی آواز شکیب کے موبائل سے سن کر چچا جان نے موبائل کو حیرانی سے دیکھا اور پھر اسے کان پر لگا لیا.....

''ہیلو.....''

www.urduchannel.in

''ہیلو..... میں اسماء بول رہی ہوں..... اور مجھے اپنے شوہر سے اپنی سسرال سے کوئی شکایت نہیں ہے..... میں اپنے گھر ہوں اور خیریت سے ہوں اور مجھے کوئی فیصلہ نہیں کرانا ہے..... خدا حافظ.....''

شکیب نے مسکرا کر اسماء کو دیکھا اور دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے وقت رہتے اس عورت کو عقل دے دی۔ نہ جانے کتنی لڑکیاں یوں ہی نادانی میں اپنا گھر بگاڑ بیٹھتی ہیں اور تمام عمر پچھتاتی رہتی ہیں.....

''ارے کیوں مایوس کر دیا..... میں تو سوچ رہا تھا ہم دونوں چلتے ہیں۔''

''کوئی ضرورت نہیں..... مجھے کوئی فیصلہ نہیں چاہیے اور نہ ہی کسی سے کچھ کہنا ہے..... ان بڑوں سے تو ہم چھوٹے اچھے..... مجھے میرا گھر چاہیے اور آپ کا ساتھ.....''

اس نے آنکھیں بند کر کے شکیب کے کاندھے پر سر رکھ دیا۔ اور ایک اطمینان کی سانس لی.....

❁❁❁

www.urduchannel.in

لو میرج

''ممی مجھے عبیر سے شادی کرنا ہے۔آخر آپ لوگوں نے سوچ کیسے لیا کہ میں اس شخص سے شادی کرلوں جسے میں نے دیکھا بھی نہیں ہے۔''

''رشنا بیٹی!ابھی صرف رشتہ آیا ہے اور ہم لوگ تمہیں پورا موقع دیں گے تم اس لڑکے سے مل لو ملاقات کر کے اپنی تسلی کرلو۔یہ بات غلط نہیں ہے تمہاری پسند ہوگی تبھی بات آگے بڑھے گی.....وہ نہ صرف لڑکا اچھا ہے بلکہ گھرانا بھی ہمارے تمہارے لحاظ سے اچھا ہے بیٹی شادی کے لیے.....''

''بس مجھے اویس سے شادی نہ کرنا ہے نہ دیکھنا ہے.....میں عبیر کو دو سال سے جانتی ہوں۔اور ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں۔بہتر یہی ہوگا کہ آپ دونوں مجھے عبیر سے شادی کے لیے رضامندی دیدیں۔''

ماں باپ نے ایک دوسرے کو دیکھا.....

''ٹھیک ہے رشنا.....اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو بیٹا ہم تو والدین ہیں جو ہر حال میں بچوں کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں .....تم یہ شادی کرلو۔شادی تو تمہیں عبیر سے ہی کرنا ہے۔اس لیے بہتر یہی ہوگا کہ ہم اپنی سرپرستی میں کرائیں۔ہمیں بتادینا کب کرنا ہے شادی ہم انتظامات کرادیں گے۔خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔''

☆.....☆.....☆

''عبیر ممی پاپا مان گئے.....اب بس جلدی سے بتاؤ کہ شادی کب کریں.....''

رشنا نے خوش ہوتے ہوئے عبیر کو خبر دی.....

''ہاں رشنا میرے گھر والے بھی تیار ہیں ممی تو بہت خوش ہیں کہ اتنے بڑے

www.urduchannel.in

خاندان کی بیٹی ان کے گھر بہو بن کر آرہی ہے۔بہت جلد ہی میری ممی تاریخ طے کرنے تمہارے گھر آنے والی ہیں۔''

☆.....☆.....☆

آج ہماری شادی ہوگئی مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا.....''

رشنا نے اپنے بھاری بھرکم لہنگے کو سنبھالتے ہوئے عبیر سے کہا.....

''ہاں رشنا مجھے تو لگا تھا کہ ہمیں اپنے والدین کو منانے میں بہت وقت لگے گا۔مگر دونوں کے والدین ہی بہت جلد مان گئے.....''

عبیر نے بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے کہا اور آنے والی زندگی کے سپنوں میں کھو گیا جہاں اس کی ہم سفر رشنا تھی.....

☆.....☆.....☆

''کیا بات ہے رشنا تمہارا موڈ کئی دن سے بہت خراب ہے.....''

عبیر نے ہاتھ میں پکڑے کپڑے صوفے پر پھینکتے ہوئے کہا.....گیلی تولیہ کرسی پر ڈالی اور بیڈ پر دراز ہوگیا.....

''بات مت کرو مجھ سے .....دو ماہ ہوگئے اس گھر کو دیکھتے ہوئے یہ کوئی گھر ہے.....کیسے لوگ ہیں تمہارے گھر والے.....اور تم.....ذرا تمیز نہیں تمہیں، یہ گیلی تولیہ کوئی کرسی پر ڈالتا ہے.....!اسے وہاں ٹانگ نہیں سکتے تھے۔ہاتھ کے کپڑے صوفے پر ارے کچھ تربیت ہے کہ نہیں.....دو مہینے ہوگئے تمہیں بھی دیکھتے ہوئے مجھے تو لگتا ہے تم بھی اب وہ نہیں رہے.....جو پہلے تھے۔''

''یہ کیا بکواس کررہی ہو تم .....میں وہی ہوں جو تمہاری پہلی اور آخری محبت تھا.....جس کے بغیر تم ایک سانس بھی نہیں لے سکتی تھیں.....جس کی ہر ادا تمہیں سب سے نرالی لگتی تھی دنیا کی سب سے مختلف نظر میری تھی.....آج مجھ میں کیا ہوگیا۔''

''بھول تھی میری دماغ خراب کردیا تھا میرا محبت نام کے کیڑے نے.....کیا عادتیں ہیں تمہاری.....شادی سے پہلے تو تم نے کبھی سگریٹ نہیں پی.....اور اب تم اکثر یہ

www.urduchannel.in

کام کرتے ہو۔گھر پھیلانے میں تم اول نمبر ہو.....بچوں کو بھی مات کر دیا ہے تم نے ہر کام میں اتنی جلدی سوار رہتی ہے کہ بس.....اور تمہارے گھر والے تمہاری امی.....توبہ.....کوئی کام سلیقے سے نہیں کرتیں سوائے تیری میری برائیاں کرنے کے.....بہنیں جنہیں بولنے کا سلیقہ نہیں سکھایا گیا..... پڑھی لکھی ہونے کے باوجود جاہل لگتی ہیں.....ہنستی ہیں تو ایسے جیسے سارے پتھر ٹوٹ گئے۔بات کرتی ہیں تو تھوک باہر آتا ہے.....اور گھر کا ماحول.....اف کیا کہنے.....کھانے سے لے کر سونے تک سب وہی بے ترتیبی..... مجھے تو دو مہینے بھی دو سال لگنے لگے ہیں۔مجھے لگتا ہے.....میرا فیصلہ بالکل غلط تھا..... عبیر میں اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔مجھے الگ گھر چاہیے رہنے کے لیے.....''

''کیا کہا الگ گھر.....رشنا یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں اپنے گھر والوں کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا اور تمہیں اپنا جواب بھی یاد ہوگا۔''عبیر میں تمہارے ساتھ جھونپڑے میں بھی رہ لوں گی۔تمہارے گھر والے جیسے بھی ہوں گے میرے اپنے ہوں گے۔میں ان کے ساتھ خوش رہوں گی.....بس!''

''ہاں..... ہاں یاد ہے سب.....اس وقت مجھے عقل کہاں تھی!تمہاری محبت جنون بن کر رگوں میں جو دوڑ رہی تھی اور عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔بس تمہیں پانے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ اپنے والدین کا صحیح فیصلہ غلط لگنے لگا تھا اور وہ اپنے سب سے بڑے دشمن.....محبت وہ بھی چند دنوں کی محبت نے دیوانہ بنا دیا تھا۔مت چھوڑو اپنے گھر والوں کو.....مگر مجھے چھوڑ دو.....''

''ہاں.....ہاں میں بھی پاگل ہوگیا تھا جو اس وقت مجھے دنیا میں تمہارے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔شادی کرتے ہی عقل آ گئی پتہ چل گیا کہ تم کیا ہو جو میری خوبیاں تمہیں سب سے الگ لگا کرتی تھیں میرا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا اور میری باتیں کرنا..... وہی آج میرا عیب بن گیا۔ارے چلی جانا صبح اپنے مائیکے جہاں تمہارے والدین شاید اب کوئی صحیح فیصلہ کر دیں۔''عبیر نے تکیہ پٹخا اور کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

☆.....☆.....☆

www.urduchannel.in

''ممی اب آپ ہی بتائیے.....ان حالات میں اس ماحول میں..... میں کس طرح اس گھر میں رہ سکتی ہوں..... مجھے تو دو مہینے میں ہی ایسا لگنے لگا ہے کہ میں نہ جانے کن جاہلوں میں آ گئی ہوں خود اپنی نظروں میں اپنا آپ عجیب لگنے لگا ہے۔اگر انہیں سدھارنے کی کوشش کرتی ہوں تو سب لڑنے بیٹھ جاتی ہیں اور عبیر وہ تو.....میری کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں.....''

ماں نے سر پکڑے پکڑے اپنی اس بیٹی کو دیکھا جو کل ان سے عبیر سے شادی کرنے کی ضد پر اڑی ہوئی تھی اور ان کی رائے اسے زہر لگ رہی تھی۔باپ نے سگار کا کش لے کر بیوی کو دیکھا۔دونوں کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے۔کیونکہ رشنا عبیر سے طلاق چاہ رہی تھی۔

''صرف دو ماہ میں محبت کی شادی کا یہ انجام.....؟''

باپ نے بات شروع کی.....

''رشنا بیٹا!کل بھی فیصلہ تم نے کیا تھا اور آج بھی فیصلہ تمہارا ہوگا کیونکہ ہم تو اب بوڑھے ہو چکے ہیں.....ہمیں کہاں اب بدلتی دنیا کی سمجھ رہی ہے ہمارے خیالات اب پرانے ہوگئے ہیں۔مگر.....!بس یہی باتیں ہیں جو والدین کی پارکھی نظریں دیکھ لیتی ہیں.....اولاد اپنے لیے نہیں دیکھ پاتی..... بیٹی شادی صرف جذباتی فیصلہ نہیں ہوتا۔یہی دیکھ بھال ماں باپ کرتے ہیں کہ جس ماحول میں انہوں نے اپنی اولاد کی پرورش کی ہے وہی ماحول دوسرے گھر میں ہے کہ نہیں.....گھر کا ماحول، گھر کی تربیت.....اور جن باتوں کا وہ اندازہ نہیں لگا پاتے ہیں انکی انکوائری آس پاس کے لوگوں،ان کے رشتہ داروں سے مل کر کر لیتے ہیں۔یہی وہ نظریں ہوتی ہیں جنہیں جوہری کی نظر کہا جاتا ہے۔ صرف چند دن گھر کے باہر محبت کرنے سے ہمیں زندگی بھر کا بھروسہ نہیں مل جاتا۔اس وقت تو ہم صرف وہی شخصیت دیکھ پاتے ہیں.....جس کی باہر کی دنیا کو ضرورت ہوتی ہے جس سے باہر والے واہ واکریں مگر اصل زندگی تو گھر کے اندر سے ملتی ہے کہ ہماری اولاد اس ماحول میں ایڈجسٹ ہوسکتی ہے یا نہیں اور اسی لیے والدین کے کرائے رشتے پائیدار

www.urduchannel.in

ہوتے ہیں اور خود کے منتخب کردہ زیادہ تر ناکام .....کاش تم نے یہ بات سمجھ لی ہوتی اور اس لو میرج کی ضد نہ کی ہوتی تو .....آج تمہاری زندگی میں اس وقت یہ مقام نہ آتا جس وقت زندگی جینے کی عمر ہوتی ہے ..... بیٹی دو مہینے میں تو دلہن کا گھونگٹ بھی ٹھیک سے نہیں کھلتا ہے اور تم ..... .طلاق کی بات کر رہی ہو.....مگر اب بھی جو فیصلہ کرو سوچ سمجھ کر کرنا کیونکہ ہم تو اب اس دنیا کی سمجھ کھو چکے ہیں ۔ ہمارے خیالات اب پرانے ہیں.....آخر زندگی تو تمہاری ہے۔''

❁❁❁

www.urduchannel.in

بٹوارہ

''ارے اماں ابا کی خدمت کرنے کے سوائے اور کوئی چارہ بھی تو نہیں....اگر ان کی اتنی بڑی جائداد چاہیے تو یہ تو کرنا ہی پڑیگا.....''

جاوید نے اپنی ناراض ہوتی بیوی کو سمجھایا۔

''مگر کب تک..... چھ سال ہو گئے یہی کہتے ہوئے.....ابھی تک تو ایک ناک کی لونگ بھی نصیب نہیں ہوئی.....''

نجمہ نے غصہ سے میاں کے ہاتھ جھٹک کر کہا....

''بس.....جب تک بھی ان کی زندگی ہے.....یہ تو کرنا ہی ہوگا.....اور پھر دونوں بھائی بھی تو اسی کوشش میں لگے ہیں.....وہ کون سا پورے سال تمہارے پاس رہتے ہیں۔بس ان کا ٹھکانہ یہی گھر ہے وہ بھی شاید اس لیے کہ یہ وہی پرانا گھر ہے جسے ان دونوں نے محبت سے خرید کر بنوایا تھا اور دیکھ لو.....تیس سال پہلے بنا یہ مکان آج بھی نئے مکانوں کو شرمندہ کرتا ہے۔ماننا پڑے گا میرے ابا کی دانائی کو.....''

''ہاں یہ تو ہے.....''

نجمہ نے فرحان کو سیدھا کرتے ہوئے کہا.....

''چلو جب بھی اللہ کا حکم ہو میں تو کہتی ہوں یہیں سے دونوں رخصت ہوں تا کہ دنیا والوں کو بھی پتا چلے کہ ہم نے ان کا کتنا خیال رکھا.....اور آخری وقت ہم ہی ان کے ساتھ تھے.....چلوں بھئی.....ابھی اماں کی خدمت میں گرم پانی کی بوتل رکھنی ہے۔''

نجمہ نے جوڑا بناتے بناتے چپل پہنے اور باہر آنے لگی۔ابا خاموشی سے دیوار کی آڑ میں ہو گئے.....اور نجمہ کے جانے کے بعد ایک تلخ سی مسکراہٹ لیے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

www.urduchannel.in

☆.....☆.....☆

''اٹھیے بھئی آج آپ کے امی ابا آنے والے ہیں۔شجاع صاحب اٹھیے.....اب وہ پورے دو مہینے یہاں رہیں گے اور مجھے مسکرا مسکرا کر ان کی خدمت کرنا ہوگی.....آفٹر آل ان کے سونے کے بٹن جو الگ سے لینے ہیں۔زمین جائیداد میں تو خیر کسی کو زیادہ کسی کو کم نہیں ملے گا..... بھائی جان پہلے ہی کہہ چکے ہیں.....اگر ایسا ہوا تو وہ ایسا ہونے نہیں دیں گے۔ہاں باقی اماں ابا اپنے پرسنل سامان میں سے کسی کو کچھ بھی دیں انہیں کیا.....ہاں بھئی.....آخر ان کے پاس کس چیز کی کمی ہے۔''

''کیا یہ صبح صبح بک بک لگا رکھی ہے.....اگر ابا اماں آ بھی رہے ہیں تو کیا قیامت آ گئی.....تمہیں میرے ماں باپ اتنے کھلتے کیوں ہیں.....؟''

''کیا کہا.....کھلتے کیوں ہیں.....؟ارے آپ دیکھتے نہیں کس طرح وہ پورے گھر کو اپنا گھر سمجھ کر حکم چلاتی پھرتی ہیں۔کیسے خدمت لیتی ہیں.....ہوں.....میرا بس چلے تو یہاں آنے ہی نہ دوں.....بس خوف خدا آتا ہے.....زمانہ کیا کہے گا.....''

''چلیے اب اٹھیے.....وہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔اماں ویسے بھی وقت کی بہت پابند ہیں۔گیارہ بجے کہا ہے تو گیارہ بجے آ ہی جائیں گی.....''

☆.....☆.....☆

''اماں بہت دل چاہ رہا تھا آپ کے لیے.....''

کلثوم نے نہایت سلیقہ سے اداکاری کی اور اماں کے ہاتھ سے بیگ لے کر اپنے کاندھے پر ڈال لیا.....

''اتنے دن کیوں لگا دیے آنے میں.....یہ گھر آپ دونوں کے بغیر بہت سونا سونا لگتا ہے۔''

شیریں نے نہایت حیرانی سے صبح کمرے میں بات کرتی ممی کو اور اس وقت دادی امی سے بات کرتی ممی کو دیکھا.....اور حیران رہ گئی۔اس کی سمجھ میں یہ تبدیلی بالکل نہیں آئی۔وہ دوڑ کر دادا سے لپٹ گئی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اندر چلی گئی.....کلثوم کئی بار اماں کے گریبان پر نظر

www.urduchannel.in

ڈال چکی تھی۔مگر.....اس بار ان کے بھاری بھاری سونے کے بٹن غائب تھے۔اور یہی دیکھ اس کا دل دھڑک رہا تھا کہ کہیں نجمہ نے تو اپنی لڑی چپڑی باتوں سے اماں کو نہیں ٹھگ لیا.....خیر.....کیا ہوا اگر بٹن چلے گئے تو اس کی نظر اماں کے کانوں پر گئی جہاں ایک سے ڈیزائن کی پانچ بالیوں کا سیٹ (بڑی پھر اس سے چھوٹی) کی ترتیب سے ان کی کان میں اوپر چمک رہا تھا۔اسے یہ بالیاں بھی بہت خوبصورت لگا کرتی تھیں.....مگر اس کے حساب سے بٹن زیادہ وزنی تھے اس لیے اس نے بٹنوں پر نظر رکھ چھوڑی تھی.....بیچاری کو بہت بے دلی سے اماں کی خدمت کرنا پڑتی تھی۔کیونکہ اگر ایسا نہ ہوا تو نہ جائیداد سے کچھ ملتا اور نہ ان کے زیورات میں سے کچھ.....اس لیے اس کے خیال میں بوڑھے ساس سسر کی خدمت کرنا اس کا فرض بنتا تھا اور جسے وہ بادل نخواستہ نبھا رہی تھی.....

''کچھ بھی ہو.....اماں ابا کا بڑھاپا سکھ چین سے کٹ رہا ہے....

''اکثر کلثوم سوچا کرتی تھی۔

☆.....☆.....☆

''بھائی جان کا فون آیا تھا.....ابا آپ کو بلانے کا.....کہہ رہے تھے فرحانہ اور بچے بہت یاد کر رہے ہیں۔پھر سردی بھی بڑھ جائے گی اور بڑھتی سردی میں ادھر ادھر جانا ٹھیک نہ ہوگا اس لیے ان کا خیال ہے کہ اب آپ ان کے غریب خانہ چلے جائیں.....''

شجاع.....نے کھانا کھاتے میں ابا کو اطلاع دی۔ابا نے مسکرا کر اماں کو دیکھا.....بڑی عجیب مسکراہٹ تھی۔وہ جو سمجھ نہ سکے.....

''کیوں بیگم.....کیا خیال ہے.....''

''ہاں بھئی.....بچوں کا دل تو رکھنا پڑے گا۔''

اماں نے درد ہوتے گھٹنے کو دباتے ہوئے کہا.....

''ارے اماں.....آج پھر درد ہے کیا.....؟''

''ہاں دلہن آج پھر بہت درد ہے.....''

''چلیے آپ اپنے کمرے میں چلیے میں تل کا تیل گرم کر کے لاتی ہوں اور ابھی

www.urduchannel.in

مالش کرتی ہوں.....تبھی اماں کا دوپٹہ ان کی بالی میں الجھ گیا۔ارے لائیے میں نکال دوں۔''

کلثوم نے جلدی سے نوالہ رکھ کران کی مدد کے لیے اپنے ہاتھ بڑھا دیے.....

''اماں آپ کی بالیاں مجھے بہت پسند ہیں بہت پیاری لگتی ہیں.....''

''ہاں ہاں.....پتا ہے.....تو ہر بار یہی کہتی ہے بے فکر رہ.....''

اماں کی تسلی سے کلثوم کا دل اتنا بڑا ہوا کی اس نے آج ایک گھنٹہ بیٹھ کران کے گھٹنوں کی مالش جی جان سے کی.....اماں کو واقعی بہت آرام ملا اور وہ اور دنوں کے مقابلے آج جلدی سو گئیں۔

فرحانہ اور بچے بھی اماں ابا کے آنے سے بہت خوش تھے۔یہاں بھی دونوں کی بہت آؤ بھگت ہوئی ہمیشہ کی طرح.....بچے واقعی اپنے دادا دادی سے بے لوث محبت کرتے تھے اور یہی ان بوڑھے کاندھوں کے لیے بہت خوشی کی بات تھی۔ابا اکثر سوچا کرتے تھے۔

''کیسا وقت ہوتا ہے بڑھاپا.....! جب آدمی کے پاس عقل بھی ہوتی ہے صلاحیت بھی ہوتی ہے،دولت بھی،اولاد بھی اور کہیں کہیں تو زمین جائیداد بھی صرف نہیں ہوتی تو جوانی اور اس کی طاقت.....اور سب کچھ ہوتے ہوئے بھی زندگی اس نعمت کے بغیر بے کار ہوتی ہے۔صرف جوانی کی طاقت کی کمی ہی بڑھاپے کا دوسرا نام ہے۔جو اسے دوسروں کا محتاج بنا دیتی ہے۔وہی شخص جو جوانی میں کسی کا منہ نہیں تکتا اور خدا کی دی ہوئی طاقت سے پہاڑ بھی توڑ پھینکتا ہے۔وہی شخص چند سالوں بعد اپنے وجود کو سمیٹ کر چلنے کے قابل نہیں رہتا.....یا اللہ کیا نظام ہے تیرا.....''

کچھ مہینوں بعد سب کے گھروں سے مہمان نوازی کرا کرابا اور امی جاوید کے یہاں لوٹ آئے تھے۔اور دونوں نے ہمیشہ کی طرح اوپری دل سے مگر خوبصورت اداکاری سے ان کا خیر مقدم کیا۔

☆.....☆.....☆

''چاندنی بی کیا خیال ہے.....آج وکیل سے ملاقات ہوئی تھی کہہ رہا تھا آپ نے اپنی وِل لکھوانے کے بارے میں کہا تھا کب آؤں....؟میں نے کہا سوچ کر

www.urduchannel.in

بتاؤں گا۔اب وہ جمعہ کو آئے گا کہو کیا خیال ہے۔''

''ہاں خاں صاحب.....یہ فیصلہ تو کرنا ہی ہوگا۔آخر آپ نے ساری زندگی اتنی سخت محنت کر کے اتنی بڑی جائیداد بنائی ہے۔کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔''

''کہو تم کیا کہتی ہو کس طرح بٹوارہ کیا جائے۔''

''ارے یہ فیصلہ تو آپ پہلے ہی کر چکے ہیں.....''

''آپ نہیں ہم.....چاندبی بی....ہم یہ فیصلہ پہلے ہی کر چکے ہیں.....ہاں''

''ہاں.....ظاہر ہے یہ ہماری اولادیں آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ہم جو اتنا اچھا بڑھاپا کاٹ رہے ہیں۔اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نے ابھی تک جائیداد کا بٹوارہ نہیں کیا.....اگر آپ میری یہ بات نہ مانتے تو اتنا اچھا بڑھاپا نہ ملتا خاں صاحب!''

چاندبی بی نے مسکرا کر خاں صاحب کو دیکھا.....

''ہاں بیگم یہ تو ہے.....ورنہ یہ خود غرض بچے ہمیں ابھی تک اولڈ ہوم بھیج چکے ہوتے۔ٹھیک ہے پھر میں اسی فیصلہ کو وکیل کو بتا دیتا ہوں.....چلو اب سو جاؤ....''

پھر بچوں نے دیکھا وکیل آیا ابا کے بند کمرے میں گھنٹوں بیٹھ کر وِل تیار کر کے چلا گیا.....باہر جاوید،شجاع اور صلاح تینوں بڑی بے چینی سے انتظار کرتے رہے۔مگر انہیں یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ وِل ابا اور اماں کے انتقال کے بعد پتہ چلے گی۔اور وہ بھی اگر حادثاتی موت ہوئی تو.....اس کا ذمہ داران کی اولادیں ہوں گی...اس لیے انہیں پتہ تھا کہ آخری سانس تک ابا اور اماں کی خدمت جی جان سے کرنا ہوگی۔تبھی ان کی خدمت کا صلہ انہیں ملے گا.....اور تینوں اسی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔اتفاق سے وِل تیار ہونے کے ایک ہفتہ بعد ہی ابا چپکے سے رخصت ہو گئے۔ان کی دمے کی بیماری انہیں اپنے ساتھ لے گئی اور اس آخری وقت میں ان کے تینوں بیٹوں نے ان کی بہت خدمت کی تھی۔اگر چہ یہ سب لالچ کرا رہا تھا۔مگر ابا کی جو خدمت ہونا چاہیے تھی وہ ان تینوں نے کی تھی۔کس نے کتنا خرچ کیا اس کا حساب انہوں نے اپنی اپنی ڈائری میں لکھ لیا تھا۔تاکہ حساب کتاب کے وقت اپنا اپنا خرچ لے سکیں۔اماں کی جہاں دیدہ آنکھیں یہ سب دیکھ رہی تھیں مگر ان کی

www.urduchannel.in

دانائی نے ان کے ہونٹ سی دیے تھے۔انہیں پتہ تھا اگر اس وقت انہوں نے لب کھولے تو ان کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جوان کا بڑھاپا خراب کردے اور ابا جاتے جاتے ان سے کہہ گئے تھے۔وِل میں کوئی تبدیلی مت کرانا.....ورنہ تمہارا بڑھاپا خراب ہو جائے گا۔یہ سب بہت لالچی ہیں۔بہت خودغرض ہیں۔جوانی کی طاقت نے انہیں اندھا کر رکھا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان کا بڑھاپا بھی اسی طرح گزرے جس طرح ہمارا گزر رہا ہے۔اس لیے جاوید کے لاکھ پریشانی ظاہر کرنے پر بھی اماں نے بٹوارے کے کاغذوں کو ہوا تک نہ لگنے دی.....اور یہی کہا:

''جب میں مروں گی تب تمہیں پتہ چلے گا کہ کس کو کیا ملا ہے مگر سب امیدیں اچھی رکھو آخر ہم تمہارے ماں باپ ہیں جو اولاد کے بڑھاپے تک کا انتظام کر کے جاتے ہیں اور ہم نے یہی.....کیا ہے۔خدا تم سب کو ہمیشہ خوش رکھے۔''

ابا کی عدت کے بعد ایک دن اماں نے اپنا سارا زیور اپنی بہوؤں میں برابر کا بانٹ دیا.....اور صرف ایک جوڑی بندے اپنے لیے رکھ چھوڑے اور جاوید سے کہہ دیا تھا کہ ان کے کفن دفن کا انتظام انہیں بندوں سے کرنا.....یہ صرف اسی کام کے لیے چھوڑے ہیں۔زیور کی اس تقسیم نے بہوؤں میں امید جگا دی تھی اور وہ اب پہلے سے زیادہ جی جان سے اماں کی خدمت کرنے لگی تھیں۔اب اماں میں کہیں آنے جانے کی ہمت نہیں رہی تھی۔اس لیے سب کو اماں کے پاس ہی آنا پڑتا.....پھر اماں بیمار پڑ گئیں.....بڑھاپا خود ایک بہت بڑی بیماری بن جاتا ہے.....کمزوری حد سے زیادہ بڑھ رہی تھی۔اب تو بستر سے اٹھا بھی نہیں جاتا تھا۔مگر اس لاچاری میں بھی انہیں کبھی کسی بات کے لیے انتظار کرنا نہیں پڑا.....سب ان کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔وکیل صاحب جو اکثر ملنے آتے رہتے تھے۔پھر ایک دن اماں بھی رخصت ہو گئیں۔ان کے تیجے کے بعد وکیل صاحب آئے اور انہوں نے صلاح صاحب سے کہا کہ اماں کی وصیت پڑھنا ہے۔اس لیے وہ رات کو آئیں گے.....اس رات کا تینوں بھائیوں نے بڑی بے چینی سے انتظار کیا.... آخر کار وکیل صاحب دس بجے آ گئے.....وصیت کھولی گئی اور اس کے مطابق پہلی بات یہ

www.urduchannel.in

بتائی گئی کہ وصیت سنتے وقت صرف بڑے موجود ہوں بچے نہیں۔اس لیے بچوں کو باہر بھیج کر وصیت پڑھی جانے لگی۔

بہت سی دعاؤں اور سلامتیوں کے بعد اماں اور ابا نے فیصلہ لکھا تھا کہ:

''میرے پیارے بچو! ہمیں معلوم ہے تم نے جو ہم دونوں بوڑھوں کی دل و جان سے خدمت کی ہے۔وہ صرف اس جائیداد کو حاصل کرنے کے لیے کی ہے۔بہت شکریہ اس خدا کا کہ اس نے مجھے یہ بڑھاپے کا سہارا یہ جائیداد دی۔جس نے میرے بچوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی مجھ سے باندھے رکھا۔میرے بچو! ہم دونوں نے اپنی جائیداد کا آدھا حصہ اولڈ ہوم کھولنے کے لیے وقف کر دیا ہے تا کہ ان بوڑھوں کو جینے کے لیے چھت مل جائے۔جن کے پاس جائیداد نہیں ہوتی اور آدھی جائیداد میں سے آدھی ایک اسکول کھولنے کے لیے وقف کر دی ہے اور باقی چوتھائی جائیداد تم تینوں میں برابر بانٹ دی ہے.....''

وِل سن کر تینوں بھائیوں کا غصہ کے مارے برا حال تھا۔تینوں بہوویں برابر بڑبڑائے جا رہی تھیں تبھی وکیل صاحب نے زوردار آواز میں کہا

''اور آخری بات جو آپ تینوں کے لیے ہے وہ یہ کہ.....

''تم تینوں بھی اگر اپنا بڑھاپا سکھ چین سے ہماری طرح کاٹنا چاہتے ہو تو.....اپنی جائیداد کے بٹوارے کے راز کو اسی طرح خفیہ رکھنا، جس طرح ہم نے رکھا ہے.....اس راز میں بڑا سہارا ہے جو بڑھاپے کے لیے بہت ضروری ہے۔''

❁❁❁

www.urduchannel.in

آئینہ وقت کا

''پورا علاقہ چھان مارا زہرہ کا کہیں کوئی پتہ نہیں چلا۔''

راشد نے گھر میں گھستے ہوئے آہستہ آہستہ بتایا....زہرہ کی اماں نے سوجی سوجی آنکھوں سے راشد کو دیکھا.....ابا نے فکرمند سے راشد کو دیکھا.....اور طاہر تو اپنے بالوں کو کھینچنے لگے.....

''تیری بہن.....سمجھ میں نہیں آتا ڈھونڈوں تو کہاں ڈھونڈوں.....''

ابا نے سخت لہجہ میں ماتھا پیٹتے ہوئے کہا.....

''ابا اب تو مجھے لگتا ہے ایف۔آئی آر کرا ہی دینی چاہیے۔''

''نہیں.....نہیں.....پولس تک معاملہ نہیں جانا چاہیے۔بہت بدنامی ہوگی۔''

ابا نے کمرے سے نکلتے ہوئے سخت لہجہ میں کہا.....

''ہائے میری بدنصیب زہرہ.....''

اماں جیسے پلنگ پر ڈھے گئیں اور آنسوان کی آنکھوں سے ایک تواتر سے بہنے لگے....جوں جوں آنکھیں دھندلاتی گئیں ماضی کے دریچہ وا ہوتے چلے گئے۔

☆.....☆.....☆

حویلی جگمگا رہی تھی آج چودھری انور علی کی شادی تھی.....ہر طرف خوشی کا ماحول تھا۔بہو کی منہ دکھائی کی رسم ادا ہو رہی تھی۔تبھی ستارہ کے کانوں میں ایک سخت آواز آئی.....

''خدا کرے.....میری حویلی میں سات پوتوں کی آوازیں گونجیں اور میں سات پوتوں کا منہ دیکھوں.....سنا بہو سات پوتوں کا منہ دیکھوں۔''

''اور.....پوتی۔''

www.urduchannel.in

کہیں سے آواز آئی۔

''پوتی.....خیر سات پوتوں پر ایک پوتی.....بھاری بھی نہیں۔''

اور ہوا بھی کچھ یوں ہی میں نے لگاتار پانچ بیٹوں کو جنم دیا.....اور ہر بار میری عزت وقار سسرال اور شوہر دونوں کی نظروں میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ہر بار ہر سال پوری حویلی روشنیوں میں نہاتی.....جب بیٹا ہونے کی آواز میری ساس کے کانوں میں پہنچتی.....غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا اور ہر بار میرے زیورات میں اضافہ ہوتا چلا گیا.....کبھی کنگن میرے ہاتھوں کا وزن بڑھا دیتے تو کبھی جھمکی میرے کانوں کو لٹکا دیتی.....تو کبھی چین میری گردن کا حصار کر لیتی اور میں بھی بڑے فخر سے سر اونچا کیے پوری حویلی میں راج کرتی گویا یہ بیٹے اللہ کی دین نہیں میری جادوگری تھی۔میرے اندر بھی کہیں نہ کہیں ساس کے الفاظ گونجا کرتے اور بیٹی پیدا کرنے کے احساس سے ہی مجھے گھٹن سی ہونے لگتی.....کیونکہ کہیں نہ کہیں میرے اندر بھی یہ خواہش ابھرتی کہ میرے یہاں بیٹی پیدا نہ ہو.....مگر پانچ بیٹوں کے بعد مجھے بھی بیٹی کا منہ دیکھنا ہی پڑا۔اس بار حویلی میں نہ تو روشنیوں نے رقص کیا.....اور نہ غریبوں کا پیٹ بھرا.....میرے کمرے کی تو لائٹ بھی تین دن تک نہیں جلی.....میں نے بھی تو خود اپنی زہرہ کا منہ تین دن کے بعد دیکھا تھا۔کالی کلوٹی سی بچی جس کو دیکھ کر نہ ممتا جاگی اور نہ ہی میرے دل میں ہوک اٹھی کہ میں زہرہ کو گلے سے لگاتی....بلکہ اس کا وجود مجھے انگارہ لگا....اور....انور علی...میرے شوہر.....زہرہ کے ابا وہ بھی تو تین دن بعد میرے کمرے میں آئے تھے۔اس بار نہ میری کلائیوں کا وزن بڑھا اور نہ کوئی جھمکی میرے کانوں میں جھولی .....ہاں بس.....ایک وجود تھا جو زہرہ کے آس پاس منڈلا رہا تھا اور وہ تھا طاہر.....میرا پانچواں بیٹا جسے گڑیوں کا بہت شوق تھا اور زہرہ کی پیدائش پر وہی سب سے زیادہ خوش ہوا تھا۔اسی نے اپنی گولک توڑ کر اپنے دوستوں کو مٹھائی بھی کھلائی تھی اور وہی بازار سے زہرہ کے لیے ایک جھنجھنا بھی لایا تھا۔زہرہ ہم سب کی بے اعتنائی اور بے زاری لیے پلتی رہی کبھی کسی نے نہ تو اسے پیار کیا....اور نہ ہی گود میں لیا اور نہ ہی بے چاری کا کبھی کوئی کپڑا بنا۔طاہر کی اترن ہی اکثر اس کا تن ڈھکتی رہی۔میں نے تو کبھی اسے گود میں لے

www.urduchannel.in

کر کپڑے تک نہیں بدلوائے.....کبھی وہ روتی اور جھنجھنا بجاتی تو اس کا جھنجھنا مجھے بہت برا لگتا اور میں فوراً آپا کو آواز دیکر اسے فوراً انہیں تھما دیتی۔ میں نے تو خود اپنی بچی پر بہت ظلم کیے ہیں۔ کس طرح وہ معصوم میری طرف دیکھا کرتی تھی۔ جب اس کی طبیعت خراب ہوتی تھی۔ مگر میں نے کبھی اس کے ماتھے پر پیار سے ہاتھ تک نہیں رکھا..... ''کیسی دوا کیسی مرہم پٹی....'' اس کے ساتھ تو کچھ ہوا ہی نہیں ''بس جسے اللہ رکھے'' والی کہاوت ہی اسے جلا بخشتی رہی اور دوسرا طاہر تھا۔ جو اس کے دم کے ساتھ ہر وقت لگا رہتا تھا۔ مجھے تو بس فکر تھی تو اماں کا موڈ بحال کرنے کی اور انور کے ہاتھوں کنگن پہننے کی اور اسی کوشش میں میں ایک بار پھر حاملہ ہوگئی ڈر اور امید دونوں ہی نو ماہ میرے دامن میں کھیلتے رہے.....کبھی زہرہ کی طرف دیکھتی تو لگتا دوسری زہرہ میرے وجود میں پل رہی ہے.....اور میرا دل.....چاہتا.....اگر دوسری.....زہرہ.....پیدا ہو تو.....تو وہ پیدا ہوتے ہی مر جائے.....جئے ہی نہیں....مگر جب پانچ بیٹوں کی طرف دیکھتی تو اماں کی سات پوتوں والی دعا میرے خوف زدہ دل کو تسلی دیتی اور میں اپنے آپ کو یقین دلاتی کہ بیٹا ہی ہوگا....آخر چھ ماہ بعد الٹرا ساؤنڈ سے پتہ چل گیا کہ میرے یہاں چھٹا بیٹا ہی آ رہا ہے۔ تب میری ساس نے بڑی چاؤ سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور میرے خدمت گاروں میں اضافہ کر دیا تھا۔ ایک عورت میری مالش کرتی تو دوسری مجھے قوت بخش چیزیں کھلاتے نہیں تھکتی۔ ادھر میں بھی تو انور علی کو کچھ زیادہ نخرے دکھانے لگی تھی۔ ان کے کمرے میں آتے ہی مجھے کمزوری ہونے لگتی تب انور علی اپنے ہاتھوں سے میری خدمت میں لگ جاتے.....اور میرے دل میں بیٹے کے لیے پیار اور بھی بڑھ جاتا.....یہ سب اسی کی وجہ سے تو ہو رہا تھا اور پھر اس طرح میں نے دو اور بیٹوں کو جنم دیا اور میری آٹھ اولادیں ہوگئیں.....سات.....بیٹے اور ایک بیٹی مگر مجھے یاد صرف اپنے سات بیٹے ہی رہتے اور میں سات بیٹوں کی ماں مشہور بھی ہوگئی۔ پھر ڈاکٹر کی صلاح پر انور علی کو میرا آپریشن کرانا پڑا کیونکہ جلدی جلدی کی ڈیلوری نے مجھ سے قوت پیدائش چھین لی تھی اور اب میری جان کو خطرہ تھا.....ادھر زہرہ پانچ سال کی ہوگئی تھی۔ مگر کسی کو اس کا وجود نظر نہیں آتا تھا۔ کسی کو خیال ہی نہیں آیا کہ کوئی اس معصوم کو پڑھائے لکھائے میں نے تو جیسے اس کی ماں

www.urduchannel.in

ہونے سے ہی انکار کر رکھا تھا۔ طاہر نے کئی بار کہا تھا۔

''اماں زہرہ کا ایڈمیشن کرا دیں۔ میرا دل چاہتا ہے میں اسے اپنے ساتھ اسکول لے کر جاؤں اپنی سائیکل پر اسے گھماؤں۔''

اس کی اس خواہش پر میں اسے گھور کر دیکھا کرتی.....پھر میں نے کئی بار زہرہ کو طاہر کے پاس کچھ کرتے دیکھا....کب اس کے ہاتھوں نے ٹوٹے پھوٹے کھلونے چھوڑ کر قلم پکڑا مجھے خبر بھی نہیں ہوئی۔ طاہر ہی اسے کمپیوٹر پر کارٹون دکھاتا تو کبھی سائیکل چلانا سکھاتا.....اور مجھے یہ سب طاہر کی خوشی کی خاطر برداشت کرنا پڑتا.....آیا ہی اسے سپارہ پڑھنا سکھا رہی تھیں۔ حالانکہ میں نے ان سے کبھی کچھ نہیں کہا تھا۔ مگر زہرہ کا وجود خود بہ خود ہی سب منزلیں طے کرتا چلا جا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ جوان ہوگئی۔ مگر اب بھی وہ طاہر کے ہی کپڑے پہنتی تھی.....پھر میں نے ہی آیا کو کچھ روپیہ دیے کہ وہ زہرہ کے لیے لڑکیوں والے کچھ کپڑے بنوا دیں کیونکہ اس کا پھیلتا جسم طاہر کے کپڑوں میں نہیں سمٹتا تھا۔

ہمارے پورے علاقہ میں ہی لڑکیوں کی تعداد بہت کم تھی کیونکہ ہر گھر کو ایک چراغ چاہیے تھا۔ چراغ میں تیل کہاں سے آئے گا یہ کسی نے سوچا نہیں تھا۔

طاہر کی بہت ضد تھی کہ زہرہ کا اسکول میں ایڈمیشن کرا دیا جائے اور اسی کی ضد پر سے آٹھویں کلاس میں داخل کرا دیا گیا۔ طاہر ہی اسے اپنے ساتھ اسکول لے کر جاتا اور لے کر آتا تھا۔ زہرہ برقع میں لپٹی لپٹائی اسکول جاتی کہ اس کالی کلوٹی لڑکی کو کوئی دیکھ نہ لے۔ اور آج دوسرا پرچہ ہی تھا۔ طاہر کو پہنچنے میں کچھ دیر ہوگئی اور زہرہ اسکول سے غائب ہوگئی.....بدنامی کے ڈر سے انور نے پولس تک بھی معاملہ پہنچنے نہیں دیا۔ اس کی فکر بھی کسے تھی۔ مرتی ہے تو مر جائے.....مگر اگر.....زندہ واپس آ گئی.....تو.....تو کیا ہوگا؟ اس خوف نے حویلی میں سناٹا پھیلا رکھا تھا۔ محلّہ بھر میں لڑکیاں تھیں ہی کتنی ہر چوتھے گھر میں ایک یا دو یا کوئی نہیں..... اولاد ہی نہیں کیونکہ بیٹی کسی کو چاہیے نہیں اور بیٹا تو قدرت دے نہیں رہا.....لڑکیوں کی اس گھٹتی تعداد نے شادی کا مسئلہ کھڑا کر دیا تھا اب تو گاؤں بھر میں اتنی بھی لڑکیاں نہیں تھیں کہ ہر گھر کے ایک لڑکے کو ایک بیوی مل جائے۔ پانچ لڑکے اور ایک لڑکی

www.urduchannel.in

اور.....جوانی کا منھ زور شیر اپنے لمبے لمبے دانت لیے ہوس زدہ نگاہوں سے گھورتا رہ جاتا اور اب تو یہ بے حیائی بہنوں کا رشتہ توڑتی بھی نظر آنے لگی تھی۔ ماؤں کے لیے، بہن بھائی کے رشتے کا تقدس قائم رکھنا بہت مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

زہرہ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے رات گزر گئی سب بہت بے چین تھے۔ مگر ایک آنکھ تھی جو دروازہ کو تکے جا رہی تھی اور وہ تھی طاہر کی آنکھ روتو میں بھی بہت رہی تھی، مگر.....! کہتی کس سے آج مجھے اپنی ایک ایک زیادتی یاد آ رہی تھی۔ میں تو ایک عورت ہوں.....عورت ہوکر میں نے ہی ایک عورت پر ظلم کیا ہے۔ کیسی ماں تھی میں.....آج میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں زہرہ کو گلے لگاؤں.....اسے پیار کروں.....مگر....مگر زہرہ تھی کہاں؟ آخر تھک ہار کر میں بھی اپنے کمرے میں چلی گئی.....رات کے تین بجے کسی نے مجھے جھنجھوڑ کر اٹھایا.....

''اماں.....اماں.....زہرہ....'' میں نے ظاہر کا ہاتھ پکڑا.....

''کہاں.....''

''وہ باہر.....باہر ہے۔''

میں ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی آئی طاہر کے ہاتھ میں ٹارچ تھی لائٹ کیسے جلاتی آس پاس والے دیکھ لیتے۔

''زہرہ.....میری بچی۔''

آج پہلی بار سترہ سالوں میں میرے منھ سے ''میری بچی'' لفظ نکلا تھا۔ جو مجھے خود عجیب سا لگا.....زہرہ بے ہوش پڑی تھی، اس کا حلیہ اس کی داستان بیان کر رہا تھا۔ کتنے لوگوں نے اسے اپنی ہوس کا شکار بنایا ہوگا یہ داستان اس کے جا بجا لگے زخم بیان کر رہے تھے۔ میں نے اپنا دوپٹہ اس پر ڈالا.....طاہر نے اسے گود میں اٹھایا اور اپنے کمرے میں لے جانے لگا.....

''طاہر بیٹا.....ادھر مت لے جاؤ.....تمہارے کمرے کی کھڑکی باہر کی طرف کھلتی ہے۔''

میں نے سہمی سہمی آواز میں کہا، طاہر پر تو جیسے جنون سوار تھا۔ اس نے قہر زدہ نگاہوں سے مجھے کچھ اس طرح دیکھا کہ میرا خون مجھے لگا میرے جسم میں منجمد ہو گیا ہو اور وہ

www.urduchannel.in

اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا زہرہ کے گلے میں ایک پرچی لٹک رہی تھی جس پر لکھا تھا.....

''یہ تو بہتا دریا ہے کسی اور کی پیاس بجھائے گا.....''

اس پرچی نے مجھے اپنے وہ ابا رشن یاد دلائے جس کا آج تک کسی کو تو پتہ ہی نہیں تھا.....اگر وہ نہ ہوئے ہوتے تو.....تو آج میرے یہاں بھی چار بیٹیاں ہوتیں...''

☆.....☆.....☆

بہت دیر کی کوشش کے بعد زہرہ کو ہوش آ ہی گیا۔ اس نے بہت عجیب نظروں سے ہم سب کو دیکھا میں نے فوراً اپنی بانہیں پھیلا دیں.....مگر یہ کیا....میرے پھیلے ہاتھ یوں ہی خالی رہ گئے.....اور وہ طاہر سے لپٹ کر اس بری طرح روئی کہ میں بھی اپنی سسکیاں نہیں روک سکی۔ اب حال یہ تھا کہ وہ نہ مجھے کچھ بتانے کو تیار تھی اور نہ ہی میرے ہاتھ سے کچھ کھانے کو.....ڈری سہمی طاہر کے بیڈ پر بیٹھی رہتی.....طاہر کے ہی ہاتھ سے کچھ کھا لیتی کچھ دن یوں ہی سرک گئے.....اب مجھے فکر تھی تو آگے کی.....میں نے ڈرے ڈرے لفظوں میں انور علی سے کہا بھی تھا.....کہ کہیں.....زہرہ.....اور وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ دو ماہ میں ہی زہرہ کی حالت کچھ اور پتہ دینے لگی۔ اس کی الٹیاں میرے لیے ناسور بن گئیں۔ میں نے طاہر کو سمجھایا کہ وہ زہرہ کو سمجھائے۔ مگر زہرہ اس بارے میں کسی کی بات سن نے کو تیار ہی نہیں تھی میری شکل دیکھنا تو اسے گوارہ ہی نہیں تھا۔ ایک بار اس کی طبیعت اتنی بگڑی کہ طاہر کو اسے گاڑی میں ڈال کر اپنے ایک دوست (جو ڈاکٹر تھا) کے پاس لے جانا پڑا۔ ڈاکٹر نے اس کا پورا چیک اپ کیا اور بتایا کہ.....زہرہ کی کوکھ میں ایک بچی پل رہی ہے.....اس خبر نے تو میرے ہوش اڑا دیے اور ایک بار پھر میں نے کوشش کی کہ زہرہ کو سمجھاؤں.....مگر اس کوشش نے جیسے اسے پاگل کر دیا۔ اس نے اپنا وجود اپنے ہاتھوں کے حصار میں اس طرح لیا گویا میں فرشتہ اجل ہوں اور وہ اپنی بچی کو مجھ سے بچانا چاہتی ہے۔

''نہیں.....نہیں.....نہیں.....میں نہیں ماروں گی اپنی بچی کو.....اسے جنم دوں گی۔ میرا لڑکی ہونا میرے لیے منحوس نہیں ہے۔ بلکہ تم نے اپنی اور لڑکیوں کو مار کر منحوس بنایا ہے۔ منحوس لڑکی نہیں بلکہ لڑکی کو پیدا ہونے سے روکنے والے ہیں.....اگر لڑکیوں کو نہ مارا

www.urduchannel.in

جائے تو کوئی زہرہ میرے جیسی ماں نہ بنے... بلکہ..... بہت عزت کے ساتھ ماں بنے.....
کیوں تم سب ہم پر ظلم کرتے ہو.....؟ کیوں بغیر تیل کے چراغ جلانا چاہتے ہو۔ کہاں ہیں وہ لڑکیاں جن کو تم اپنے بیٹوں کی دلہنیں بنا کر لاؤ گی..... اور پھر بیٹے پیدا کراؤ گی..... تم نے سوچا میرے تو بیٹے ہی پیدا ہوں گے..... سب نے یہی سوچا پھر کہاں پیدا ہوئیں بیٹیاں..... کل انہیں حویلیوں میں بہن بھائی کا رشتہ ختم ہو جائے گا..... ہاں انہیں حویلیوں میں..... پھر پہننا سونے کے کنگن..... پھر فخر سے سر اونچا کر کے چلنا..... سات بیٹوں کی ماں..... چلی جاؤ..... میری بچی کو کوئی نہیں مار سکتا..... میں اسے دنیا میں لاؤں گی..... چلی جاؤ..... چلی جاؤ.....''

اس کی اس کیفیت نے میرے اندر دراریں ڈال دیں..... آج میرے ہوش ٹھکانے آئے تھے۔ آج مجھے پتہ چلا تھا کہ زہرہ کو بولنا بھی آتا ہے۔ زہرہ کی صلاحیتوں کا اندازہ آج مجھے ہوا تھا اور میں روتی ہوئی واپس آ گئی۔ آج زہرہ نے مجھے سوچنے پر مجبور کیا:

''کہ اگر ہر مرد اور عورت صرف بیٹے کی ہی خواہش کرے تو لڑکیاں تو ختم ہو جائیں گی..... پھر کہاں جائیں گے یہ مرد ذات..... اور کیسے پیدا ہوں گے اور بیٹے.....؟ کیسے چلے گی نسلِ انسانی.....؟ کیا صرف مردوں سے؟ نہیں اگر ایسا ہوتا تو صرف آدم ہی دنیا میں آتے حوا کی ضرورت ہی کیا تھی؟''

میں نے روتے ہوئے ایک فیصلہ کیا ہاں میں بھی آج زہرہ کے ساتھ ہوں..... میں اپنی بہوؤں سے کہوں گی۔

بہو میری سات پوتیاں ہوں پوتے نہیں کبھی کسی بہو کو صلاح نہیں دوں گی ابارشن کی..... آج میرے دل سے بدنامی کا تمام خوف نکل گیا تھا اور ایک نئی ستارہ نے جنم لیا تھا۔ کس کی بدولت..... اپنی بیٹی کی بدولت..... میری آنکھیں میری بیٹی نے ہی کھول دیں۔ آج ممتا امڑ رہی تھی۔ آج میرا دل چاہ رہا تھا کہ زہرہ پھر سے پیدا ہو اور میں اسے اپنے ہاتھوں سے پالوں..... پوسوں..... میرے خدا میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ مجھے ایسا لگا کہ یوم حساب ہے اور میری ختم کی ہوئی مردہ بیٹیاں مرا گلا پکڑنے کو کھڑی ہیں اور میں

www.urduchannel.in

بے تحاشہ بھاگ رہی ہوں اور سامنے سے زہرہ اپنے ہاتھ پھیلائے جکڑنے کو کھڑی ہے۔ مجھے اپنے تمام گناہ یاد آنے لگے اور میں گڑگڑا کر خدا کے حضور معافی مانگنے لگی اس قدم کے ساتھ کہ میں زہرہ کی بچی کو ضرور جنم دلاؤں گی میں اسے اپنے ہاتھوں سے پالوں گی..... چاہے..... مجھے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔

❁❁❁

www.urduchannel.in

تاریکی

کیا ہوگیا! دلخراش چیخوں نے پاس پڑوس والوں کو توجہ دینے پر مجبور کر دیا۔

''ارے گڑیا کی ماں گزر گئیں۔''

''اچھا کب.....؟''

''ابھی دس منٹ پہلے۔''

پاس پڑوس کی عورتیں اپنے برقعے، چادریں سنبھالتیں گڑیا کے دروازے میں گھسنے لگیں۔

گڑیا دہاڑیں مار مار کر رو رہی تھی دوسری بہن ''ہائے امّی ہائے امّی'' کی آوازیں منھ سے نکالے ماں پر جھکی ہوئی تھی۔

تیسری بیٹی چارپائی کے پاس بے ہوش پڑی تھی اور چوتھی ''امّی تم کیوں چلی گئیں'' کا ورد کرے مری ماں کے منھ پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔''

''صبر صبر.....کرو۔ ہٹو ذرا.....انھیں ٹھیک کرنے دو۔''

کس نے کہا اتنے مجمع میں صرف آواز ہی سنائی دی۔

''ہٹو میری ماں کو ہاتھ مت لگانا.....وہ ابھی زندہ ہیں۔''

فرش پر پڑی غافل بیٹی نے فوراً ہوش میں آنے پر جھکنے والی عورت کو دھکا دے دیا۔

''بیٹی صبر کرو.....کلمہ پڑھو.....''

''ہائے امی ہائے امی ہائے۔''

اور دہاڑیں مارتے ہوئے انھیں یہ بھی ہوش نہ رہا کہ ان میں سے ایک کا دوپٹہ کب گلے سے اتر کر فرش پر گر پڑا اور موجود لوگوں کے پیروں میں پھنسا پھنسا ادھر ادھر ناچ رہا تھا۔

www.urduchannel.in

خاندان کے کچھ مرد جمع تھے۔ چاروں بہویں چپکے چپکے آنسو بہا رہی تھیں اور چاروں نے بہت سلیقے سے دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ پتہ نہیں کس وقت کسی نے قرآن کا صندوقچہ لا کر رکھ دیا۔

کسی نے فرش لگوا دیا اور اس پر دانے ڈال دیئے محلّے کی چند خواتین آ رہی تھیں اور فرش پر بیٹھ کر دانے پڑھتیں میت کے قریب آتیں رونے پیٹنے والی بیٹیوں کو جو ابھی تک ماں کی چارپائی سے لگی بیٹھی سینہ کوبی کر رہی تھیں، صبر کی تلقین کرتیں اور چلی جاتیں۔ مگر ان چاروں کے رونے اور آہ و بکا میں ابھی تک کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔

مرنے والی کو ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ مگر ابھی تک نہ کسی نے اس کے ہاتھ پیر سیدھے کئے تھے نہ کعبہ کی طرف منھ کیا تھا اور نہ ہی اس کے زیورات اتارے تھے۔ تکیہ ابھی تک سر کے نیچے سے گردن اوپر کئے ہوئے تھا۔ کوئی قریب آتا تو دہاڑیں مارتی بیٹیاں انھیں دھکیل دیتیں۔ ایک لڑکی تو برابر ''ہائے امّی ہائے امّی ہائے'' کی صدا بلند کئے ہوئے تھی۔ اسے نہ کپڑوں کا ہوش نہ جمع لوگوں کا اور نہ اپنے بدن کا.....کون کون وہاں موجود تھا کچھ پتہ نہیں دوسری فرش پہ غش کھا کر گرتی تو پہلی گری ذرا اٹھ جاتی۔

''اچانک ہائے بھائی جان ہم یتیم ہوگئے''

بڑی بہن نے نے اٹھ کر اندر آنے والے نوجوان بھائی کو گلے لگا کر چیخنا اور سینہ کوبی کرنا شروع کر دیا۔

''راشد تم ادھر آؤ اس کے پیچھے کھڑے مرد نے اس کا ہاتھ کھینچا اور میت کی طرف بڑھ گیا۔

''تم ادھر آؤ۔''

اس نے دور کھڑی کسی عورت کو بلایا۔

''انھیں سیدھا کراؤ۔''

انہوں نے مرنے والی عورت کو درست کرتے ہوئے کہا اور روتی پیٹتی لڑکیوں کو قریب نہیں آنے دیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد میت کے کانوں سے رنگ، ہاتھ سے چوڑیاں انگوٹھی اور ناک کی لونگ اتاری گئی، تکیہ نکال کر سر درست کیا گیا۔ منھ پر کس کے پٹی باندھی۔

www.urduchannel.in

پیر برابر کر کے انگوٹھے باندھے منھ کعبے کی طرف کیا دوسری چارپائی پر بستر لگا کر منتقل کیا اور برف لگوا کر باہر چلے گئے۔

اس کام کے بعد پھر فضا میں دلخراش چیخیں بلند ہونے لگیں اور لوگوں کا تانتا بندھنے لگا۔

''کلمہ پڑھو بیٹی..... ماں کو اب تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اس کا حق ہے تم پر اس کی مغفرت کی دعا کرو سب سے زیادہ تمہارا بھیجا ہوا پہنچے گا۔''

''امی ..... امی ..... تم کیوں چلی گئیں ..... ہائے امی!''

وہاں ان صداؤں کے علاوہ کوئی اور کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

''بے چاروں پر صدمہ پڑا ہے اچانک! بیٹیاں ہیں نا ان کے دل تو پھٹ رہے ہوں گے۔''

ایک آواز آئی .....

''ارے ایسا بھی کیا غم اپنی ماں کا ہی ہوش نہیں ..... بہت دنوں سے بیمار تھیں لوگوں کے جوان جوان چلے جاتے ہیں اس طرح تھوڑی روتے پیٹتے ہیں نہ کپڑوں کا ہوش نہ مردوں کا کلمہ نام کی چیز منھ سے ایک کے بھی ادا نہیں ہوئی.....توبہ توبہ.....''

بڑی بہو سپارہ لے کر بیٹھی تھی۔ چھوٹی گھر سمیٹ رہی تھی، تیسری اپنے دس دن کے بچے کو گود میں لیکر بیٹھی تھی اور چوتھی دانے پڑھ رہی تھی۔ چاروں بیٹے مردانے میں گھر کے باہر کرسیوں پر غم زدہ بیٹھے تھے۔ پوری گلی میں یہاں سے وہاں تک کرسیاں پڑی تھیں۔ فرش پر ادھر اُدھر غم زدہ بیٹیاں بیٹھیں تھیں۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ کسی کی نیند کو بے ہوشی اور بے ہوشی کو غفلت کا نام دے کر ہر کوئی ان چاروں بیٹیوں کے قریب آتا اپنے اپنے رشتے کے حساب سے صبر کی تلقین دیتا کوئی گلے لگاتا۔ کوئی پانی کا قطرہ ڈالتا، ہلاتا ڈلاتا اور دو چار باتیں کہہ کر آگے بڑھ جاتا۔

رات آہستہ آہستہ اپنا سفر طے کرتی صبح کی طرف گامزن تھی۔ اب گھر کی چند عورتیں اور مرد ہی بچے تھے۔ سب اپنی اپنی جگہ نہ چاہنے کے باوجود نیند کے حملے سے خود کو نہ

www.urduchannel.in

بچا سکے اور جو جہاں سیٹ ہو سکتا تھا وہیں سوتا جاگتا لیٹا ہوا تھا۔ لڑکیاں فرش پر ادھر ادھر لیٹی ہوئیں تھیں جو کروٹ لیتی امی کی صدا منھ سے ضرور نکالتی اور پھر کروٹ بدل لیتی کوئی اچانک خاموش رہنے کے بعد ایک دم گھبرا کر اٹھتی اور ماں کا نام لے کر روتی اور مچلتی عورتیں سنبھالتیں اور کچھ منٹ کے بعد نڈھال ہو جاتی۔

رفتہ رفتہ رات سرک رہی تھی صبح کے آثار نمودار ہونے لگے تھے صبح دس بجے جنازہ تھا۔ فجر کی اذان کے ساتھ ہی نمازی نماز کے لیے تیار ہونے لگے عورتیں بھی اٹھ گئیں۔ مگر وہ غم زدہ لڑکیاں سوائے رونے ادھر ادھر کروٹیں بدلنے کے اور کچھ نہ کر سکیں۔ بہت عورتوں نے نماز کے لیے کہا مگر امی کا غم انھیں اللہ کے قریب نہیں لا سکا۔

جنازے کو غسل دینے کی تیاری شروع ہوئی ضرورتوں کے لیے لڑکیوں کو بلایا جا رہا تھا۔ مگر وہ بہت نڈھال تھیں بہوؤں نے ساس کی آخری ضرورتوں کو پورا کرایا اور غسل دیا جانے لگا۔

غسل پورا ہونے کے بعد وقت بہت تنگ ہونے لگا تھا۔ اس لیے مردوں نے جلدی کرو کی آوازیں لگانی شروع کر دیں آنگن میں دھوپ بھی بہت پھیل گئی تھی اور چھوٹے سے گھر میں جنازے کی چارپائی کو کہیں اور بھی نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اچانک سبھی لڑکیوں کو ہوش آ گیا اور چاروں ماں کے جنازے کی چارپائی سے وہیں آنگن میں لپٹ گئیں کوئی منھ پر ہاتھ پھیرنے لگی، کوئی چارپائی کا پایا پکڑ کر زار و قطار رو رہی تھی۔ گیلا فرش تھا، ناپاک پانی تھا مگر انہیں اس وقت کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ نہ اللہ کا نام تھا نہ کلام کی چھاؤں تھی جس کے زیرِ سایہ جنازے کو رخصت کیا جاتا ہے۔ وہاں صرف غم تھا تو صرف ماں کے بچھڑ جانے کا۔ رشتہ دار بھی سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے۔ بہوویں سورۃ بقرہ اور سورۃ کہف پڑھ رہی تھیں کوئی کلمہ کا ورد کر رہا تھا۔ مگر اصل جنازے کی مغفرت کے چاہنے اور دعا کرنے والے صرف ''ہائے امی تم کیوں چلی گئیں'' کے علاوہ اور کوئی لفظ منھ سے نہیں نکال رہے تھے۔ وقت پورا ہو گیا تھا۔ خاندان کے مرد جنازہ اٹھانے اندر آ گئے اور ان کے قدموں کے ساتھ ساتھ ہی بہت خطرناک آوازیں دہاڑیں چیخیں کانوں کو پھاڑنے لگیں۔ لڑکیاں جنازے کی چارپائی

www.urduchannel.in

چھوڑنے کو تیار ہی نہ تھیں مردان کے مضبوط ہاتھ ہٹاتے مگر وہ پھر ماں کی چارپائی جکڑ لیتیں ۔ جنازہ بری طرح ہچکولے کھا رہا تھا۔ نہ جانے کون سی طاقت اس وقت ان لڑکیوں میں آ گئی تھی ۔ نہ جانے کس کس طرح مردوں نے ان بلکتی لڑکیوں سے چارپائی کو چھڑایا اور جنازہ اٹھالیا۔ جنازہ جس کو کلمہ کی بلند آواز کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے۔ بے پناہ دہاڑوں اور ''امی ہائے امی'' کی دلخراش چیخوں کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ لڑکیاں اپنا ہوش کھو چکی تھیں اور اب بغیر دوپٹہ دروازے کی طرف بھاگ رہی تھیں وہاں کھڑے مردوں نے پھر انکو گود میں بھرا اور گھر کے اندر پہنچایا۔ کسی نے گرا دوپٹہ گلے میں ڈال دیا۔ کسی نے دامن ٹھیک کر دیا۔

''دیکھو تو سارے کپڑے غسل کے ناپاک پانی سے ناپاک ہو گئے ۔ لڑکیو! کچھ تو اپنا ہوش کرو۔''

کسی نے اس بری طرح پچھاڑیں کھاتی لڑکیوں کو دیکھ کر غصہ سے کہا۔

''توبہ ایسا بھی کیا غم کہ اپنا اور اپنے کپڑوں تک کا ہوش نہیں رہا۔ غیر مرد کو لیوں میں بھر بھر لا رہے ہیں ۔ ماں رخصت ہو گئی مگر کسی بیٹی کے منہ سے دعائے مغفرت یا کلمہ تک نہ نکلا یہ کیسی محبت ہے ماں سے''

واقعی یہ ماں کی بدقسمتی تھی یا لڑکیوں کی کہ وہ ماں جس کے قدموں میں جنت ہے وہ گھر سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی مگر کسی بیٹی کے منہ سے اس کے لیے دعائے مغفرت یا کلمہ تک نہ نکلا جبکہ اس وقت مرنے والوں کو سب سے زیادہ اپنی اولاد سے اس حق ادا ہونے کا وقت ہوتا ہے اور وہ محتاج ہو جاتا ہے کہ اس کے وارث اور رشتہ دار اس کو دعاؤں کا تحفہ دیں جو اس کے کام آ سکتا ہے مگر یہ کیسا جنازہ رخصت ہوا تھا۔ جہاں صرف ہائے امی کی صدائیں تھیں کلمہ نہیں.....

www.urduchannel.in

ایفائے وعدہ

گرم کپڑے رکھتے ہوئے اچانک میری نظر اس پالی تھن پر پڑی۔ دل میں ایک ہلچل سی ہوئی اور میں نے فوراً اس پر کپڑے ڈال دیے۔ میں خود نہیں چاہتی تھی کہ وہ تھیلی مجھے نظر آئے مگر نہ چاہتے ہوئے بھی میرے ہاتھ اس طرف کچھ ٹٹولتے رہے اور دل میں اٹھنے والے طوفان کو میں لاکھ کوشش کے باوجود بھی نہ روک سکی .....کیا طوفان رک سکتا ہے؟ اور میں نے لاشعوری طور پر بکس میں اس طرف کے کپڑے الٹ پلٹ کرنے شروع کر دیے۔ دل و دماغ کی اس خواہش کو میں نہ روک سکی جو اس پالی تھن کو دیکھنا چاہتی تھی۔ دل کی حالت بہت عجیب ہو گئی اور میں نے بالآخر اس تھیلی کو اٹھا ہی لیا۔ دل کی بے ترتیب دھڑکنوں نے بدن کو بے جان کر دیا اور میں وہیں اسٹور میں باقی بستروں پر ڈھیر ہو گئی۔ اب میرے ہاتھ میں ایک بھاری بھرکم پالی تھن تھا۔ میں نے ایک لمحے رک کر گھر کا جائزہ لیا بچے نیچے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور میری طرف کسی کے آنے کا امکان نہیں تھا۔ میں نے اپنے دوپٹہ سے اس تھیلی کو صاف کیا اور پھر کھول ڈالا۔ اندر ڈھیر سارے .....ہاں ڈھیر سارے خط تھے، خط .....کیا انہیں خط کہا جا سکتا تھا؟ وہ تو خط کی شکل میں موٹی موٹی کاپیاں سی تھیں ۔ بہت سارے پیج ایک پن میں قید اور پھر بہت سارے پیج ایک پن میں قید.....اگر ان سب پیجوں کو بائنڈ کرایا جائے تو پانچ سو صفحات کی ایک موٹی کاپی بن سکتی تھی.....میں نے ٹٹول کر ان سب پر ایک ہاتھ پھیرا.....اور ایک موٹا سا خط نکال لیا۔ خط کی تہہ کو کھولا جو سیدھا ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ خط سیدھا کیا اور ایک بوسہ لیا۔ اسے اپنے دل سے لگایا، کئی لمحے اسے دل پر رکھا پھر سیدھا کیا اور ایک بوسہ دے کر اسے پڑھنا شروع کیا اوپر ہی ایک پیارا سا جدائی بھرا شعر لکھا تھا۔

www.urduchannel.in

یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی کو کسی سے مگر جدا نہ کرے

میری پیاری دوست نرگس.....

بے شمار پیار اور ڈھیر ساری پیاری یادیں.....خط کی سطور پر میری نظریں پھسلتی رہیں اور میرے جذبات کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ وہ خط تھا جو تم نے میری شادی سے قبل مجھے لکھا تھا۔شادی سے پہلے کا آخری خط .....جس میں بہت ساری پیاری باتیں، جدائی کا کرب، نئی زندگی کے لیے کچھ خوشبو بکھیرتے الفاظ اور نہ جانے کیا کیا.....میری آنکھوں سے جھر جھر آنسو بہنے لگے میں نے کئی بار خط کو آنکھوں سے لگا کر پیار کیا مجھے اس میں وفا کی خوشبو، سچے دوست کی دیانت داری اور بے لوث محبت نظر آئی.....مگر.....! خط پر میری نظریں گڑیں مگر میں ایک لفظ بھی نہ پڑھ سکی۔اب میری آنکھوں کے سامنے تو کچھ اور ہی تھا۔کئی منظر آ رہے تھے اور جا رہے تھے لگ رہا تھا میں کسی اسٹیج شو کا نظارہ کر رہی ہوں اور کردار کی شکل میں، میں یعنی نرگس.....اور تم ثمرہ تم تھیں۔

میں نے زندگی میں بہت کچھ کھویا تھا اور بہت کم پایا تھا اور جو کچھ پایا تھا ان میں سب سے انمول چیز تم تھیں ثمرہ .....میری سب سے پیاری دوست.....دوست لفظ تو تمہارے تعلق کے لیے ناکافی تھا.....بے پناہ تعلق، بے پناہ پیار، جان نچھاور کرنے والے جذبات .....کیا ایسا تعلق کسی کا کسی سے ہوسکتا ہے؟ شاید نہیں .....! میں نے تمہیں اتنی شدت سے چاہا ''ہائے'' میں نے سینے میں اٹھنے والے درد کو ایک لمبی سانس لے کر آزاد کرنا چاہا اور ادھر آنکھوں کے پردے پر کچھ منظر بدل گئے۔ مجھے یاد آئیں دو بچیاں جو شاید پانچ پانچ سال کی رہی ہوں گی.....وہ گھر سے چیز لینے نکلی تھیں کہ راستہ بھٹک گئیں میں تو پردیسی تھی کیونکہ میری امی سال میں ایک بار ہی میکے آتی تھیں اور مجھے سال کے ان چند دنوں کا انتظار بڑی بے صبری سے رہتا تھا۔صرف اسی آس پر سال گزر جاتا تھا۔ہاں تو وہ بچیاں راستہ بھٹک گئی تھیں اور بازار بازار روتی پھر رہی تھیں۔گھر میں کہرام مچ گیا تھا۔تین گھنٹوں میں ہم دونوں کتنا روئے تھے۔کبھی مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر روئے، کبھی کسی دوکان کے

www.urduchannel.in

آگے کھڑے ہو کر روئے .....وہ تو بھلا ہو اس شخص کا جو ہمیں امی کے رٹے رٹائے پتہ پر چھوڑ گیا اور اس طرح ہم دونوں گھر آ گئے۔

کیسے رات بھر ہم نے گلے میں ہاتھ ڈال کر عہد کیا تھا کہ آئندہ کہیں اکیلے نہیں جائیں گے۔

چھٹیاں ختم ہو جاتیں اور ملن کے چند دن پھر لمبی جدائی کی سوغات دے جاتے۔ کتنا روتے تھے ہم ایک دوسرے سے بچھڑتے ہوئے۔ پتہ نہیں محبت مجھ پر اتنا اثر کیوں کرتی ہے۔ میں نے بہتی آنکھوں کو مسلا .....منظر بدل گئے اور آنکھوں کے سامنے آئے سال بھر گزارنے کا بہانہ بنے وہ موٹے موٹے خط جن کا ہم دونوں کو بے چینی سے انتظار رہتا تھا۔ ہر تیسرے دن ڈاکیہ موٹے موٹے لفافے دے جاتا اور سب لوگ انہیں کھولنے کو اور ہمیں چھیڑنے کو بے چین ہو جاتے۔مگر پڑھ کون سکتا تھا.....وہ خط ہم دو پاگل ہی تھے جو وہ طویل خط ایک ایک گھنٹہ بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے اور اسی دن سے جواب لکھنا شروع ہو جاتے تھے۔تین تین دن میں وہ خط پورے ہوا کرتے تھے۔کیا کچھ نہیں ہوا کرتا تھا ان خطوط میں کبھی مرزا غالب کا انداز اختیار کیا جاتا تو کبھی میر کے شعروں سے سجایا جاتا۔کبھی گلاب کی پتیاں سکھا سکھا کر رکھی جاتیں تو کبھی عطر کی چند بوندیں.....ہاں ''عاشقانہ خط'' یہی کہا کرتے تھے سب.....سچ ہے ''میں نے تم سے محبت نہیں عشق کیا تھا، جنون کی حد تک'' عمر کے اس سنہری دور میں جب لڑکیاں اپنی آنکھوں میں کچھ اور ہی خواب سجانا چاہتی ہیں .....اس عمر میں ہم دونوں نے ایک دوسرے سے عشق کیا تھا۔پھر سال بھر بعد ملن اور پھر جدائی .....وہ چند دن کیا ہوتے تھے۔بے پناہ خوشبوؤں سے بھری گھڑیاں ہوتی تھیں.....پھر انہی دنوں زندگی نے مجھے محرومیاں دینی شروع کر دیں۔کتنی محرومیاں..... اب کیا بتاؤں تمہیں تو سب یاد ہوگا کتنی قیمتی قیمتی انمول ہستیاں میری زندگی سے چپکے سے چلی گئیں اور پھر زندگی کی کڑی دھوپ میرے سر پر تھی۔تنہا ہو گئی تھی میں.....زندگی کی دشواریوں نے میرے لیے اپنے در کھول دیے تھے۔ان حالات میں بھی اگر کوئی تھا جو مجھے جینے کی امنگ دیتا تھا تو وہ تھا تمہارا پیار اور وہ جس کی آنکھوں میں میں نے اپنے لیے کچھ

www.urduchannel.in

دیکھا تھا.....اور وہ خوشی بن کر میری آنکھوں میں جھلملانے لگا تھا۔مگر وہ بھی میری زندگی کا حادثہ بن گیا۔اس کی بے وفائی نے میری آنکھوں میں مذید آنسو بھر دیے تھے۔مگر تمہارے سہارے میں آنے والے کل کی آس میں آج جیتی رہی۔کتنی نادان تھی میں.....مگر سب تو کہا کرتے تھے میں نادان نہیں تھی۔پھر وہ سب کچھ کیسے ہوگیا.....کیسے میں دھوکا کھا گئی.....؟تمہیں تو پتہ تھا نا میرا وہ درد بھی،مگر میں نے اس درد کو بھی مسکراہٹ بنا کر ہونٹوں پر سجالیا تھا۔تمہاری محبت نے مجھے زندہ کردیا تھا۔میری آنکھوں میں وہ ہزاروں راتیں آگئیں جو ہم دونوں نے جاگ کر گزاری تھیں رات میں آسمان پر کتنی تبدیلیاں ہوئیں ہم جاگتے ہوئے بھی نہیں بتا سکتے تھے۔ہم دونوں کے پاس اپنی اتنی باتیں ہوا کرتی تھیں۔خیالات کا اظہار،مذاکرے،اپنی اپنی رائے پر ایک دوسرے کو آمادہ کرنا۔کسی بھی ٹاپک کو پکڑ کر اس پر اظہارِ رائے اور پھر.....کیا کیا یاد آنے لگا.....نہ چاہتے ہوئے بھی میں اس بھنور میں پھنس گئی جس سے دن بھر نہیں اب ہفتہ بھر بھی نکلنا اب ممکن نہیں تھا۔وہ کالج کی باتیں، دوسری لڑکیوں کے ذکر،زندگی گزارنے کے بارے میں اپنے خیالات ،اپنے آئیڈیل کا ذکر،ایک دوسرے کی خامیوں کو دیکھ کر یک دوسرے کو بتانا اور پھر انہیں دور کرنا،کتنی ذہنی ہم آہنگی تھی کہ خطوں میں بھی اشارہ دے کر ایک دوسرے کو سالوں پہلے کی بات یاد دلا دیا کرتے تھے.....اور پھر اس کی تصدیق اگلے خطوں میں ہوا کرتی تھی۔ایک دوسرے کے کپڑے،چپل کیا تمام چیزیں ہی ہم دونوں کی ہوا کرتی تھیں تحفے خریدنے کے لیے پائی پائی جمع کرنا.....روٹھتے تو ہم کبھی تھے ہی نہیں اگر روٹھ گئے .....تو.....ہاں اس معاملہ میں تم بہت نالائق تھیں.....نہیں بلکہ.....تمہارے اس عمل سے مجھے تمہاری بے وفائی کی بو آیا کرتی تھی۔تم بے غم ہوکر سو جایا کرتی تھیں کیونکہ تمہیں پتہ تھا کہ جب تک میں تمہارے گلے میں ہاتھ ڈال کر نہ سو جاؤں مجھے نیند نہیں آئے گی چاہے رات ہی گزر جائے.....گھر والے سوتے سوتے ٹوکتے رہتے تھے:

''اب سو جاؤ.....''

اور ہم.....میں تو بہت ہی پاگل تھی۔یہاں تمہارے گھر آتی تھی تو کہیں اور جانے

www.urduchannel.in

کا نام نہیں لیتی تھی تمہارے بغیر.....اور کالج کے وہ لمبے لمبے دن جب تمہارے انتظار میں بھوکی رہا کرتی تھی کہ تمہارے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گی اور پھر واپس آنے سے پہلے وہ رونا دھونا،وعدے وعید،روٹھنا منانا اور تحفے تحائف.....اور پھر وہی.....لمبے لمبے خط.....

ڈاکیہ بھی پہچان گیا تھا کہتا تھا!نرگس بی بی کے خط لانے کے علاوہ اب مجھے کوئی دوسرا کام ہے ہی نہیں۔یاد ہے وہ تاروں بھری رات میں چھت پر ٹہل ٹہل کر رات گزارنا کبھی تم میری گود میں سر رکھتی تھیں اور میں سر سہلاتی تھی اور کبھی میرا سر تمہاری گود میں ہوا کرتا تھا۔وہ سب کے سونے کا انتظار کرنا پھر چپکے چپکے کنڈی کھول کر چھت پر جانا اور گھنٹوں ایک دوسرے کو تکا کرنا باتیں کرنا اور پھر وہی دیوانگی.....کیا تھے تمہارے آئیڈیل.....یاد کرو.....تمہیں لڑکوں کا گورا رنگ پسند تھا اور مجھے ہمیشہ سے سانولے رنگ والے لڑکے پسند تھے۔کتنی باتیں کیا کرتے تھے ہم دونوں اس بارے میں اور خدا سے دعا کرتے تھے کہ ہم دونوں کو ایک گھر میں دو بھائیوں سے بیاہ دینا کتنے پاگل تھے.....ہم.....میں تو بہت ہی پاگل تھی تمہارے لیے.....پھر ہم دونوں کی شادیاں ہوگئیں.....شادیاں نہیں جدائیاں.....کتنا روئے تھے ہم یہ شعر پڑھ پڑھ کر جو تمہارے خط میں ابھی میں نے پڑھا تھا۔ اور پھر نئے عہد لیے گئے ایک دوسرے سے.....مگر .....وقت بڑا بے رحم ہوتا ہے.....نہیں بے رحم وقت نہیں ہم ہوجاتے ہیں۔وقت کی رفتار تو وہی رہتی ہے۔وہی سورج نکلنا وہی ڈوبنا بدل تو ہم جاتے ہیں۔کیا کیا یاد آرہا تھا.....؟یاد ہے وہ ''ریت پر یت'' نام کا ناول جو ہم نے پڑھا تھا اور مذید نئے وعدے کیے تھے خود سے اور ایک دوسرے سے.....اور وہ پاکستانی سیریل کیا نام تھا اس کا.....؟چلو تمہیں تو یاد ہی ہوگا اور یاد ہوگا وہ دور بھی جب تمہارا ذکر میری دوستوں میں اور میرا ذکر تمہاری محفلوں میں ہوا کرتا تھا۔میری دوستیں کہا کرتی تھیں.....

''نرگس یا تو پاگل ہوچکی ہے یا اللہ نے تیرے اندر کسی لڑکے کا دل ڈال دیا ہے۔کوئی لڑکی کسی لڑکی کو اتنی دیوانگی سے نہیں چاہ سکتی.....''

کیوں کہتے تھے لوگ ایسا.....؟کیوں.....کیوں میں ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ

www.urduchannel.in

تمہارا نام لکھا کرتی تھی میں نے تو اپنے دستخط ہی بدل ڈالے تھے میری کاپیوں پر میری ڈائریوں پر ہر ہر چیز پر تمہارا نام لکھا ہوتا تھا۔اور میں اپنے کالج میں بھی بہت مقبول تھی سو مجھے چاہنے والی لڑکیاں شاید تمہارے نام سے تمہارے ذکر سے جلنے لگی تھیں۔مگر میں نے کب کسی کی پروا کی۔ مجھے تو بس.....واقعی میں پاگل تھی جو تمہیں پہچان نہ سکی مگر کیا کسی کو پہچاننے کے لیے ایک عمر درکار ہوتی ہے یا چند ساعتیں.....میں نے تو تمہارے ساتھ ایک نہیں دو نہیں پورے بیس سال گزارے تھے۔اتنا طویل عرصہ بھی کیا کسی کو پہچاننے کے لیے کم ہوتا ہے.....؟ ہوتا ہوگا مگر میں تو یہی سوچا کرتی تھی جہاں محبت کے دیے جلتے نظر آئیں وہیں بسیرا کرلو اور اس پاک روشنی سے اپنے اندر نور بھرلو۔اگر تمہیں پہچانتی رہتی تو عمر گزر جاتی اور پھر کہاں سے عمر رفتہ لاتی جو مزید وقت دیتی.....نہیں ان دنوں تم.....مخلص ہوا کرتی تھیں.....نہیں اگر تم مخلص ہوتیں تو آج بھی ہوتیں کیونکہ میرا ذاتی تجربہ یہ کہتا ہے کہ ہم اگر زندگی میں کسی سے ایک بار سچی محبت کرلیں تو پھر چاہ کر بھی ہم اس کے لیے نفرت پیدا نہیں کرسکتے۔ سچی محبت نفرت نہیں بن سکتی ہاں وقتی طور پر ہم اس شخص سے بے زاری بے اعتنائی، لاتعلقی اور نفرت کا اظہار کردیتے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ نفرت کے خادار درخت کو بار بار جلا ڈالنے میں کامیاب ہوتی رہتی ہے۔محبت صرف محبت ہوتی ہے کسی کو چاہے جانا اور بس چاہے جانا کیونکہ میں جن لوگوں سے محبت کرتی ہوں ان کے لیے اپنے دل میں آج تک نفرت پیدا نہ کرسکی۔غصہ بیزاری، بے توجہی، لاتعلقی، رشتوں میں کمزوری، بے رخی ضرور پیدا ہوجاتی مگر محبت کبھی نہیں مرتی ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔

اب میرا دل رو نہیں رہا تھا تڑپ رہا تھا۔اور میں باقاعدہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اور وہ تھیلی میری گود سے نیچے گر گئی تھی۔تھیلی گری تھی یا یادیں بکھر گئی تھیں ڈھیر تھا خطوں کا.....کسی سے سوکھا گلاب جھانک رہا تھا تو کسی کو رنگین پنیوں سے سجا کر لکھا گیا تھا۔کسی خط کے کونے میں ایک دل بنا ہوا تھا۔تو کسی پر.....ایک تلاطم برپا تھا میرے اندر.....اور میں خود پریشان تھی کہ اس پر کس طرح قابو پاؤں.....ہاں ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ہر تین چار ماہ میں میری ایک رات روتے روتے گزر جاتی تھی۔اور میرا پیارا ساتھی، میرشوہر ایاز

www.urduchannel.in

مجھے چپ کرا کر کہتے تھے!'' پھر پاگل ہوگئیں تم دوسروں کے لیے کیوں روتی ہو ان کے لیے جو تمہیں بھلا بیٹھے ہیں۔'' بھلانا.....نہیں بھلانا تو قابل معافی جرم ہے.....مگر تم نے تو مجھے دھوکا دیا ہے.....بے وفائی کی ہے میرے ساتھ میں نے اپنی زندگی کی ہر چھوٹی سے چھوٹی خوشی ہر غم ہر خیال تم سے بانٹا تھا۔اور خوشی اور غم ہی کیا زندگی کے ہر ہر پل سے تمہیں آگاہ کیا تھا.....اور تم نے.....تم نے مجھ سے بے وفائی کی.....وہ اعتبار جو ہزار کوشش کے باوجود بھی اس وقت کوئی نہ توڑ سکا جب ہماری عمریں کچی تھیں۔آج صرف چند غلط فہمیوں نے توڑ دیا اور غلط فہمی بھی کیسی.....کس سے؟ یکا یک آنکھوں نے رنگ بدلا اور میری برستی آنکھوں نے جھٹکے سے گرنے والے آنسوؤں کو بند کیا اب تمہاری بے وفائی کے تمام رنگ مجھے نظر آنے لگے.....یکا یک میری کیفیت بدل گئی اور نفرت کا ایک ریلا دل پر چھاتا چلا گیا وہی خط جس کو نہ جانے کتنی بار میں پیار کرچکی تھی۔آنکھوں سے لگا چکی تھی۔انگلیوں سے محسوس کرچکی تھی۔اسی خط کو میرے ہاتھوں نے توڑنا مروڑنا شروع کردیا اور میں اس عمل کو نہ روک پائی بالکل اسی طرح جس طرح ابھی چند گھنٹوں پہلے میں چاہتے ہوئے بھی وہ تھیلی اٹھانے کو اپنے ہاتھوں کو نہ روک پائی تھی۔میری آنکھوں میں اس وقت یقیناً بغاوت، نفرت، بے دلی اور لاتعلقی کے جذبات تھے جو مجھے اپنے دل کی کیفیات سے محسوس ہو رہے تھے۔میرے ہاتھوں نے تمہارے ان لمحوں کو توڑ مروڑ دیا جس کو ابھی میں سنجو رہی تھی۔یہ سب تمہاری بے وفائی سے ہو رہا تھا۔تم بے وفا ہوگئیں مجھ سے اپنی نرگس سے.....ہاں آگئی لوگ اپنی چال چل گئے جو عرصہ سے ہی یہ چاہتے تھے کہ ہم دونوں میں دوریاں پیدا ہوں.....وہ اس میں کامیاب ہوگئے۔ایک طویل عرصہ بہت طویل عرصہ بعد.....مگر مجھے ان لوگوں سے نہیں تم سے نفرت ہے.....اعتبار کسی کی چال کا محتاج ہوگیا.....یقین لوگوں کے زہریلے خیالات سے مرگیا کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ ہاں ہوسکتا ہے.....تم نے کیا ہے ایسا میرے ساتھ پل پل رلایا ہے۔ سالوں گزرنے کے بعد بھی تمہاری بے وفائی مجھے آج بھی گھنٹوں رلاتی ہے اور پہروں جگاتی ہے اور پھر ایک نفرت کی لہر پھوٹتی ہے جو سب کچھ بہا کر لے جانا چاہتی ہے۔میں نے توڑ مروڑ کر خط کو گولے کی شکل دے کر اسی پالی تھن میں ڈالا.....اور تمام خط

www.urduchannel.in

اس میں بے زاری سے بھر کر کھلے بکس میں رکھ دیئے مگر یہ کیا..... میرے ان ہی ہاتھوں نے پھر جنبش کی اور میں نے پھر اس تھیلی میں ہاتھ ڈالا اور وہی توڑ مروڑ کر پھینکا ہوا خط نکالا..... پھر نفرت کی جگہ محبت نے لے لی۔ اور میں نے پھر اسے سیدھا کیا..... پھر وہی شور جگمگایا۔ میں نے پھر اسے بوسہ دیا، دل سے لگایا اور سنبھال کر رکھ دیا کسی قیمتی شہ کی طرح..... بے شک تم بدل گئی ہو تمہاری محبت ختم ہوگئی ہو، تم مجھے بھول چکی ہو، تم مجھ سے دور رہ کر خوش ہو..... مگر میں آج بھی تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں اسی دیوانگی سے محبت نہیں عشق کرتی ہوں..... اور ہمیشہ کرتی رہوں گی۔ مگر کہیں نہ کہیں نفرت کی لہر بھی ہے جو بار بار اٹھتی ہے اور میں اسے بار بار دباتی ہوں۔ آخر یہ کب تک چلے گا..... کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ٹوٹ جاؤں اور ہمارا سارا سرمایہ میرے وجود میں اس طرح بکھر جائے کہ میں پھر اسے سمیٹ بھی نہ سکوں..... میں نے بہتے آنسوؤں کو پوچھا اور ان آوازوں کی طرف دھیان دینے لگی جو یکا یک نیچے سے آنے لگی تھیں۔ لگتا ہے کوئی آیا ہے! میں جلدی جلدی سب کچھ سمیٹ کر نیچے آئی..... نیچے ڈرائنگ روم میں میرا بیٹا عدنان اور اس کا دوست بیٹھا تھا اور دونوں کسی بات پر الجھ رہے تھے۔ یہ عدنان کا ویسا ہی دوست تھا..... جسے ایک ہی پالنے کا جھوٹا کھاتے کھاتے بڑے ہونا کہتے ہیں۔ دونوں آپس میں چچازاد بھی تھے اور بچپن کے یار بھی ایسے کہ دونوں کا پیٹ ایک ہی پلیٹ میں کھا کر بھرتا تھا۔ مگر آج دونوں کے رنگ جدا تھے اور دونوں ہی ایک دوسرے کی غلط فہمی کا شکار نظر آ رہے تھے۔ مجھے لگا کوئی تیسرا یہاں بھی اپنا کام کر گیا اور اب یہ دونوں دوسروں کی لگائی آگ میں جل کر تمام عمر کے لیے ایک دوسرے کو گنوا دیں گے۔ حالانکہ شہزاد برابر عدنان کو ٹھنڈا ہونے کو کہہ رہا تھا مگر عدنان کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔ شہزاد اسے بار بار اپنی بچپن کی دوستی یاد دلا رہا تھا..... مگر عدنان اسے برابر تحفۂ دشنام دیے جا رہا تھا۔ عدنان کی بدتمیزی دیکھ کر میں غصہ سے کانپ گئی اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی ان دونوں کے درمیان چلی گئی۔

''عدنان.....''

میں نے پوری طاقت سے اسے پکارا.....

www.urduchannel.in

''یہ تم کیا کر رہے ہو؟''

''ممی..... آپ کچھ نہیں جانتیں..... یہ.....''

''میں سب جانتی ہوں..... تمہیں بھی اور شہزاد کو بھی..... تم دونوں آج کسی کی لگائی آگ میں خود کو جلا رہے ہو اور ایک دوسرے کو خود سے تمام عمر کے لیے جدا کر رہے ہو۔ عدنان میرے بچے یہ بدعہدی کبھی نہ کرنا یہ گناہ کبھی نہ کرنا..... کبھی اپنے بچپن سے چلے آ رہے اعتبار کو یوں نہ مارنا.....''

❁❁❁

www.urduchannel.in

اے وقت گواہ رہنا

میں نے جیسے ہی گھر سے باہر قدم نکالا زمانہ مجھے پیچھے کی طرف لے گیا۔

''کون کہتا ہے ! بہوویں ساسوں پر ظلم نہیں کرتی ہیں ۔ بہوویں ظلم کا شکار ہوتی ہیں۔ساسیں ظلم کرتی ہیں..... میں نے، میں نے اپنی ساس پر بہت ظلم کئے ہیں بے پناہ ستایا ہے بلکہ خون کے آنسو رلایا تھا۔اور گھر سے بے گھر کر دیا تھا۔

ساس کو یاد کرتے ہی میرے سامنے ان کا سراپا گھوم گیا۔ بڑی بڑی ڈوریوں والی آنکھیں،اونچی پیشانی،کھلتا ہوا رنگ ، پرنور چہرہ، پرنور کیا بلکہ ایسا جس سے پاکیزگی اور تقدس کی کرنیں جیسے ہر وقت بکھرتی رہتی تھیں۔ بہت ہی سمجھدار بڑی ہی سلجھی ہوئی خاتون تھیں۔ان کی سمجھداری کے تو ڈنکے پٹا کرتے تھے۔سلیقہ مند، ہنرمند، سنجیدہ خاتون اپنے گھر اور بچوں پر جان لٹانے والی خاتون، زندگی نے انھیں بہت دکھ دئے تھے۔مگر انہوں نے انہیں پلو سے باندھ کر نہیں رکھا بلکہ نظام حیات سمجھ کر آگے بڑھتی چلی گئیں۔

بڑے ارمانوں سے انھوں نے مجھے اپنے گھر کی بہو بنایا تھا۔ اور دوسرے تیسرے دن ہی انھوں نے مجھ سے کہا تھا۔

''بچہ میرا بڑا ارمان ہے کہ میری بہوؤں کے آنے کے بعد بھی میرا گھر امن و سکون کا گہوارہ بنا رہے اور میں اپنے بیٹوں بہوؤں کے ساتھ اپنے گھر کو سجاؤں،سنواروں بچی گھر میں سکون بنائے رکھنے میں میرے قدم سے قدم ملا کر چلنا۔زندگی کی چھوٹی موٹی باتوں کو دل سے لگا کر مت بیٹھ جانا۔ بلکہ مجھے ہمیشہ اپنی سگی ماں اور اس گھر کی بڑی سمجھنا۔ اب میرے بعد یہ سب تم سے جڑے ہیں میرے بچے میرا ساتھ دینا۔''

دوسرے دن جب میری ماں نے مجھ سے پوچھا کہ

www.urduchannel.in

''گھر والے کیسے ہیں؟ اور ساس سے کیا کیا باتیں ہوئیں.....؟''

تب میں نے ساری گفتگو اپنی امی کو سنادی۔ جسے سن کر وہ چراغ پا ہوگئیں اور انہوں نے مجھے الٹی پٹی پڑھادی کہ شروع شروع میں کچھ نہ کرنا تیری ساس تجھے میٹھا میٹھا بول کر سارے گھر کی ذمہ داری تجھ پر ڈالنا چاہتی ہے۔اپنی اور اپنے بچوں کی ذمہ داری بہت خوبصورت انداز میں تجھے گھر کا بڑا بنا کر نبھوانا چاہتی ہیں۔اس کا اثر یہ ہوا کہ اب ہر وقت میرے کانوں میں امی کے الفاظ گردش کرتے رہتے اور اکثر اوقات اب میری جھوٹی طبیعت خراب ہونے لگی تھی۔ادھر اللہ نے میری گود بھرنے کا بھی انتظام کر یا تھا۔ میں ان دنوں بہت خوش بھی رہا کرتی تھی۔میرے دو چھوٹے دیور اور دو نندیں بھی تھیں۔ جو میرے نخرے اُٹھاتے نہیں تھکتی تھیں۔مگر انہیں کالج بھی جانا ہوتا تھا اور دونوں دیور نوکری تلاش کر رہے تھے۔ادھر اپنی امی کی ڈوز مجھے برابر مل رہی تھی۔خدا کا شکر تھا صحت بالکل ٹھیک تھی۔ میری ساس میرا برابر خیال رکھتی تھیں اور پھر میرے شوہر امجد بھی میرا برابر خیال رکھتے تھے۔اللہ کا شکر تھا گھر میں کافی پیسہ تھا اور گھر بھی بہت بڑا تھا۔اس سب میں بھی میری ساس کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ان کو اپنے میکے سے جو وراثت ملی تھی وہ دوسرے شہر میں تھی اور میرے سسر کو جو وراثت ملی تھی وہ گھر بہت چھوٹا تھا اور ان کے کاروباری حالات بھی کچھ اچھے نہیں تھے تب میری ساس نے اپنا مکان اور اپنے شوہر کا چھوٹا سا مکان بیچ کر یہ بڑا سا گھر خرید لیا اور باقی پیسہ سسر جی کے کاروبار میں لگا دیا اور اِس طرح کاروباری حالات بھی اچھے ہوگئے۔

اب آہستہ آہستہ میں اپنی امی کے کہنے پر اپنے میاں جی کے کان بھرنے لگی تھی۔وہ بھی اس انداز سے کہ ان پر ماں کی طرف سے بدگمانی ہلکے ہلکے گھر کرنے لگے۔ اکثر میں جھوٹے درد کا بہانہ کر کے بیڈ پر لیٹ جاتی اور آئے اوئی کرتی وہ پوچھتے تو میں کہتی !

''گھر کا سارا کام پڑا تھا امی اکیلی تھیں۔ اب دونوں بہنیں تو کالج چلی جاتی ہیں اکیلے پورے گھر کا کام دونوں بھائیوں کے کمرے سمیٹنا گھر کے دیگر کام اتنا بڑا نیم کا پیڑ اور کوڑا کرتا ہے اگر پیڑ کٹ جائے اور آنگن کا فرش بن جائے تو کام بھی کافی آسان ہوگا۔

''نہیں عرشی .....پیڑ تو اس گھر کی تاریخ ہے۔جس دن امی ابو کے پاس اس گھر

www.urduchannel.in

کی چابی آئی تھی اور ہم سب اس گھر میں پہلی بار آئے تھے اسی دن دونوں نے یہ پیڑ لگایا تھا۔ میں نے تو خود مٹی کھودی تھی امجد ایک دم سے ماضی میں کھو گئے۔ جب ہم سب بہت چھوٹے چھوٹے سے تھے تو پیڑ کے نیچے کھڑے ہو کر نہایا کرتے تھے۔ امی کہتی تھیں:

''گرمیوں میں نیم کے پیڑ کے نیچے نہانے سے گرمی سے ہونے والی بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے۔'' ہم تو کیا امی ابو بھی پیڑ کے نیچے بارش میں خوب نہایا کرتے تھے۔''

پھر رفتہ رفتہ میں نے اپنی امی کے کہنے پر گھر میں بٹوارے کے بیج بونا شروع کر دیے اور ذریعہ انہیں گھریلو کاموں کو بنایا جس کی وجہ سے بڑے بڑے گھر آسانی سے بٹ جاتے ہیں۔ میں نے کبھی بھی اپنی عقل استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی حالانکہ میں گریجویٹ تھی اور وہ تعلیم کا ایک اعلیٰ معیار مانا جاتا ہے۔ مگر میں نے نہ تو اپنی عقل استعمال کی نہ تعلیم سب کچھ بالائے طاق رکھ کر میں تو بس امی کے کہنے پر چل رہی تھی۔ اس وقت ان کا بچھایا راستہ ہی مجھے اپنے لیے راہ راحت محسوس ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ میں میاں کے کان بھرنے لگی۔ اب مجھے جھوٹ بولنا بھی بہت سلیقہ سے آ گیا تھا۔ ایک کام گھر کا کرتی تو تین کام ان کے سامنے گنواتی ساتھ میں ہائے اوئی کی آوازیں بھی نکالتی اور گھر کی تنہائی کی دہائی بھی دیتی..... کبھی کہتی!

''امجد ہم لوگ اگر الگ ہو جائیں تو امی پر بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے گا۔''

امجد نے مجھے گھورنے والے انداز میں دیکھا تھا۔ مگر میں نے ان کے کندھے سے لگ کر پیار بھرا ہاتھ ان کے منہ پر پھیرنا شروع کر دیا۔

''امجد میں امی سے الگ ہونا نہیں چاہتی ہوں بس آج کل اپنی طبیعت کے سبب ان پر بوجھ بننا نہیں چاہتی!''

میرے پیار بھرے لمس نے امجد کی نگاہوں میں فوراً فرق پیدا کر دیا۔ اور مجھے سمجھ میں آ گیا کہ یہ ہتھیار میرے لیے کتنا مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ امجد اگرچہ خاموش مزاج آدمی تھے اور امی سے الگ ہونے کی بات وہ میری لاکھ کوشش کے باوجود بھی نہ کر سکے۔ ادھر میری ڈلیوری میں تین ماہ باقی تھے اور میری ساس بہت پیار سے آنے والے پوتے/پوتی کے لیے

www.urduchannel.in

تیاری کر رہی تھیں۔ حالانکہ میرا ناروا سلوک انہوں نے کئی بار محسوس بھی کیا تھا۔ مگر کبھی مجھے احساس نہیں دلایا۔ اور خود اس کام کو انجام دے دیتیں جس پر میں ناک بھوں سکوڑا کرتی تھی۔ گھر میں بھی انہوں نے کسی سے بھی ایک بار بھی میرے سلوک کا ذکر نہیں کیا تھا۔ شاید وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ مرد بات پر اعتبار دیر سے کرتا ہے۔ مگر ایک بار جس بات پر اعتبار کر لے تو زندگی بھر اس کے دل سے وہ بات نہیں نکلتی۔ یہ صفت تو ہم عورتوں میں بخوبی ہوتی ہے جب چاہو دل برا کر لو پھر صلح صفائی کر لو، اگرچہ بات دل کی تہہ میں کہیں دب جائے۔ مگر مسکرا کر ملنے کے اوصاف تو پیدا کر لیے جاتے ہیں۔ میرے دیور مجھ سے ویسے ہی خوش دلی سے ملا کرتے تھے اور اکثر آنے والے مہمان کا ذکر ڈھکے چھپے لفظوں میں ہوتا رہتا تھا۔ اطہر میرا چھوٹا دیور اس نے ایک گول مٹول سے چھوٹے بچے کا بڑا سا پوسٹر بھی میرے کمرے کے باہر دالان میں لگا دیا تھا اور اس پر لکھ دیا تھا ''صبح شام دیکھنے کی دوا.....'' جس کو پڑھ کر میرا دل گدگدایا تھا۔ مگر سارے جذبے میری امی میرے دل سے سیاسی چال بتا کر اڑاتی چلی گئیں اور بھرتی گئیں میرے کان اور میں ان کا استعمال امجد کے سامنے کرتی گئی۔ پھر امی نے مجھے آرام کا بہانہ بنا کر اور میری امی (میری ساس) کی تنہائی میں کیا کیا کرنے کی ہمدردی والے الفاظ کا مکھن لگا کر مجھے اپنے ساتھ لے گئیں۔ حالانکہ میرے میکہ کے حالات اتنے اچھے نہیں تھے اور پھر یہ اتنا بڑا مرحلہ جو جان و مال سب چاہتا ہے۔ مگر امی مجھے اپنے ساتھ لے گئیں اور وہاں جا کر انہوں نے ہر ملنے والے سے اس انداز میں میرے آنے کی وجہ بیان کی کہ سب کی نظروں میں میری ساس بری بن گئیں۔ اس وقت تو مجھے سب کچھ اچھا لگ رہا تھا۔ سنہرے دن تھے جوانی ٹوٹ کر آ رہی تھی۔ اس وقت مجھے آنے والے بڑھاپے کا خیال کبھی چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ میری امی نے ایک طرف تو ان کے رشتہ داروں میں ان کو برا بنا دیا تھا اور دوسری طرف میٹھے میٹھے الفاظ میں امجد کے سامنے ان کی امی کا یہ سلوک دکھایا کہ دیکھو پہلا بچہ جو ددھیال والوں کا ارمان ہوتا ہے وہ بھی میکے میں جنم لے رہا ہے۔ شک کے ناگ نے دھیرے دھیرے امجد کے ذہن میں پھن پھیلانا شروع کر دیا تھا اور میری ساس جوان سب سے بیگانہ آنے والے وقت کے انتظار میں اپنے پیار کو سمیٹے بیٹھی

www.urduchannel.in

تھیں۔ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ان کے ساتھ کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے دراصل میری ماں کا، میری چالاک بلکہ عیار ماں کا اصل مقصد ہی یہی تھا کہ دنیا کی نظروں میں انہیں ظالم ساس قرار دیا جا سکے اور وہ اس سب میں کامیاب بھی ہو رہی تھیں۔ دوسری طرف امجد بھی ان کی سیاسی چالوں میں آ گئے تھے۔اب خرچ امجد کا ہوتا تھا اور نام میری ماں کا ہوتا تھا۔تین مہینوں میں انہوں نے میرے ذاتی خرچ کے علاوہ اپنے اوپر بھی امجد سے کافی لاگت لگوالی تھی اور امجد میری تیمارداری کو ان کا احسان سمجھ کر اپنی ماں کی طرف سے ہر وقت ان سے معذرت کرتے رہتے اللہ اللہ کر کے میرے یہاں بیٹا پیدا ہو گیا اور اسی کے ساتھ ساتھ دونوں دیوروں کی نوکریاں بھی لگ گئیں اور دونوں نندوں کے رشتے بھی طے ہو گئے۔ میرے بیٹے کو بہت بختاور سمجھا گیا۔حالانکہ نہ کوئی منحوس ہوتا ہے اور نہ کوئی بختاور، ہر ایک اللہ کے حکم کے انتظار میں ایک معینہ وقت کا منتظر رہتا ہے۔میری نندوں کے رشتہ تو طے ہی تھے بس میری ڈلیوری کے انتظار میں میری ساس نے رکوا رکھے تھے۔

''میری بہو اپنے مائیکہ میں ہے اس کے گھر آنے کے بعد ہی اقرار کروں گی۔''

کیونکہ وہ میرے بغیر کوئی کام نہیں کرتی تھیں۔خیر پھر جلدی جلدی میری نندوں کی شادیاں ہو گئیں اور میرے دونوں دیور اپنی اپنی سروسز پر چلے گئے ایک ممبئی اور دوسرا گوا....نندوں کی شادیاں بھی دوسرے شہروں میں ہوئی تھیں۔اب گھر میں بچی تو صرف میں اور میری پیاری ساس (جو اس وقت مجھے کانٹا لگا کرتی تھیں) میرا بچہ اور میرے شوہر امجد، حالانکہ زندگی میں اس وقت سکون ہی سکون تھا اگر میں شکر گزار بندی بنتی۔مگر....!میری ماں جو نہ جانے کس مٹی کی بنی تھیں انہیں ابھی میرا یہ سکون ادھورا لگ رہا تھا اور اب انہوں نے میرے کانوں میں دوسرا رس گھولنا شروع کر دیا تھا کہ

''اب تو تو گھر کی رانی ہے.....اتنا بڑا گھر اب تیرا ہے.....راج کر اور گھر اپنے نام کرا لے کم سے کم کاغذات تو اپنے قبضے میں کر لے۔اظہر اور اطہر (میرے دیور) دونوں کو بہت اچھی نوکریاں مل گئی ہیں اب کون سا وہ پلٹ کر آنے والے ہیں اور رفتہ رفتہ بڑھیا کو بھی گھر سے کھسکا اب تو ہر شہر میں کئی کئی یتیم خانے ہیں ایسے بڈھوں کے لیے.....''

www.urduchannel.in

پہلی بار مجھے ان کی بات کچھ بری سی لگی تھی میں نے ناراض ناراض نظروں سے انہیں دیکھا مگر کہا کچھ نہیں وہ جس کو بڑھیا کہہ رہی تھیں وہ ابھی ہٹی کٹی عورت تھیں ابھی تو ان کے بال بھی پوری طرح سفید نہیں ہوئے تھے۔گھر کے آدھے سے زیادہ کام وہی کیا کرتی تھیں سلائی، بنائی، کڑھائی کیے بنا تو جیسے انہیں نیند ہی نہیں آتی تھی۔ پھر کئی دن تک میں امی کے گھر نہیں گئی مگر ان کی کہی ایک ایک بات میرے دماغ میں ہر وقت گھومتی رہتی تھی اور پھر شیطان پوری طرح میرے دماغ پر قابض ہو گیا گھر کی ملکہ بننے کے خواب نے مجھ سے وہ گناہ عظیم کرا دیا۔

میں نے پھر امجد کے کان بھرنا شروع کر دیے اب تو میری پوزیشن اور بھی مضبوط تھی کیونکہ میں اب ایک بیٹے کی ماں تھی اور دوسرا میرے بطن میں تھا۔وہی جھوٹی سچی باتیں لگا لگا کر میں نے امجد کے کان لبالب کر دیے۔دو سال کا لاوا آخر کب تک نہ پھوٹتا پھر ایک دن امجد نے امی سے کہہ ہی دیا۔

''امی میں دو سالوں سے آپ کی ناروا باتیں برداشت کر رہا ہوں آپ عرشی کے ساتھ جو سلوک کر رہی ہیں وہ اچھا نہیں ہے بس گھر کے سکون کے خاطر میں چپ تھا مگر اب اور نہیں اظہر، اطہر اچھے رہے جو دوسرے شہروں میں جا کر بس گئے اور آپ ہمیشہ کے لیے میرے ساتھ بندھ گئیں خیر میں کسی اور الجھن میں پڑنا نہیں چاہتا بس آپ عرشی کی کسی بات میں مداخلت نہ کیا کریں''

میری ساس.....وہ بے چاری جنہوں نے اپنے لاڈلے بیٹے کے سکون کے لیے نہ جانے کتنی راتوں کو رت جگا کیا ہوگا کتنی بار اس کے سکون کے لیے رات رات بھر اسے گود میں لے کر ٹہلایا ہوگا کتنے سالوں اس کا میلا دھویا ہوگا، کتنی بار اس کی بیماری میں اس کے سرہانے بیٹھ کر آنسو بہا بہا کر اس کی صحت کے لیے دعائیں مانگی ہوں گی۔کتنی بار حالات نہ ہونے پر بھی اس کی خواہش پوری کی ہوگی، کتنی بار اس کی حرکتیں دیکھ کر فرط مسرت سے اپنے سینے سے بھینچ کر لمبی عمر کی دعائیں دی ہوں گی، کتنی بار اس کی شرارتوں کے سبب دوسروں سے شرمندہ ہو کر نگاہیں جھکائی ہوں گی۔کتنی بار باپ سے اس کی غلطیوں کی پردہ پوشی کی

www.urduchannel.in

ہوگی اور کتنی بار دعا کی ہوگی کہ یہ میرے بڑھاپے کا سہارا بن سکے۔''

وہ ماں اپنے لاڈلے بیٹے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر دنگ رہ گئیں۔ ان کے چہرے پر ہزاروں درد کی لہریں ایک ساتھ اٹھی تھیں۔ جنہیں صرف ماں ہی محسوس کر سکتی ہے۔ مگر اس وقت تو میں بہو بنی ہوئی تھی۔

اس پلاننگ کا دوسرا حصہ ابھی باقی تھا۔ اور وہ تھا بڑھیا کو کسی خوبصورت انداز سے گھر سے باہر نکال کر (سایہ فگن) نام کے ہاسٹل (جو بزرگوں کا گھر تھا) اس میں بھجوا دیا جائے۔ اس کے لیے امی نے پھر مجھے ڈوز دی کہ تم امجد سے کہنا!

''آپ کے کہنے کا امی پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ تو اب پہلے سے بھی زیادہ تلخ ہوگئی ہیں اب میرا بچہ بھی بڑا ہو رہا ہے۔ مجھے انہیں بار بار جواب دینا اچھا نہیں لگتا..... تم ایسا کرو امی سے کہنا کہ ہم لوگ ایک ماہ کے لیے کہیں گھومنے جا رہے ہیں اور ان کی تنہائی کے سبب تم انہیں سایہ فگن پہنچا رہے ہو۔ جب ہم لوگ واپس آ جائیں گے تو انہیں بھی بلوا لیں گے۔ بات بہت خوبصورتی سے کرنا انہیں شک نہ ہو..... دیکھو امجد میں تو صرف بھلائی چاہتی ہوں..... وہ گھر میں تنہا بھی ہوگئی ہیں اپنے ہم عمروں میں رہیں گی تو ان کا دل بھی لگا رہا کرے گا۔''

کتنا بڑا ظلم کیا تھا میں نے ان پر..... کیا کوئی اپنے گھر میں اپنے بچوں میں بھی تنہا ہو سکتا ہے۔ پھر ہوا بھی یہی..... اور وہ اس طرح بہت خاموشی سے اپنا بہت تھوڑا سا سامان لے کر رخصت ہوگئیں۔ میں نے رخصت ہوتے وقت امجد کی موجودگی کا لحاظ رکھا اور ان سے کہا

''امی اپنا خیال رکھئے گا۔ ہم لوگ آتے ہی آپ کو بلوا لیں گے۔''

اس وقت وہ عجیب انداز میں مسکرائی تھیں اور میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں.....

''خدا تمہیں اپنے بچوں کی بہاریں ضرور دکھائے۔''

ہماری پلاننگ پوری طرح کامیاب ہوگئی۔ اور اس رات امی ہمارے گھر آ کر سوئیں۔ انہوں نے میری کمر ٹھونک کر مجھے گھر کی ملکہ ہونے کی مبارک دی۔ انہوں نے میرے اظہر اطہر نام کے ڈر کو بھی بھگا دیا کہ

www.urduchannel.in

''اب ان کی بھی بیویاں ہیں کوئی کسی کو ساتھ رکھنا اب پسند نہیں کرتا۔''

دو چار دن بعد وہ بھی رخصت ہوگئیں۔ اور میں اپنے کو ملکہ نور جہاں سمجھنے لگی۔

ایک دن امجد جب سبزی لیکر آئے تو پسینہ پسینہ تھے..... میں نے پوچھا

''کیا ہوا.....؟''

کہنے لگے....

''آج امی سے ملاقات ہوگئی..... اور ہمارا جھوٹ پکڑا گیا۔''

''کیا.....!''

مجھے جھٹکا لگا.....

''ہاں عرشی میں پھل خرید رہا تھا کہ..... اچانک کسی نے ایک تھیلی میرے ہاتھ میں پکڑائی..... میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ..... امی..... تھیں..... کہنے لگیں۔ امجد میں نے تجھے گھٹی میں جھوٹ گھول کر نہیں پلایا تھا۔ پھر تو نے میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کیسے کر دیا خیر..... یہ لے..... اپنے بیوی بچوں کو میری طرف سے کھلا دینا۔'' اور تیز تیز قدموں سے چلی گئیں اب کیا ہوگا؟''

''ہوگا کیا.....! ارے گھر کے سکون کی خاطر یہ قدم اٹھایا تھا۔ اگر آنا چاہیں تو آ جائیں میرے مقدر میں بے سکونی ہی اگر لکھی ہوگی تو..... سہہ لوں گی۔''

میں اپنے تیور دکھا کر وہاں سے چلی گئی۔ دراصل مجھے اندر ہی اندر خوف کھائے جا رہا تھا کہ اب کیا ہوگا؟ وہ پھر سے گھر واپس آ جائیں گی..... اور میرا خواب..... یہ اتنا بڑا محل جیسا گھر..... میرے بچے..... میرا شوہر..... سب کچھ..... اسی بے سکونی میں کئی دن گزر گئے۔ مگر نہ میری ساس آئیں اور نہ ہی امجد گئے۔ پھر ایک دن دو عورتیں میرے گھر آئیں اور بولیں

''ہم سایہ فگن ہوسٹل سے آئے ہیں اور ہمیں یہ سامان چاہیے۔''

ان کے ہاتھ میں ایک لسٹ تھی۔ اتفاق سے امجد اس وقت گھر پر ہی تھے..... وہ فوراً پہچان گئے کہ یہ امی کی رائٹنگ ہے انہوں نے اپنا باقی سامان منگایا تھا۔

www.urduchannel.in

امجد نے دوڑ کر ہوسٹل فون کیا

''کہ میں طاہرہ بیگم سے بات کرنا چاہتا ہوں میں ان کا بیٹا بول رہا ہوں.....''

Receptionist نے ہولڈ کرنے کو کہا پھر تھوڑی دیر بعد بتایا کہ

''طاہرہ باجی کسی رشتہ دار سے نہیں ملنا چاہتی ہیں۔انہوں نے کہا ہے جو سامان منگایا ہے اگر تمہیں اس کی بھی ضرورت ہو تو رکھ لو میرے پاس اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔''

امجد اپنا سا منھ لے کر رہ گئے اور اس طرح ان کا باقی سامان بھی ہوسٹل چلا گیا۔ ہاں گھر کے کاغذات بھی سامان کے ساتھ الماری سے نکلے جن کو دیکھ کر پتہ چلا کہ گھر کا بٹوارہ تو وہ پہلے ہی کر چکی ہیں۔سب کچھ شریعت کے مطابق تقسیم کیا گیا تھا اور اب اس میں کچھ گنجائش نہیں تھی۔ان کی یہ دور اندیشی آج مجھے ان کے ہاتھ چومنے کو رلاتی ہے کاش..... میں وقت رہتے سمجھ جاتی.....

پھر بعد میں پتہ چلا کہ انہوں نے اپنا زیور بیچ کر ہوسٹل میں باقی عورتوں کی مدد سے کشیدہ کاری سینٹر کھول لیا تھا اور اس سے کافی کمائی ہونے لگی تھی۔سب کو ذریعہ معاش بھی مل گیا تھا۔چند سال یوں ہی گذر گئے۔اس دوران اللہ نے مجھے چار بیٹے عطا کئے اور بیٹی ایک بھی نہ دی.....اب تو سب کو سب کچھ پتا بھی چل گیا تھا اور میرے دونوں دیوروں اور نندوں نے امی سے کہا بھی تھا کہ وہ ان کے ساتھ رہ لیں۔مگر وہ کسی بات پر راضی ہی نہ ہوئیں۔اور نہ کبھی پلٹ کر ہم سے ملنے کی کوشش کی۔

چند سالوں بعد پتہ چلا کہ میری ساس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں رہتی ہے۔اب وہ بیمار رہنے لگی ہیں۔ان کے یہ حالات سن کر امجد اور میں دونوں ایک بار ہوسٹل بھی گئے اور ان سے کہا بھی تھا کہ وہ اب ہمارے ساتھ گھر چلیں عمر کے اس آخری دور میں یوں بیمار رہنا ہوسٹل میں کچھ ٹھیک نہیں مگر انہوں نے منع کر دیا اور ہمارے پاس سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔اسی ملاقات میں مجھے پتا چلا کہ ہوسٹل کی ایک ایک عورت ان کی پوجا کرتی ہے اور وہ کتنی ہر دلعزیز شخصیت ہیں اس ہوسٹل کی.....میں کچھ نادم نادم سی امجد کے ساتھ واپس آ گئی۔پھر کچھ ہی دن بعد ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی وصیت

www.urduchannel.in

کے مطابق ان کا جنازہ ہوسٹل کی چار دیواری سے ہی رخصت ہوا اور اس طرح ان کی کہانی کا باب بھی ختم ہو گیا۔ مگر کچھ سالوں تک وہ میرے دل و دماغ پر چھائی رہیں .....پھر سب کچھ نارمل ہو گیا۔اب میرے بچے جوان تھے اور میں چار چار جوان بیٹوں کی ماں تھی۔ٹھیک اسی طرح جس طرح آج سے اٹھائیس سال پہلے میری ساس تین جوان بیٹوں کی ماں تھیں۔میں بھی اپنے ارمانوں کی ڈولی میں بٹھا کر اپنی دلہن لائی تھی۔ٹھیک اسی طرح .....جس طرح میں اپنی ساس کے ارمانوں کی ڈولی میں بیٹھ کر آئی تھی۔پھر سب کچھ وہی ہونے لگا۔جو آج سے اٹھائیس سال پہلے اس گھر میں ہوا تھا۔تاریخ گواہ ہے۔وہی کہانی تھی صرف کردار بدلے ہوئے تھے۔آج میں ساس تھی اور میری بہو ظالم .....میں اس کے ساتھ مشفق رویہ رکھنا چاہتی تھی مگر وہ ہر وقت ماتھے پر بل ڈالے لڑنے کو تیار رہتی تھی۔میرے ارمان بھرے دل کو اپنی طنزیہ باتوں سے اسی طرح چھلنی کیا کرتی تھی جس طرح میں کیا کرتی تھی۔رفتہ رفتہ مجھے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا.....امجد تین سال پہلے میرا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔میرے پاس تو وراثت میں ملا کوئی مکان بھی نہیں تھا۔تعلیم کو تو میں نے پوری طرح زنگ لگا ہی دیا تھا۔میرے یہاں پوتا رپوتی ہونے کی نوید تھی۔میرے بھی ارمان تھے کہ میرے آنگن میں بچے کھیلیں اور دادی دادی کہہ کر مجھ سے لپٹ جائیں۔کوئی بہو میرے سر میں تیل ڈال کر مالش کرے،کبھی کوئی ٹھنڈ کے احساس سے مجھے ایک کپ گرم چائے پلا دے۔حالانکہ یہ سب کچھ میں خود کر سکتی تھی۔مگر نہ جانے کیوں میں خود اپنے ہی گھر میں بیگانہ ہوتی جا رہی تھی۔کبھی کبھی دل کرتا کوئی مجھ سے میٹھی میٹھی لوری سننے کی ضد کرے۔کوئی شرارت کر کے میرے آنچل میں چھپنے کی کوشش کرے مگر.....!

آج میں نے سن لیا تھا میری بڑی بہو میرے بڑے بیٹے سے کہہ رہی تھی۔

''گھر میں اب جگہ کی کمی پڑنے لگی ہے اور امی اپنے کمرے کو کسی کے ساتھ شئیر کرنے کو تیار نہیں ہوتیں۔ایسے میں اب آگے جو حالات آنے والے ہیں۔ان میں کس طرح گزر ہو گی؟''

www.urduchannel.in

(حالانکہ مجھ سے اس بارے میں کبھی بہو نے کوئی بات نہ کی تھی)

''پھر.....''

میرے پیارے لاڈلے کاشی کی آواز آئی۔

''ایسا کریں کہ امی کو سایہ فگن بھیج دیں.....ہم مہینہ دیتے رہیں گے.....اور پھر وہاں ان کے ہم عمروں میں دل بھی لگا رہا کرے گا۔ یہاں وہ ہمارے مزاجوں سے میل بھی نہیں کھاتیں۔''

میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔آسمان گھوم گیا۔کانوں کے پاس بم پھٹنے لگے اور ہلکے ہلکے میرے پورے جسم میں کپکپی سی ہونے لگی .....آج مجھے اس درد کا احساس ہوا تھا۔ جو درد میں نے ہنستے ہنستے اپنی ساس کو دیا تھا۔وہ زخم بعد میں ان کے لیے ناسور بن گیا اور ان کی جان لے کر ہی ٹلا .....آج مجھے پتہ چلا کہ اپنوں کے بیچ آدمی کس طرح پرایا بن جاتا ہے اور میرا ذہن کچھ بھی سوچنے سے قاصر ہو گیا.....

چند لمحے یوں ہی گزر گئے .....پھر میں.....!ہاں میں وہی ظالم بہو اپنے کمرے کی طرف پلٹی اور بیڈ پر ڈھے سی گئی۔ چند آنسو رخساروں سے بہہ کر تکیوں میں جذب ہو گئے۔ مجھے لگا وقت اپنے بڑے بڑے نوکیلے دانت نکال کر مجھ پر ہنس رہا ہے .....پھر میں نے کچھ طے کر لیا.....اور جلدی جلدی اپنے کپڑے بڑی اٹیچی میں رکھنے لگی۔ میں نے بھی اپنا تمام زیور اپنے ساتھ رکھ لیا۔آج مجھے اپنی ہی اولاد سے گھن سی آ رہی تھی.....اپنی تیاری مکمل کر کے تھوڑی دیر بعد میں رات کے مہیب سناٹے میں اس گھر سے نکل آئی جہاں سے میں نے بڑے گھمنڈ سے اپنی فرشتہ صفت ساس کو نکالا تھا.....آج مجھے پتا چلا یہ سب کیا دھرا میری مطلبی ماں کا ہی تھا۔ سچ ہے بڑے بزرگوں نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

''جو ماں اپنی بیاہتہ بیٹی کی زندگی میں دخل اندازی کرتی ہے وہ اس کا عمر بھر کا سکون چھین کر ہی دم لیتی ہے۔''

اور یہی میرے ساتھ ہوا.....آج مجھے پتہ چلا کہ اللہ نے مجھے بیٹی کیوں نہ دی

www.urduchannel.in

شاید اس لیے کہ میں کسی اور کا گھر نہ بگاڑوں۔ ماضی میرے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور میں تیز تیز قدم اٹھاتی اس ''سایہ فگن ہوسٹل'' کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور میرے عرق انفعال میرا گریبان تر کئے دے رہے تھے۔شاید کہہ رہے تھے ''اے وقت گواہ رہنا۔''

❁❁❁

www.urduchannel.in

بے اماں زندگی

آج پانچ سالوں کے بعد میں اپنے میکے آئی تھی۔میرے بھائی بہت خوش تھے۔وجہ صرف یہی تھی کہ میں اتنے عرصہ بعد میکے آئی تھی۔اصل میں بچے یہاں آ کر اتنا پریشان ہوتے اور تنگ کرتے تھے کہ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ جب تک بچے ان رشتوں کے خواہش مند نہ ہو جائیں بڑے اور سمجھدار نہ ہو جائیں تب تک میں میکے نہیں جاؤں گی۔اس دوران بس یہی ہوا تھا کہ میں ہر سال ایک دن کے لیے ارمان شاہ کے ساتھ ضرور آ جاتی تھی۔مگر یہ ملاقاتیں اور ترسون ہو جایا کرتی تھیں۔نہ ٹھیک سے بات چیت ہوتی تھی اور نہ کہیں آنا جانا بس شکلیں ضرور دکھ جایا کرتی تھیں۔

مگر اب بچے اس قابل ہو گئے تھے کہ انہیں رکنے میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آنی چاہیے اور اب وہ ماموں خالہ کے پاس جانے کے خواہش مند بھی تھے۔ارمان مجھے لے کر آئے تھے اور وہ دو دن کے بعد چلے جانے والے ہیں۔اس لیے جن لوگوں سے ضروری ملنا تھا ان سے ملنے ارمان کے ساتھ جانا تھا۔شام کو میں جلدی سے تیار ہو گئی کیونکہ مجھے اپنی مشفق دادی جان سے ملنے جانا تھا۔ہمارے خاندان کا واحد چراغ رہ گیا تھا۔جسے وقت کی آندھی کسی بھی وقت بجھا سکتی تھی۔کیونکہ اب اس میں ہوا کے تھپیڑوں سے لڑنے کی وہ طاقت نہیں رہی تھی۔

''ارمان میں تیار ہوں۔''

میں نے ارمان کو آواز لگائی۔بچے بھی تیار تھے اور آنگن میں کھیل رہے تھے۔

''تو چلو.....'' دوسرے کمرے میں سے ارمان پینٹ ٹھیک کرتے ہوئے نکلے اور میں ان کے ساتھ باہر نکل آئی۔

www.urduchannel.in

''کیا خیال ہے رکشہ میں چلیں!''

''ہاں ایسا کرتے ہیں واپسی پر پیدل آ جائیں گے۔مجھے بازار کی طرف بھی جانا ہے۔''

ارمان کے پوچھنے پر میں نے فوراً فیصلہ کر لیا۔اور اس طرح میں دادی جان کے گھر کی طرف چل دی۔

مغرب کی اذان سے پہلے ہی ہم لوگ اٹھ گئے۔

''ارمان ایسا ہے اب پیدل چلتے ہیں ذرا بچے بھی بازار دیکھ لیں گے اور ہماری بھی تفریح ہو جائے گی۔''

یہ وہی سڑکیں ہیں جہاں میں نے اٹھارہ سال گزارے ہیں۔انہیں سڑکوں سے کالج آنا جانا میرا روز کا کام تھا۔اس لیے مجھے یہ راستے اچھی طرح یاد تھے۔کتنی خوشی محسوس ہوتی ہے لڑکی جب اپنی سسرال سے اپنے میکے کے ان راستوں پر چلتی ہے۔جہاں اس نے اپنا بچپن اور جوانی گزاری ہو۔

''ارمان ہم اس سڑک سے کالج جایا کرتے تھے۔''

میں نے سامنے جانے والی سڑک کی طرف اشارہ کیا۔

''پتا ہے.....تم ہر بار یہی بتاتی ہو۔''

ارمان نے چڑانے والے انداز میں مجھ سے کہا.....

''اچھا.....!''

میں نے ہنس کر اچھا کہا۔تبھی میری نظر اس ہجوم کی طرف چلی گئی۔ایسا لگ رہا تھا سڑک کے بیچ میں کوئی ایسی شئے ہے۔جسے دیکھنے کو ہر شخص بے چین ہے۔

''ارمان!'' میں نے ارمان کا ہاتھ کھینچ کر اس طرف توجہ دلائی۔

''کیا ہے؟'' ارمان جو بچوں کا ہاتھ پکڑے چل رہے تھے۔میری توجہ دلانے پر وہ بھی متوجہ ہو گئے۔

''ارمان ادھر دیکھیں کیا ہو رہا ہے.....؟''

''ارے ہو رہا ہو گا کچھ.....چلو.....''

www.urduchannel.in

''ارمان پلیز''

میرا ہمیشہ والا تجسس جاگ اٹھا.....

''.ایک نظر دیکھتے ہیں۔شاید ہمارے مطلب کی کوئی چیز ہو.....''

''اف فو.....''

ارمان نے ناگواری سے بچوں کا ہاتھ کھینچا اور میرے ساتھ اس بھیڑ کی طرف بڑھ گئے۔آگے جانے کا راستہ بالکل نہیں تھا۔مگر لوگوں نے ہماری شخصیت سے متاثر ہو کر کچھ راستہ بنا دیا شاید انہیں ہمارے پردیسی ہونے کا اندازہ ہو گیا تھا۔میں نے ارمان کا ہاتھ کس کے سے پکڑا ہوا تھا اور آگے بڑھ رہی تھی۔مردوں اور چند عورتوں نے چاروں طرف سے مضبوط سا گھیرا بنایا ہوا تھا۔''پتا نہیں کیا شئے ہے؟'' اس اشتیاق نے مجھے جلدی سے آگے جا کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

''مگر.....یہ کیا.....؟ جو سب لوگ دیکھ رہے تھے میں اسے دیکھ کر حیران رہ گئی .....یہ تو ایک عورت تھی.....شاید لڑکی ہو گی ،عورت بھی نہیں۔اس کی حالت یہی بتا رہی تھی۔اس کے بال چوٹی میں کم اور آس پاس زیادہ بکھرے ہوئے تھے۔لگ رہا تھا کئی دن سے اس کی چوٹی بھی نہیں ہوئی ہے.....جمپر کمر کی طرف سے جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور پھٹے ہوئے کپڑوں سے جو بدن جھانک رہا تھا اس میں سے خون سا رس رہا تھا ایسی حالت میں ایک اکیلی عورت اور اتنے مرد.....اف.....''

''صبوحی.....''

ارمان نے مجھے دیکھا.....

''یہ بیچاری.....کیا بات ہے؟''

انہوں نے مجھ سے معلوم کرتے کرتے کسی غیر مرد سے معلوم کیا.....

''اجی.....فاحشہ ہے.....اور کیا ہے.....''

مگر.....''

میں نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے۔مجھے ابھی تک اس کا چہرہ نہیں دکھ رہا

www.urduchannel.in

تھا۔کیونکہ وہ بے بسی سے گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی تھی۔شاید عزت کی خاطر.....اس نے سارے وار کمر پر سہہ لیے تھے۔اتنی دیر میں کچھ لوگوں کو شرافت کا احساس ہو چکا تھا اور

''چلو ہٹو.....کیا تماشہ ہے.....''

جیسے الفاظ سے انہوں نے بھیڑ کو تتر بتر کرنا شروع کر دیا۔کچھ لوگ ہٹ گئے اور کچھ کھڑے رہے مگر وہ ایسے ہی سر جھکائے بیٹھی رہی۔میں اب بھی وہیں کھڑی تھی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے تھوڑا سا سر اوپر اٹھایا۔اس کا چہرہ میری طرف تھا اور میں اس کے سر اٹھانے کی منتظر تھی۔بال چہرے پر بکھرے پڑے تھے۔اس نے چہرہ اٹھایا تو منہ نظر آیا۔

''ارے یہ کیا.....؟''

میرے آس پاس دھماکے سے ہونے لگے۔

''یہ تو.....نرگس ہے.....کالج کے زمانے کی میری عزیز دوست ہے نرگس.....''

نرگس کو دیکھ کر میں حیران رہ گئی۔یہاں اور اس حال میں.....

''ارمان یہ تو میری دوست ہے نرگس.....''

''کیا.....؟''

ارمان جو چلنے کے ارادے سے میرا ہاتھ پکڑ چکے تھے ٹھٹک گئے

''صبوحی دھیان سے دیکھو.....''

''ارمان آپ دیکھئے .....پلیز آپ نے تو اسے فوٹو میں بھی دیکھا ہے .....یہ نرگس ہی ہے۔''

اپنا نام سن کر اس نے اپنا چہرہ اور اوپر کر لیا اور اب وہ مجھے حیران نظروں سے دیکھ رہی تھی۔وحشت زدہ آنکھیں جہاں خوف ہی خوف تھا.....میں بے تابی سے آگے بڑھی۔

''نرگس میری دوست.....''

میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے.....

''نرگس.....''

میں بلک بلک کر رونے لگی میری سمجھ میں اس وقت کچھ بھی نہیں آ رہا تھا اور ارمان

www.urduchannel.in

اس طرح اس حادثہ پر خود بہت حیران تھے۔

''نرگس.....'' میں نے روتے روتے اسے اٹھانا چاہا.....

''اٹھو نرگس یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔''

مگر اس نے اپنے ہاتھ گھٹنوں کے آس پاس سے نہیں ہٹائے۔

''نرگس پلیز اٹھو..... یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔''

وہ اب بھی حیران نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے اشارے سے اپنے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا شاید اسے اپنے پھٹے کپڑوں کا احساس تھا۔

''نرگس میری دوست.....''

میں اس کا اشارہ سمجھ چکی تھی۔ اور اپنے پرس میں سے سوٹ کے ساتھ کا دوپٹہ نکال کر اسے اڑھایا نرگس تحفظ کا احساس ہوتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ واقعی اس کے کپڑے بہت خراب حالت میں تھے۔ اور میں اتنی حیران پریشان تھی کہ بس اس وقت چیخ مار مار کر رونے کو دل چاہ رہا تھا۔ آس پاس کے کچھ لوگ مجھے اور نرگس کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔

''ارمان پلیز رکشہ روکیے.....''

ارمان کی سمجھ کچھ کام نہیں کر رہی تھی۔ رکشہ والا قریب ہی کھڑا تھا۔ فوراً رکشہ لے کر آ گیا۔

''صاحب رکشہ.....''

میں نے جلدی سے نرگس کو رکشہ میں بٹھایا اور گھر کا ایڈرس بتا کر خود بھی بیٹھ گئی۔ ارمان بچوں کے ساتھ دوسری رکشہ میں بیٹھ چکے تھے۔ راستے بھر وہ مجھے حیران نظروں سے دیکھتی رہی.....اور میں

''نرگس یہ..... میں ہوں تمہارے کالج کی دوست صبوحی.....''

یہی جملہ بولتی رہی۔ میرا رونا اب کچھ کم ہو گیا تھا۔ اور عقل نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ یہ تو بہت اچھی طرح مجھے سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہ عقل و خرد کی دنیا سے بہت دور ہو چکی ہے۔ مگر میرے بار بار صبوحی کہنے سے شاید اسے کچھ یاد آ جائے۔ میں نے سائیکلوجی

www.urduchannel.in

میں ایم.اے کیا تھا۔ اسی نرگس کے ساتھ مجھے اس وقت اس مضمون کی اہمیت کا اور اندازہ ہو گیا۔ مگر نرگس کو کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ اب بھی مجھے تکے جا رہی تھی۔

گھر آیا میں نے جلدی سے گھنٹی بجائی۔ محلے والے مجھے حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ وہ ہمارے سارے رشتہ داروں کو اچھی طرح جانتے تھے۔ بھابھی نے گھنٹی کی آواز پر دروازہ کھولا تو میرے ساتھ اس نازیبا سی حالت والی لڑکی کو دیکھا اور حیران ہو کر پوچھا.....

''صبوحی..... یہ کون ہے؟''

''بھابھی.....'' میں رو پڑی

''بھابھی..... پہچانیے یہ میری دوست ہے.....نرگس''

''کیا....؟''

بھابھی بھی چند قدم پیچھے ہٹ گئیں۔ میں اسے لے کر اندر آئی ہی تھی کہ ارمان بچوں کے ساتھ آ گئے۔ بچے سب سے زیادہ حیران تھے۔ مگر ابھی حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ کچھ پوچھتے۔ عشاء کا وقت ہو چلا تھا رفتہ رفتہ گھر کے سب لوگ میرے آس پاس جمع ہونے لگے اور نرگس کو اچھی طرح پہچان کر مجھ سے اس کے بارے میں پوچھنے لگے۔ ارمان چونکہ ایک ڈاکٹر تھے۔ اس لیے ان کا کہنا تھا کہ اس وقت یہ بہت ڈیپرس ہے اسے نیند کی سخت ضرورت ہے اور نیند بغیر انجکشن کے آ نہیں سکتی۔ مگر اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ اسے اس حالت میں بستر پر بٹھانا بہت مشکل کام تھا۔ بھابھی نے اتنی دیر میں اسے ایک گلاس دودھ پلایا۔ جو اس نے بھوکے بچے کی طرح ان کے دینے سے پہلے ہی چھین لیا۔ اس کی بھوک کا اندازہ کر کے میں پھر سے رو پڑی.....

''بھابھی پتا نہیں یہ کب سے بھوکی ہے۔''

''ریلیکس صبوحی.....'' انہوں نے میری کمر پر ہاتھ رکھا۔

''ایسا کرو پہلے اسے نہلاتے ہیں۔ پھر شاید اسے نیند آ جائے۔''

نرگس کی حالت اب بھی ویسی ہی تھی۔ زریں میری چھوٹی بہن اپنا ایک سوٹ لے آئی اور میں اسے لے کر غسل خانے میں چلی آئی۔ میں اسے سمجھا کر غسل خانے میں

www.urduchannel.in

چھوڑنا چاہ رہی تھی۔ کہ اس نے میرا ہاتھ کس کے سے پکڑ لیا.....

''نرگس.....نہالو میں باہر ہوں اور یہ کپڑے پہن کر باہر آنا.....''

کئی بار یہ بات کرنے پر اس کی سمجھ میں شاید آ گیا تھا یا گرمی کے احساس اور پانی کی ٹھنڈک نے اسے نہانے کا احساس دلا دیا تھا۔ پھر میں نے سوچا اس کا سر بیٹھ کر میں ہی دھلا دوں اور پھر میں اس کا سر دھلا کر باہر آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی باہر آ گئی۔ نہانے اور صاف کپڑے پہننے کے بعد وہ اپنی اصلی حالت میں آ گئی تھی۔ اگر چہ وقت کی مار نے اسے کافی اذیت دی تھی۔ وہ اب پہلے والی نرگس نہیں رہی تھی۔ میں نے جلدی جلدی اس کے بالوں میں کنگھا کیا۔ اتنی دیر میں بھابھی کھانا لگا چکی تھیں سب لوگوں نے کھانا کھایا۔ نرگس نے بھی اپنے انداز میں کھانا کھایا۔ اب وہ حیران نہیں تھی۔ بلکہ کھوئی کھوئی سی تھی اور اب مجھے یہ تجسس تھا کہ وہ اس حالت میں پہنچی کیسے.....؟

کھانے کے ایک گھنٹے بعد ارمان نے اسے نیند کی ہلکی سی ایک گولی دی اور کچھ دیر میں وہ بے خبر سو گئی۔ صبح بھی وہ دیر تک سوتی رہی اور کسی نے اسے اٹھانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ دن چڑھنے پر وہ اٹھی تو میں نے اس کی ضروریات سے فراغت دلانے کے بعد اسے ناشتہ کرایا۔ ارمان نے اپنا ٹریٹ منٹ رات سے ہی شروع کر دیا تھا۔ اگر چہ وہ بہت بڑے ڈاکٹر نہیں تھے.....مگر اتنا تو سمجھ ہی سکتے تھے.....میں اب اسے لے کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ اور بار بار یاد دلاتی رہی کہ

''میں صبوحی ہوں.....صبوحی۔''

دو گھنٹے کی انتھک محنت کے بعد اس کی نظروں میں شناسائی کی رمق پیدا ہوئی۔ اور وہ ایک دم سے میرا نام لے کر مجھ سے لپٹ گئی۔

''صبوحی.....صبوحی''

بار بار اس کے یہی کہنے اور رونے سے میں بھی بے تحاشہ رونے لگی۔

''نرگس میری اچھی دوست.....یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے.....؟''

نرگس نے مجھے پہچان لیا تھا یہی میرے لیے کافی تھا۔ مگر وہ اب بھی کچھ بتانے

www.urduchannel.in

کے قابل نہیں تھی۔ کہ اس کے ساتھ کون سا حادثہ رہا ہو گا جس نے اسے اہل فہم و دانش کے گروپ سے الگ کر دیا۔ جہاں تک میرے جاننے کا سوال تھا کہ نرگس کیا تھی؟ وہ سب آج بھی آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے جیسے کل کی ہی بات ہو.....

جب میں نے نویں کلاس میں ایڈمیشن لیا تو مجھے اور دوستوں کے ساتھ نرگس بھی ملی۔ وہ میرے لیے اجنبی تھی اور میرا مزاج بہت جلد لوگوں میں گھل مل جانے کا تھا۔ کچھ یہ بات بھی تھی کہ لوگ مجھے پسند بھی زیادہ کرتے تھے۔ شاید یہ میرے مزاج کی ہی یہ خوبی رہی ہو گی۔ ویسے میں پڑھائی میں بھی کافی تیز تھی اور کردار کی بھی غازی تھی۔ نرگس خود بہ خود میری طرف کھنچی چلی آئی اور مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ مگر چند ہی دنوں میں مجھے معلوم ہو گیا کہ نرگس کیا ہے.....؟ وہ ایک اچھے دل کی لڑکی تھی۔ اس کی باقی چار بہنیں تھیں بھائی کوئی تھا نہیں۔ مگر اس کی ایک بڑی خرابی جو مجھے معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ اس کا کردار بہت دھندلا تھا۔ یہ وہ عمر تھی جہاں والدین کو بہت احتیاط سے اولاد کی رہنمائی کرنی ہوتی ہے اور ہر ماں باپ اس ضرورت کو محسوس نہیں کرتے ''بس گزر جائے گی۔'' والی مثال پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ اس کا کردار یہ تھا کہ وہ ایک ساتھ کئی لڑکوں سے فلرٹ کر رہی تھی۔ مجھے جب یہ پتا چلا تو میں نے بہت سمجھایا!

''نرگس یہ بہت بری راہ ہے.....تم اس سے واپس لوٹ آؤ، تمہارے گھر والے کچھ نہیں کہتے.....!''

''صبوحی کچھ نہیں یہ تو صرف وقت گزاری ہے۔ اور میں کیا کروں.....؟ جب یہ سب لڑکے میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔''

''نرگس.....تم بڑا دھوکا کھاؤ گی۔ یہ سب بہت غلط ہے.....تم مجھ سے وعدہ کرو کہ اب ایسا کچھ نہیں کرو گی۔''

نرگس نے مجھے دیکھا

''میں خود چاہتی ہوں مگر میں اس راہ پر بہت آگے آ چکی ہوں.....''

''نرگس مگر اتنے لوگوں کے ساتھ.....''

www.urduchannel.in

ارے نہیں یہ تو وقت گزاری ہے.....''

''نرگس تمہارے گھر والے کچھ نہیں کہتے.....؟''

''ارے خبر ہی کون رکھتا ہے کہ ہماری بیٹی کیا کر رہی ہے.....بس ہم تو موج کر رہے ہیں۔ یار آج مجھے اظہر سے ملنے کافی کارنر میں جانا ہے۔''

''نہیں تم نہیں جاؤ گی.....''

میں ایک مضبوط دیوار بن گئی۔ پھر تھوڑی سی تکرار کے بعد میں نے اسے روک لیا۔ مگر اس کے عاشقوں میں کوئی خاص کمی نہیں آئی۔ اس کے عاشقوں کی فہرست مسلم اور غیر مسلم دونوں پر مشتمل تھی اور اکثر میرے ساتھ راہ چلتے بھی اس کے کئی عاشق آگے پیچھے آجاتے تھے۔ جو میرے تذلیل کرنے پر راہ بدلنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

مگر اس سب کے باوجود اس کا اور میرا ساتھ نو دس سال رہا۔ بی.اے اور ایم.اے کرنے تک میری اس کی دوستی ویسی ہی رہی۔ میں اسے سمجھاتی رہتی اور وہ ہنس کر ٹال جاتی۔ پھر ایم.اے کے فوراً بعد میری شادی ہوگئی اور یوں رفتہ رفتہ ساتھ چھوٹتا گیا۔ مگر مائیکے آنے پر اس سے ملاقات ضرور ہوا کرتی تھی۔ انہیں ملاقاتوں سے مجھے پتا چلا تھا کہ اس کی سروس لگ گئی ہے اور گھر میں اب اس کے پیسے کی کافی ضرورت محسوس کی جانے لگی تھی۔ جو ذمہ داری گھر کے بڑے بیٹے کو اٹھانی پڑتی ہے وہ اسے اٹھانا پڑ رہی تھی اور خوب سے خوب تر کی تلاش نے اسے نہ جانے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا تھا اور میری سنگت چھوٹنے سے جو اس میں اچھے برے کی تمیز آئی تھی وہ بھی اب ختم ہوگئی تھی۔ گھر میں تین جوان بہنیں تھیں ان کا مستقبل سنوارنے کی سوچ اور گھر کی ابتر حالت کو سدھارنے میں وہ اس مقام تک آگئی جہاں سے کھلے عام بدنامی کا رشتہ شروع ہوتا ہے۔ لوگ اسے زیادہ پیسے کی آفر دے کر دل بہلانے کے سامان کی جگہ استعمال کرنے لگے اور پیسہ جیسے اس وقت اس کی ضرورت تھی اور کبھی اس کے والدین نے بھی یہ نہیں پوچھا کہ ہماری لائق فائق بیٹی کے پاس اتنا دھن کہاں سے برسنے لگا؟ جبکہ اس سے زیادہ ہونہار نوجوان بے روزگاری کا تحفہ سجائے پھر رہے ہیں۔ آتی ہوئی چیز کسے بری لگتی ہے۔ اس کے پیسوں سے گڑیا اس کی چھوٹی بہن

www.urduchannel.in

بیاہ کر چلی گئی اور دونوں چھوٹی بہنوں کی منگنی ہوگئی۔ پھر اس کے بعد میرا پانچ سال تک آنا ہی نہیں ہوا اور آج یہ سب دیکھ کر میرا دل درد سے بھر آیا۔ مجھے کل پرسوں تک واپس بھی جانا تھا اور اب میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا کہ نرگس کا اب کیا ہوگا.....؟ نرگس اب قدرے خاموش تھی اور اس کے چہرے سے سکون بھی جھلک رہا تھا۔ وہ ایسا خاموش سمندر لگ رہی تھی جس کے اندر کوئی طوفان ٹھاٹیں مار رہا تھا۔ ایک جوالہ مکھی تھا جو پھٹنے سے پہلے پک رہا تھا۔ ''آتش فشاں.....!''

شام ہوتے ہوتے میں نے اس کے گھر جانے کا فیصلہ کرلیا اور عصر کی نماز کے بعد میں اس کے گھر پہنچ گئی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے دروازہ ناک کیا۔

''کھٹ.....کھٹ.....کھٹ!'

''کون ہے.....؟'' یہ اس کی امی کی آواز تھی۔

''جی.....میں.....صبوحی امی دروازہ کھولیے۔''

کھٹ کی ہلکی سی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ یہی دروازہ جو اب عالی شان مکان کا پتہ دے رہا تھا۔ جب میں کالج کے زمانے میں یہاں آیا کرتی تھی تو نہایت نازک حالت میں تھا۔ نیچے سے کواڑ اس قدر گل گئے تھے کہ ایک ہلکے سے جھٹکے سے بآسانی اس رکاوٹ کو دور کر کے اندر داخل ہوا جا سکتا تھا۔ آج اسی دروازہ کی جگہ ایک مضبوط لوہے کا گیٹ تھا۔

''جی.....میں.....صبوحی ہوں.....نرگس کی دوست.....!''

میں نے اپنی پہچان کو ظاہر کیا۔

''اوہ.....اچھا.....صبوحی آؤ.....آؤ''

''جی السلام علیکم.....''

''وعلیکم.....کہو کیسی ہو؟''

بات کرتے کرتے میں اندر تک پہنچ گئی تھی۔

''جی بالکل ٹھیک ہوں بہت عرصہ ہو گیا تھا۔ نرگس سے ملے ہوئے اس لیے

www.urduchannel.in

نرگس.....'' میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے نرگس کے بارے میں معلوم کیا۔ نرگس کا نام سنتے ہی ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

''بیٹی تمہیں معلوم نہیں.....''

''جی کیا.....!'' میں اپنے کو بالکل انجان ظاہر کر رہی تھی۔

''بیٹا نرگس تو.....'' اب وہ باقاعدہ رونے لگیں۔

''امی آپ رو کیوں رہی ہیں.....؟ پلیز بتایئے نرگس کہاں ہے؟''

''بیٹا نرگس تو پاگل ہوگئی ہے۔''

''کیا.....؟'' میں نے .....بھرپور ایکٹنگ کی.....

''پاگل.....''

''ہاں بیٹا..... ہماری محبت اسے سنبھال نہ سکی اور ہم بالکل بے خبر رہے۔ اس نے تو وہ گل کھلائے کہ کسی کی اولاد نہ کھلائے..... بیٹی اس نے ہمیں جیتے جی مار ڈالا.....''

''مگر..... کیسے!''

میں اب آگے کی تفصیل جاننے کے لیے انہیں لائن پر لا رہی تھی۔

''کیسے کا تو ہمیں بھی پتہ نہیں چلا..... مگر اچانک اس کے کردار کے پھول لوگوں کے دامن بھرنے لگے۔ اور وہ دامن لے کر ہمارے گھر آنے لگے۔ شروع شروع میں تو ہم سب کچھ غلط سمجھتے رہے۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی حالت ہمیں سب کچھ سمجھانے لگی..... بیٹی ہم نے اس سے یہ توقع تو نہیں کی تھی، کہ وہ اس طرح کما کر لائے اور گھر سنبھالے..... بہن کی شادی کرنے کے بعد ہی اس کے راز منکشف ہونے لگے.....اور پھر ایک دن اس کے انہیں کارناموں کے سبب باپ نے اس سے پوچھ لیا کہ وہ اتنا پیسہ کہاں سے لاتی ہے.....؟ کیونکہ اب لوگ باقاعدہ گھر آ کر اس کے بارے میں پوچھنے لگے تھے۔ حالات اس قدر خراب ہوگئے کہ اس کے باپ نے اس سے ناطہ توڑنے کا فیصلہ کر لیا اور ایک رات اس سے چپ چاپ گھر سے نکلنے کو کہہ دیا۔ وہ اس رات گھر سے تو نکل گئی.....مگر کچھ ہی دنوں میں ہم نے اسے سڑکوں پر پاگلوں کی طرح گھومتے ہوئے پایا۔ اب ہمارے لیے اس کا گھر میں رکھنا تو

www.urduchannel.in

مشکل تھا۔ خدا ایسی اولاد سے تو بے اولاد ہی رکھتا.....اسے پیدا ہوتے ہی مار ڈالتا.....''

وہ بہت زور زور سے رونے لگیں۔ میں چپ چاپ وہاں سے اٹھ آئی۔ میں نے انہیں چپ کرانے کی بھی کوشش نہیں کی کہ اس سے زیادہ قصور وار تو وہ خود تھیں۔ انہوں نے اسے کسی موڑ پر کیوں نہیں ٹوکا.....؟ ہر ماں کے پاس جوہری سے زیادہ پرکھ والی آنکھ ہوتی ہے۔ وہ تو بچے کی خواہش زباں پر آنے سے پہلے ہی سمجھ جاتی ہے۔ اس کی آنکھ دیکھتے ہی اندازہ لگا لیتی ہے کہ اس کے ارادے کیا ہیں۔ اور یہ کیسی ماں تھی.....! نہیں وہ بھی سب کچھ سمجھتی تھیں مگر انہیں اس وقت صرف روپیہ درکار تھا.....اور کچھ نہیں۔ دولت نے انہیں آنکھیں بند کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بچہ تو green wood ہوتا ہے.....اسے جس طرح چاہو موڑ لو.....جس شکل میں چاہو ڈھال لو.....پھر..... یہ.....اف کیا ایسی بھی مائیں ہوتی ہیں؟ کیا ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں.....؟ اپنی ہی اولاد کو سڑکوں پر مارا مارا پھرنے کو چھوڑ دیا۔ یہی اولاد جو کبھی سر کا تاج ہوا کرتی تھی.....اف.....میں نے گھر آ کر ارمان کو تمام تفصیل بتائی.....

''اب اس کا کیا ہوگا.....؟ ارمان..... یہ جوان لڑکی کیا یوں ہی سڑکوں پر پھرتی رہے گی.....اور اس ہوس زدہ دنیا کا سامنا کرتی رہے گی.....ارمان.....''

میں رو پڑی۔

''صبوحی.....رو نہیں.....میں نے یہ سوچا ہے کہ کہ کیوں نہ اس کا علاج کرایا جائے ہم اسے کسی پاگل خانے میں چھوڑ دیں گے۔''

''ارمان.....''

صبوحی نے جذباتی لہجے میں ارمان کو پکارا اور اس نام کو سنتے ہی پھر سسک پڑی اور وہ بے چاری نرگس.....صوفے پر بیٹھی بس صبوحی صبوحی ہی نام رٹے جا رہی تھی۔

www.urduchannel.in

آ-اب لوٹ چلیں

''سنیے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے.....پلیز میری کیفیات کو کھلے دماغ سے سوچنے کی کوشش کریے گا.....یہ شادی .....یہ شادی مجھے صرف اپنی ماں کے لیے کرنی پڑی ہے۔کیونکہ انہیں ایک عورت اور ایک بہو کی ضرورت تھی۔جو شاید ان کی ٹوٹتی سانسوں کو کچھ تھام سکے۔ورنہ میں آج.....بھی اپنی بیوی زینب کو چاہتا ہوں۔مجھے آج بھی اس سے بہت پیار ہے۔پلیز اس وقت کی میری کیفیات کو سمجھ کر مجھے معاف کردیں۔میں شاید کبھی بھی آپ کو اپنی بیوی نہ مان سکوں۔''

جھکا ہوا سر سنیے کہنے پر ہی اٹھ گیا تھا۔اور جوں ہی فراز کی آواز سماعتوں سے ٹکراتی رہی اس کا سر اسی طرح اٹھا رہا اور خود بخود گھونگھٹ بھی اٹھ گیا۔کرن دار جھکا ہوا دوپٹہ جب اس نے اپنے ہاتھوں سے سر کے اوپر الٹا تو وہ چہرے کے آس پاس ایک دائرہ سا بنا گیا۔کرن چہرے کے آس پاس کھڑی ہوگئی اور چمپئی رنگت سنہری سفید روشنی کے درمیان اور بھی خوب صورت ہوگئی۔صائمہ نے فراز کی طرف دیکھا وہ اس کی طرف منہ کیے بول رہا تھا۔صائمہ کا ملکوتی حسن بھی اس پر کچھ اثر انداز نہ ہوا۔

کمرے میں فراز کے خاموش ہونے کے بعد مکمل سناٹا چھا گیا۔صائمہ نے آہستہ آہستہ اپنی چوڑیاں اتارنی شروع کردیں۔وہ عجیب ذہنی خلفشار میں مبتلا تھی۔حالانکہ وہ بہت باہمت لڑکی تھی۔مگر ایسا تو اسے اندازہ بھی نہیں تھا۔اگرچہ حالات سے مقابلہ کرنا اسے خوب آتا تھا۔اس نے چوڑیاں اتار کر سائڈ ٹیبل پر رکھیں۔ایک نظر اپنے پاس لیٹے ہوئے اس شخص کو دیکھا جس کا چہرہ واقعی تھکا تھکا سا تھا۔وہ ایسے ہی آڑا ترچھا جوتوں سمیت بیڈ پر دراز ہوگیا تھا۔اس کے چہرے پر ایک عجیب سا کرب چھایا ہوا تھا۔صائمہ نے ایک

www.urduchannel.in

بھرپور نظر فراز پر ڈالی اور پھر اپنے اندر ہمتیں مجتمع کرتے ہوئے گویا ہوئی:

''فراز.....آپ نے جو کچھ مجھ سے کہا.....میں نے اسے قبول کرلیا ہے۔مگر میں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔پلیز میری بات بھی اتنے ہی دھیان سے سنئے گا جتنا میں نے آپ کی بات کو دھیان سے سنا ہے۔پلیز اتنے ہی کھلے دل سے سوچئے گا! جتنا آپ میرے بارے میں کہہ رہے ہیں۔فراز.....یہ شادی.....میری بھی مرضی سے نہیں ہوئی ہے.....مگر حالات نے مجھے مجبور کیا اور میں اس بندھن میں باندھ دی گئی۔مگر اب جو بھی ہو.....بھلے ہی آپ مجھے اپنی بیوی نہ مانیں یا میں آپ کو شوہر تسلیم نہ کروں مگر.....ہمارا نکاح ہو چکا ہے۔اور ہم شرعاً قانوناً ہر نظر سے شوہر بیوی بن چکے ہیں۔آپ اپنی بیوی کو بہت چاہتے تھے۔مجھے اس کا اندازہ بخوبی ہوگیا ہے۔میں کبھی آپ سے نہیں کہوں گی کہ آپ زینب کو بھلا دیں بلکہ آپ جب چاہیں مجھ سے زینب کی باتیں کرسکتے ہیں۔میں.....میں بس یہ چاہتی ہوں کہ.....آپ اور میں ایک اچھے دوست بن جائیں۔ایسے دوست جو کھلے دل سے ایک دوسرے سے سب کچھ کہہ سکیں.....دل کی بات.....ماضی کی بات،حال کی بات .....پلیز.....فراز آپ کو بھی ایک اچھے دوست کی ضرورت ہوگی.....اور مجھے بھی ہے.....اور اس طرح ہمارے رشتے کا بھرم بھی بنا رہے گا.....ورنہ یہ دنیا.....ہمارا جینا دوبھر کردے گی اور آپ کی ماں.....جس کی خاطر.....آپ نے مجھے قبول کیا ہے۔وہ تو یہ صدمہ برداشت ہی نہیں کرپائے گی۔''

صائمہ نے اپنی بات پوری کی اور تمام زیورات ڈبے میں رکھ کر باتھ روم میں گھس گئی۔وہاں جا کر اس کی ساری ہمتیں ٹوٹ کر بکھر گئیں۔اور دیر تک وہ انہیں پھر سے جمع کرتی رہ گئی۔پانی کی ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار نے اس کے دماغ کو کافی سکون بخشا اور کھولتا ہوا ذہن جو کمرے سے لائی تھی پانی کے نیچے چند لمحوں میں ٹھنڈا ہوگیا۔وہ کیا بول آئی تھی۔بغیر سوچے سمجھے.....اس نے اپنے جملوں پر غور کرنا شروع کیا مگر شاید وہ صحیح بول آئی تھی۔جب اس نے اس کے احساسات کا خیال نہیں کیا تھا تو پھر وہ کیوں اس کے جذبات کا خیال کرتی.....

www.urduchannel.in

''ہوں.....ایسی ہوتی ہے سہاگ رات.....ساری زندگی کے لیے اس نے مجھے یہ یادگار دی ہے۔رونمائی کا تحفہ.....!''

تقریباً آدھے گھنٹے بعد جب وہ واپس آئی تو کافی حد تک اپنے کو کنٹرول کر چکی تھی۔اس نے وہ بھاری غرارہ سوٹ احتیاط سے ہینگر کیا اور واپس الماری میں لٹکا دیا کہ یہ تو دلہنوں کے لیے ہوتا ہے۔جب وہ کسی کی بیویاں بنتی ہیں.....مگر اس شخص نے تو اسے بیوی ماننے سے ہی انکار کر دیا تھا۔اس کے کمر تک آنے والے لمبے بالوں سے ننھے ننھے شبنمی قطرے ٹپک رہے تھے۔آگے چھوٹے چھوٹے بالوں نے چھلوں کی شکل اختیار کر لی تھی شفاف چہرہ ہر میک اپ سے بے نیاز اور نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔

فراز نے الماری کی آواز پر آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اس نے مسکرا کر فراز کی طرف اس کا نائٹ سوٹ بڑھا دیا۔

''سنو..... مجھے تمہاری دوستی والی تجویز پسند آئی ہے اور میں اس کے لیے تیار ہوں.....آؤ فرینڈ شپ کے لیے ہاتھ ملائیں۔''

صائمہ نے فراز کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ایک لمحے کو اس نے سوچا کہ یہی وہ وقت ہے وہ یہ ہاتھ جھٹک دے۔مگر ہارنا اس نے سیکھا نہیں تھا اور پھر یہ تجویز اس کی اپنی ہی تھی۔سو اس نے لمحوں میں فیصلہ کر ڈالا اور آہستہ سے فراز کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔اس نے زندگی میں پہلی بار کسی غیر مرد کے ہاتھ کو چھوا تھا۔سنا ہے ایسے لمحوں میں جسم میں بجلیاں کوند جاتی ہیں۔مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا شاید اس لیے کہ ان دونوں کے مابین وہ احساسات مردہ تھے۔صائمہ نے ہلکے سے ہاتھ ہٹایا.....

''میرا خیال ہے اب سو جانا چاہیے.....اور پلیز روایتی کہانیوں کی طرح صوفے پر نہیں سو جایئے گا.....''

صائمہ لمحوں میں فراز سے فری ہو گئی۔یہ اس کی عادت تھی جب وہ کسی سے پہلی بار ملتی تو چند لمحوں میں ایسی ہو جاتی گویا وہ اس شخص کو عرصہ سے جانتی ہو۔فراز نے نائٹ سوٹ اٹھایا اور باتھ روم میں گھس گیا۔فراز کے جانے کے بعد صائمہ نے اپنی نم آنکھوں کو رگڑا

www.urduchannel.in

اسے کتنی اداکاری کرنا پڑ رہی تھی۔یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اسے بھی اس شادی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔مگر وہ اپنی تذلیل بھی تو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔عورت کا گرنا تو اسے کبھی اچھا ہی نہیں لگا تھا۔وہ تو بس یہی چاہتی تھی کہ اب اس صنف نازک میں بھی پہاڑوں جیسی مضبوطی آنا چاہیے۔ہر دور میں اسے ''نازک'' کا احساس دلا کر اور کمزور کر دیا گیا اور نادان عورت اسے اپنی خوبی سمجھ کر سچ مچ اپنے کو نازک اور کمزور سمجھتی رہی۔اور برباد ہوتی رہی۔وہ فراز کے آنے سے پہلے ہی سونا چاہتی تھی۔اس نے پرس سے نیند کی گولی نکالی جو بھابھی نے اس کے پرس میں یہ کہہ کر ڈال دی تھی کہ زیادہ دیر جاگنا نہیں تمہیں ویسے ہی تھکان جلدی ہو جاتی ہے۔یہ بہت ہلکی گولی ہے چار گھنٹے بعد اثر ختم ہو جائے گا اور اس طرح تم صبح کو زیادہ فریش لگو گی۔اس نے گولی کو دیکھا تو یہ اس طرح میری ہیلپر ثابت ہوئی گولی منھ میں رکھی اور گلاس ہونٹوں سے لگا لیا۔پھر اگلے چند لمحوں میں اس کی پلکیں بھاری ہونے لگیں۔باتھ روم سے برابر پانی کی آواز آ رہی تھی۔اسے لگا آواز اس سے دور ہوتی جا رہی ہے۔آنکھیں نیند سے بوجھل ہوتی جا رہی تھیں۔اس نے دیکھا فراز تولیہ سے بال رگڑتے ہوئے باہر آئے پھر اس کے بعد اس کی آنکھیں نیند کی وادیوں میں گم ہوتی چلی گئیں۔فراز نے بال رگڑتے ہوئے قریب آ کر اسے آواز دینا چاہی۔

''سنو.....! ہیں یہ اتنی جلدی سو بھی گئیں.....! اتنی پرسکون اور گہری نیند.....''

فراز نے غور سے اس کا پرسکون چہرہ دیکھا جہاں دور دور تک طمانیت بکھری ہوئی تھی۔فراز نے حیرانی سے ایک بار پھر اس کے پرسکون چہرے کو دیکھا.....اور کندھے اچکاتا ہوا بیڈ کے دوسری طرف لیٹنے چلا گیا۔

گولی کا اثر فجر کی اذان تک ختم ہو گیا۔صائمہ نے آنکھیں کھول کر ایک بھرپور انگڑائی لی اور حیرانی سے کمرے کو دیکھا.....شاید بوجھل ذہن سارے حالات بھلا چکا تھا۔پھر ایک لمحے کے بعد ہی اسے سب کچھ یاد آ گیا۔اس نے درمیان میں لگے تکیوں کو دیکھا وہ ویسے ہی پڑے تھے۔فراز اس کی طرف سے منھ موڑے دونوں ہاتھ گھٹنوں میں دیے گھٹنے موڑے کسی بچے کی طرح بے خبر سو رہے تھے۔صائمہ نے ایک لمحے کو اس کا چہرہ

www.urduchannel.in

غور سے دیکھا۔اسے واقعی وہاں دکھ نظر آیا کسی کے بچھڑنے کا دکھ، کسی کو کھونے کا دکھ.....

''آہ زینب تم کتنی خوش نصیب تھیں کہ مرنے کے پانچ سال بعد بھی یہ شخص ذرہ برابر بھی بھلا نہیں پایا۔You are very lucky''

صائمہ نے بکھرے بالوں میں برش کیا اور الماری کی طرف بڑھ گئی۔اس نے ایک نازک سے کام والا سوٹ نکالا۔فراز کے کپڑے نکال کر اس نے بیڈ کے برابر رکھ دیے اور باتھ روم میں گھس گئی۔چند منٹ میں فریش ہونے کے بعد وہ باہر آئی فراز اب بھی ویسے ہی سو رہے تھے۔البتہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہو رہی تھی۔اس نے نماز کا دوپٹہ اچھی طرح اوڑھا اور دروازہ کھول دیا۔

''اٹھ گئیں میری بھابھی!''

سامنے ہی اس کے رشتے کی نند کھڑی تھیں۔

''آپ تو کافی فریش لگ رہی ہیں۔''

اس نے کچھ شوخ ہوتے ہوئے کہا۔

''میں نماز ادا پڑھنے کی عادی ہوں۔''

صائمہ نے مختصر سا جواب دیا۔

''میں تھوڑی دیر میں ناشتہ لے کر پھر حاضر ہو جاؤں گی تب تک فراز بھیا کو بھی اپنی طرح فریش کرا دینا.....''

آنے والی چلی گئی۔صائمہ نے نماز پڑھی اور پھر رات کی بکھری چیزوں کو سمیٹنے لگی۔اس کا خیال تھا شاید اسی کھٹ پٹ سے فراز اٹھ جائیں گے اور اس کا اندازہ ٹھیک بھی نکلا چند منٹ بعد فراز بھی اٹھ گئے.....اس نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھا۔کمرہ کافی قرینے سے تھا۔سب چیزیں جو رات جلدی میں ادھر ادھر پھیل گئی تھیں اپنی اپنی جگہ موجود تھیں۔فراز نے ایک نظر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا.....

''سنو.....تمہیں میرے کپڑے چوز کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں تمہیں.....!''

www.urduchannel.in

''اپنی بیوی نہیں مانتا.....''

صائمہ نے جلدی سے اس کا جملہ پورا کیا۔اور جھکی ہوئی اپنا کام کرتی رہی.....

''میں کب آپ کی بیوی کا حق استعمال کر رہی ہوں۔میں نے تو ایک دوست کی حیثیت سے نکالے تھے اگر آپ کو پسند نہیں تو ٹھیک ہے.....مجھے کیا؟''

صائمہ نے بے نیازی سے کندھے اچکائے اور اپنی جیولری سیٹ کرنے لگی۔

فراز نے چند لمحے اسے تکا اور پھر کپڑے اٹھا کر باتھ روم چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

صائمہ کی شادی کو دو ماہ ہو گئے تھے۔فراز روز ہی اس سے زینب کی باتیں کیا کرتا تھا۔جنہیں وہ بڑے اشتیاق اور پوری توجہ سے سنا کرتی تھی اور درمیان میں بولتی بھی رہتی تھی۔فراز کا تو جیسے روز کا معمول بن گیا تھا۔صائمہ سے زینب کی باتیں.....کبھی کہتا.....

''پتا ہے.....صائمہ زینب جب میرے ساتھ ہنی مون پر گئی تو ہم لوگوں نے خوب انجوائے کیا.....زینب کو بوٹنگ بہت پسند تھی۔اور مجھے بوٹنگ سے ہمیشہ ڈر لگتا ہے۔مگر زینو کی خاطر میں بوٹنگ بھی کیا کرتا تھا۔''

''اچھا.....''

صائمہ نے بالوں کا جوڑا بنایا اور پوری طرح فراز کی طرف متوجہ ہو گئی۔

کبھی کہتا.....

''صائمہ.....کسی اپنے سے بچھڑنے کا دکھ بہت سوا ہوتا ہے۔کس طرح دل میں یہ زخم کر دیتا ہے۔یہ تم کیا جانو.....''

تب صائمہ نے دل میں سوچا.....نہیں فراز میرا ابھی کوئی قریبی مجھ سے بچھڑا ہوا ہے۔مجھے جدائی کا کرب پتا ہے۔میرے قریب ہوتے ہوئے بھی مجھ سے کوسوں دور ہو.....فراز میں سب سمجھتی ہوں.....اور چپ چاپ اٹھ کر چلی گئی اور فراز ہلتے ہوئے پردے کو دیکھتا رہ گیا۔

اس عرصہ میں ان دونوں میں کافی دوستی ہو گئی تھی۔دونوں اکثر بہت بہت دیر تک

www.urduchannel.in

باتیں کیا کرتے تھے۔فراز تو جب بولتا اس کے پاس تو زینب کا ہی ٹاپک ہوتا اور صائمہ اسے بہت دلچسپی سے سنتی بھی تھی۔سبھی لوگ ان دونوں کی ازدواجی زندگی دیکھ کر بہت خوش تھے۔ فراز کی امی تو جیسے دوبارہ جی اٹھیں تھیں۔صائمہ نے بھی ان کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔اس کے ساتھ ساتھ تو اس نے فراز کی پسند کا بھی خیال رکھا تھا۔اس کی پسند کے کھانوں کا، اس کے پسندیدہ رنگوں کا.....اس نے زینب کے اور فراز کے بہت سے فوٹو دیکھے تھے۔وہ کوئی اتنی حسین عورت نہ تھی۔''دلہن وہی جو پیا من بھائے'' والی بات زینب کے مقدر کا ستارہ بن کر چمکی تھی۔زندگی بس گزر رہی تھی۔فراز تو کافی مطمئن تھے مگر صائمہ.....وہ کبھی کبھی سیلانی روح کی طرح ادھر سے ادھر پھرا کرتی ایک اضطرابی کیفیت اس کے چاروں طرف احاطہ کئے رہتی تھی۔مگر اس کا کوئی حل فی الحال اس کے پاس نہ تھا۔

☆.....☆.....☆

آج اس نے سارے گھر کی صفائی کرنے کی ٹھانی تھی۔چھٹی تھی اس لیے فراز بھی اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔اس نے نئے سرے سے اپنے کمرے کی سیٹنگ کی۔اس کے ذہن میں زینب کی سیٹنگ گھوم رہی تھی۔وہ چاہتی تھی کہ بالکل اسی طرح کی سیٹنگ کرے جس طرح اس نے زینب کے فوٹو میں دیکھی تھی۔اس نے فراز کے ساتھ مل کر کمرے کا نقشہ ہی تبدیل کر دیا اور پھر اسی طرح دوسرا کمرہ امی کے کمرے کی صفائی اور کچن وغیرہ سب کچھ صاف کر ڈالا ان سارے کاموں میں وہ کافی تھک چکی تھی۔اب اس میں کھانا بنانے کی ہمت نہیں تھی۔وہ تھکی تھکی سی بیڈ پر ڈھے گئی۔چند ہی لمحوں میں اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔وہ تقریباً ایک گھنٹہ سوئی ہوگی۔تب فراز نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے.....

''صائمہ.....صائمہ.....صائمہ.....اٹھو کھانا کھالو.....''

''کھانا.....!''

صائمہ نے حیرانی سے آنکھیں کھول کر لفظ ''کھانے'' کو دہرایا

''مگر ابھی تو کھانا.....پکا بھی نہیں ہے۔''اس نے شرمندگی سے گھڑی کی طرف

www.urduchannel.in

دیکھا۔جس کی سوئیاں ڈھائی بجا رہی تھیں.....

''آہ.....ڈھائی بج گئے۔''وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

''فراز.....سوری.....میں.....بس ابھی.....''

مگر اس کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا فراز ٹرالی میں کھانا سجائے سینے پر ہاتھ رکھے مسکرا رہے تھے۔

''فراز.....یہ''اس نے حیرانی سے فراز کو اور کھانے کو دیکھا.....

''تم بازار سے کیوں لائے.....؟''

''اس لیے کہ تم کافی تھکی ہوئی تھیں۔''

فراز کا جملہ صائمہ کے دل میں کئی چراغ جلا گیا۔اسے لگا اس کی محبت رنگ لے آئی ہے۔اور وہ اسے اپنی بیوی کا درجہ دے چکا ہے۔

''مگر.....کس لیے.....''صائمہ نے بکھرے بالوں کا جوڑا بنایا۔

''اس لیے کہ.....میری اچھی دوست صبح سے کام کر رہی تھی تو کیا میرا اتنا بھی فرض نہیں بنتا.....''

چھناک.....صائمہ کے دل میں وہ کانچ کا محل جو لمحہ بھر میں تعمیر ہو گیا تھا پل میں ٹوٹ گیا۔اس کے جوڑا بناتے بال اس کے ہاتھ سے پھسل کر گویا اس پر ہنسنے لگے۔

''چلو اب جلدی سے کھانا کھالو.....پھر سو جانا۔''

''امی.....''صائمہ کی ڈوبتی ہوئی آواز نکلی۔

''امی کو میں نے کھانا کھلا دیا ہے۔اور وہ اب سو رہی ہیں۔''

''آہ.....''

صائمہ نے شکن آلود کپڑوں کو ہاتھ سے درست کیا اور ہاتھ دھونے اٹھ گئی۔مگر اس کا دل اس وقت خون کے آنسو رو رہا تھا۔جیسے کوئی کہہ رہا ہو.....

''صائمہ تو کتنی بھی کوشش کر لے زینب نہیں مر سکتی۔تو مرتی رہے گی مگر زینب یوں ہی فراز میں زندہ رہے گی۔''

www.urduchannel.in

اس نے بہت بے دلی سے کھانا کھایا کھانے کے دوران ہی اس نے سنا فراز کہہ رہا تھا:

''پتہ ہے صائمہ ایسی ہی سیٹنگ زینب کے وقت کمرے کی تھی۔ بالکل ایسی ہی.....''

فراز پل کے پل میں سالوں کی مسافت پھلانگ گیا اور زینب کے ساتھ ہولیا اب اس نے کھانا تقریباً چھوڑ دیا تھا۔ صائمہ نے دیکھا زینب کا ذکر کرتے وقت فراز کے ہاتھ کا نوالہ بھی ویسے کا ویسے ہی پلیٹ میں موجود تھا۔ اور وہ یوں تندہی سے زینب کے وقت کی باتیں صائمہ کو بتا رہا تھا۔

''صائمہ اس جگہ پہلے دن میں نے اور زینب نے ناشتہ کیا تھا اور اسی طرح سامنے ڈریسنگ ٹیبل رکھی تھی۔ میں برابر اسے شیشے میں دیکھ رہا تھا اور وہ اس بات سے بے خبر تھی اور جب اس کی نگاہ شیشے پر گئی تو وہ..... بری طرح شرما گئی اور اس جگہ.....''

نہ جانے فراز کے ذہن میں کون کون سی یادیں زینب کے حوالے سے تازہ ہوگئی تھیں اور صائمہ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ تو صرف فراز کے چہرے پر یادوں کی شدت اور اس کی آنکھوں میں زینب کے لیے چاہت کے رنگ دیکھ کر ہی دنگ تھی۔

''یا الٰہی یہ آدمی اتنا چاہتا ہے آج بھی اپنی مردہ بیوی کو.....''

''اور صائمہ.....صائمہ....''

فراز نہ جانے کس بات پر اسے پکار رہا تھا مگر وہ اپنے حواسوں میں کب تھی....

''صائمہ''

''آ.....ہوں.....کہاں کھو گئیں؟''

''فراز میں آپ کو اور زینب کو تصور کی آنکھ سے اس کمرے میں دیکھ رہی تھی آپ اتنا چاہتے تھے زینب کو.....!''

''ہاں.....''

''فراز..... مجھے اندازہ ہے.....'' صائمہ نے اپنے لہجہ کو ہشاش بنانے کی کوشش

www.urduchannel.in

کی۔

''اچھا فراز.....'' اس نے ایک دم اپنا موڈ بدل لیا.....

''وہ بیٹھک کے برابر والا کمرہ بند ہے شاید اس میں کاٹھ کباڑ ہے۔ میں سوچ رہی تھی کہ اسے صاف کر کے مہمان خانہ بنا دوں.....''

صائمہ نے بات پوری کر کے فراز کو دیکھا مگر یہ کیا؟ اس کے چہرے کا تو رنگ ہی بدلا ہوا تھا۔ چہرہ سرخ ہو رہا تھا آنکھیں گویا خون سے بھر گئی تھیں اور جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا.....

''فراز.....''

صائمہ نے نوالہ چھوڑ کر فراز کو چھوا.....

''فراز.....کیا ہوا ہے آپ کو....طبیعت....''

''صائمہ.....اس کمرے.....کو ہاتھ بھی مت لگانا۔ وہ میری زینب کا پرسنل کمرہ تھا.....وہ وہاں گھنٹوں بیٹھی رہا کرتی تھی۔ پتہ نہیں کیا کرتی تھی.....؟ وہ کمرہ کباڑ نہیں ہے.....میری بیوی زینب کا کمرہ ہے.....''

جملہ پورا کرتے کرتے فراز کا لہجہ کافی تیز ہو گیا اور وہ کھانا چھوڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ صائمہ تو اپنی جگہ بت بنی رہ گئی اس کے تو تصور میں بھی ایسی بات نہیں تھی۔ وہ تو حقیقتاً یہی سمجھ رہی تھی کہ اس کمرے میں گھر کا کباڑا بھرا ہوگا....اس نے اپنی آنکھوں کا نمکین پانی پونچھا اور کھانا سمیٹنے لگی۔

''یا خدایا ایک اور آزمائش اس کمرے کے علاوہ دوسرے کمرے میں بھی زینب زندہ ہے۔ زینب تو ہر جگہ زندہ ہے صائمہ.....''

کسی نے سرگوشی کی.....

سورج دن بھر کی مسافت طے کرنے کے بعد آسمان کی گہرائیوں میں پناہ گزیں ہو چکا تھا۔ چڑیوں نے حسب معمول چہچہانا شروع کر دیا تھا۔ موسم کافی خوشگوار ہو گیا تھا شام دھیرے دھیرے اپنے پروں کو سیاہی میں تبدیل کر رہی تھی۔ چاند دوسری طرف سے

www.urduchannel.in

گلابی گلابی رنگت لیے زمین پر جھانک رہا تھا۔صائمہ نے چھت پر ٹہلتے ہوئے دور تک پھیلے آسمان کو دیکھا۔چاند کو دیکھا اسے لگا موسم نے اس کے اندر کی اداسی کو بہت حد تک کم کر دیا ہے۔اس نے ایک خوشگوار سی نظر آسمان پر ڈالی اور آئندہ کے بارے میں سوچنے لگی۔یہ تو اس نے پہلے ہی دن طے کر لیا تھا کہ فراز سے ہار نہیں مانے گی۔اسے ہر حال میں جیتنا ہے.....مگر.....کیسے.....؟جب جب.....جب اسے لگتا شاید یہ اس کی آزمائش کی آخری گھڑی ہے اس پل زینب اس کے سامنے ایک نئے روپ میں کھڑی ہوتی.....

''اوہ خدایا.....تین مہینے ہو گئے.....فراز کو میرا وجود نظر ہی نہیں آتا اسے صرف وہ مردہ جسم ہی نظر آتا ہے۔میں تین ماہ میں ایک لمحہ بھی اسے متاثر نہ کر سکی.....آخر کیا کمی ہے مجھ میں.....کیا میری روش غلط ہے؟''

اس نے اپنا موازنہ کیا۔مگر اس کے اندر کی عورت نے اسے تسلی دی اور صبر کرنے کی تلقین دی.....اور اس کے زخموں پر مرہم لگایا.....

''ارے فراز ابھی تک نہیں آئے....دوپہر کے گئے ہوئے ابھی تک واپس نہیں آئے.....''

مسجد کے گھنٹے نے آٹھ بجنے کے اعلان کے ساتھ ہی اس کی سوچوں کا سلسلہ منقطع کر دیا.....وہ دوپہر بہت غصہ میں گئے تھے۔خدایا ان کی حفاظت فرما اور میری مدد کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور دعا مانگنے کے بعد اس کے دل میں کچھ اطمینان سا اتر آیا اور وہ خاموشی سے نیچے اتر آئی نیچے آ کر اسے پتہ چلا کہ فراز گھر آ چکے ہیں۔اس نے کچن کا رخ کیا اس وقت وہ فراز سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☆.....☆.....☆

وقت گزرتا رہا صائمہ نے اس دن والے واقعہ کے بعد زینب کے بارے میں فراز سے کوئی بات نہیں کی تھی۔بلکہ بار بار فراز کے منہ سے سنا تھا کہ

''تم میری بیوی نہیں ہو۔ میری بیوی زینب تھی اور وہی رہے گی۔''

اس جملے نے ہر بار اس کے اندر خنجر پیوست کیا تھا۔جس کا درد وہ بہت خاموشی

www.urduchannel.in

سے سہہ گئی تھی اور اس نے مسکرا کر ہر بار فراز سے یہی کہا تھا.....

''یہ بات تو آپ نے مجھے پہلی رات ہی بتا دی تھی اور اس دن سے مجھے ازبر ہے بار بار آپ یہ بات یاد دلا کر کیا آپ خود کو مطمئن کرتے ہیں....''

☆.....☆.....☆

صائمہ نے کئی بار اس کمرے کو کھولنے کا سوچا تھا مگر ابھی ہمت نہیں جٹا پائی تھی۔ایک تجسس سا جاگ گیا تھا اس کے اندر کہ اس کمرے میں کیا ہوگا۔جو زینب وہاں بہت سا وقت گزارا کرتی تھی۔پھر ایک دن اس نے مصمم ارادہ کر ہی لیا کہ آج فراز کے جانے کے بعد اسے یہ کمرہ ضرور کھولنا ہے۔چابی اس نے کئی دن پہلے ہی فراز کی دراز سے لے لی تھی۔وہی ایک چابی فراز کی دراز میں موجود تھی باقی چابیاں تو اس کے پاس ہی تھیں۔

اس دن کے بعد سے اس کے اور فراز کے درمیان کچھ خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی۔مگر صائمہ نے اپنا رویہ پہلے جیسا ہی کر لیا تھا۔گویا وہ فراز پر یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ غصہ اس کے لیے کچھ خاص اہمیت کا حامل نہیں ہے۔فراز بھی دھیرے دھیرے نارمل ہوتے جا رہے تھے۔اب وہ آتے جاتے اس کمرے پر نظر ضرور اٹھا کر دیکھتے یہ بات صائمہ نے نوٹ کی تھی۔

فراز کے آفس جانے کے بعد صائمہ نے جلدی جلدی گھر کے کام سمیٹے۔کچن کا کام نبٹایا اور دروازہ لاک کر کے چابی لے کر آہستہ آہستہ اس کمرے کی طرف چلی۔اگرچہ یہ سب کرتے ہوئے اس کے جسم میں ایک لرزہ طاری تھا۔مگر وہ ہمت جمع کرتی ہوئی کمرے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

اس نے تالا کھولنے سے پہلے دروازہ ایک بار پھر سے چیک کیا اور اوپر نیچے دونوں کنڈیاں چڑھا لیں۔پھر اس نے دھیرے سے تالے میں چابی ڈالی۔تالا کئی سال سے پڑا ہوا تھا شاید اس لیے اس میں زنگ آ گیا تھا۔بڑی مشکل سے تالا کھلا اور پھر اس نے آہستہ آہستہ کنڈی کھولی۔اگرچہ اس وقت گھر میں اکیلی تھی۔امی اپنے کمرے میں ہوتی تھیں ویسے بھی ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہی تھا۔کیونکہ اب وہ واکر سے چلا کرتی تھیں اور یہ کام

www.urduchannel.in

کرتے ہوئے وہ امی کیوا کران کی پہنچ سے دور رکھ آئی تھی تا کہ ضرورت پڑنے پر وہ اسے ہی آواز دیں مگر پھر بھی ایک خوف سا اس پر طاری تھا اس نے آہستہ سے کمرہ کھولا تو اسے کمرے کا منظر نظر آیا۔ کمرے میں سامنے ہی ایک صوفہ سیٹ پڑا تھا۔ اس کی ٹیبل پر ایک فلاور پوٹ رکھا ہوا تھا۔ اس میں لگے ہوئے پھول سوکھ کر لکڑی بن گئے تھے۔ اس سے اندازہ ہوا تھا کہ زینب روز تازہ پھول گلدستہ میں لگایا کرتی تھی فلاور پاٹ کے آس پاس پھولوں کی پتیاں سوکھی ہوئی پڑی تھیں اور ان پر وقت نے اپنے گرد جمادی تھی۔ ایک طرف الماری رکھی تھی اس میں چابی لٹک رہی تھی۔ ایک طرف رائٹنگ ٹیبل اور ایک کرسی رکھی ہوئی تھی۔ اس پر کچھ کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔ دیوار پر ایک شیلف لگی ہوئی تھی اس میں کچھ کتابیں اور چند ڈائریاں رکھی ہوئی تھیں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے.....؟ اگر کسی چیز کو چھیڑتی ہے تو.....فراز کا خوف محسوس ہوا.....اور یہاں یہ سب کیا والا تجسس اسے آگے بڑھنے پر اکسا رہا تھا۔ اس نے بسمہ اللہ پڑھ کر الماری کی چابی گھمائی کلک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ہی چابی گھوم گئی اس نے الماری کا ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا الماری کے الٹے ہاتھ کے ڈور پر زینب اور فراز کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ اس نے تصویر پر آہستہ سے ہاتھ پھیر کر گویا انہیں محسوس کرنے کی کوشش کی۔ پھر اس کی نگاہ قرینے سے لگے ہوئے کپڑوں پر گئی۔ ایک طرف دو لہنگے لٹکے ہوئے تھے اور ایک فراز کا سوٹ لٹکا ہوا تھا۔

''یہ شادی کے کپڑے ہوں گے۔''

اس نے سوچا اور خود بہ خود اس کا ہاتھ فوٹو سے ہیٹ کر کپڑوں پر چلا گیا۔ اسی طرح سے کئی کام دار سوٹ، ساڑھیاں، سادے سوٹ اور نائٹی لٹکی ہوئی تھی۔ وہ باری باری سب پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ پوری الماری میں فراز اور زینب کے کپڑے موجود تھے۔ اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا اس نے آہستہ سے الماری بند کر دی۔ اور چابی گھما کر ویسے ہی چھوڑ دی۔ پھر اس نے گلدستہ کو غور سے دیکھا۔ پھول اپنی رنگت کھو چکے تھے۔ انہیں ان کے کلر سے پہچاننا مشکل تھا۔ مگر اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ گلاب اور سورج مکھی کے پھول تھے۔ پھر وہ آہستہ سے چلتی ہوئی رائٹنگ ٹیبل کی طرف آئی یہاں کچھ کاغذات

www.urduchannel.in

بکھرے ہوئے تھے اور کئی سالوں کی گرد ان پر موجود تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس چیز کو چھوئے۔ پھر اس نے بہت احتیاط سے ایک ڈائری نکالی اور اسے الٹنے پلٹنے لگی۔ ڈائری کھول کر اس پر ایک نیا انکشاف ہوا اور وہ حیرانی سے ڈائری کے اوراق پلٹنے لگی۔

☆.....☆.....☆

پچھلے کچھ دنوں سے صائمہ نے محسوس کیا تھا کہ فراز کچھ بے چین سے ہیں۔ مگر.....کیوں؟ وجہ وہ جان نہ سکی۔ اسی درمیان اس کے اور فراز کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی۔ وہ کچھ خاص نہ تھی بلکہ اب تو وہ بہت دنوں سے دونوں کہیں گھومنے بھی نہیں گئے تھے۔

''فراز کیا ہوا ہے آپ کو.....؟''

اس نے سوتے سوتے اچانک فراز کے اٹھ کر بیٹھ جانے پر غور سے اسے دیکھا.....

''فراز کیا الجھن ہے؟''

''الجھن.....کوئی الجھن نہیں ہے۔ تم سو جاؤ۔''

مگر وہ اچھی طرح محسوس کر رہی تھی کہ فراز کو کوئی پریشانی ضرور ہے جو وہ اسے بتا نہیں پا رہے ہیں۔ مگر کافی ٹینس ہیں ان دنوں وہ بھی کافی مصروف رہی اس نے بھی کوئی خاص نوٹس نہیں لیا کہ فراز کے آج کل کیا مشاغل ہیں اور نہ ہی فراز نے اس کی مصروفیات میں جھانکنے کی کوشش کی۔ ایک ماہ اسی طرح گزر گیا کہ ایک دن اچانک وہ ہو گیا جو صائمہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

اس دن وہ دوپہر کا کھانا لگا رہی تھی جب ڈور بیل کی آواز آئی۔

''فراز دیکھیے تو کون آیا ہے؟''

صائمہ نے ٹیبل پر برتن سجاتے ہوئے کمرے میں موجود فراز کو آواز دی.....اور چند لمحوں بعد جب فراز واپس آئے تو وہ فراز نہیں تھے بلکہ ایک شعلہ تھا۔ ایک آگ تھی۔

''صائمہ.....''

فراز کی دہاڑ نے صائمہ کے ہاتھوں کو لرزا دیا۔

www.urduchannel.in

''جی.....''

''یہ کیا ہے.....؟''

اس نے ہاتھ کو صائمہ کے سامنے نچایا۔فراز کے ہاتھ میں کوئی خط تھا۔

''کیا ہے.....؟''

صائمہ بالکل انجان تھی۔

''یہ تم نے زینب کے نام کے ساتھ اپنا نام جوڑ کر کیا بھیجا تھا۔جواس کا جواب آیا ہے۔''

اس کی دہاڑ اتنی اونچی اور سخت تھی کہ در و دیوار ہل کر رہ گئے۔

صائمہ کے منہ پر اچانک خوف کے سائے لہرانے لگے۔

''فراز آپ پلیز..... پانی پئیں.....اور میری بات سنیں!''

''صائمہ.....''

مگر وہ اپنے حواس میں ہی کب تھا۔

''تمہیں یہ حق کس نے دیا کہ تم.....تم اپنے نام کے ساتھ زینب کا نام جوڑ کر زندہ رہو''زینب حیات.....''

اس نے خط پر نظریں گاڑ دیں.....

''اور تمہیں یہ لکھنے کا شوق کب سے ہو گیا۔اور اگر ہے بھی تو.....تم نے زینب کا نام کیوں استعمال کیا بولو.....''

اس نے کانپتی ہوئی صائمہ کو بری طرح جھنجوڑ کر رکھ دیا۔اور وہ بس آنکھیں بند کیے اس کی خوفناک نظروں سے بچنے کی کوشش کرتی رہی۔

''ہونہ.....''

فراز نے اس کا ڈھیلا جسم اچانک ہی کرسی پر پھینک دیا اور وہ خط پھینکتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔صائمہ اس حملہ کے لیے تیار نہ تھی۔اس کا ڈھیلا جسم میز سے ٹکراتا ہوا کرسی پر گر گیا۔میز کا کونا بہت زور سے اس کی کمر میں لگا تھا اور درد کی لہر اس کے جسم میں سرایت کرتی چلی گئی۔ذلت کا احساس اس کی رگ رگ میں اترتا چلا گیا۔

www.urduchannel.in

''یا اللہ یہ کیا قیامت ہے۔میں کس طرح زندگی گزارنے کے لیے فراز کے دل میں جگہ بناؤں۔میرا قصور کیا ہے.....؟ میں اپنی مرضی سے تو یہاں نہیں آئی۔فراز ہی میری چوکھٹ پر گئے تھے۔اور پھر جس طرح حالات کا مقابلہ کر رہی ہوں شاید ہی کوئی لڑکی کر پاتی۔مگر اب اور نہیں.....حد ہوتی ہے برداشت کی یہ شخص زینب حیات کو جان بوجھ کر بھلانا نہیں چاہتا۔میں نے بھی اس سے کب کہا ہے کہ تم زینب کو بھول جاؤ۔میں تو اسے زندہ کر رہی ہوں تاکہ یہ احساس نہ ہو کہ میں نے اس کی محبت پر قبضہ جما لیا ہے۔مگر یہ شخص.....اف!''

درد کی اٹھتی لہر کو ہاتھ سے دبانا چاہا اور چکراتے سر کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆.....☆.....☆

صائمہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب اس گھر میں نہیں رہے گی۔مگر امی کا خیال اس کے پاؤں کی زنجیر بنا ہوا تھا۔پھر اس نے اس کا حل بھی امیرن آپا کی شکل میں تلاش کر لیا۔اس نے امیرن آپا نام کی ایک عمر دراز عورت امی کے لیے رکھ لی اس خیال سے کہ کچھ دنوں میں وہ انہیں امی کی خدمت کی ٹریننگ دے کر چلی جائے گی۔

اس دن کے بعد سے اس کے اور فراز کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی اور شاید اب اس کو کوئی خواہش بھی نہیں تھی۔فراز دیر رات گھر آتے تو وہ سو چکی ہوتی اور صبح جلدی اٹھ کر گھر کے کاموں میں لگ جاتی۔البتہ فراز کے وہ کام جو اس نے دوستی کے بہانے اپنے ذمہ لیے تھے وہ اب بھی انجام دے رہی تھی۔فراز کو اٹھنے سے پہلے اپنے کپڑے باتھ روم میں ٹنگے ہوئے ملتے،رومال،شوز،ناشتہ سب تیار ملتا مگر وہ نظر نہ آتی۔

''ہونہ.....میری بلا سے''

فراز کے اندر کے مرد نے ہنکار بھری۔

پھر.....ایک دن اچانک ہی فراز کو احساس ہوا کہ آج سب کچھ بدلا بدلا سا ہے۔اس کے کپڑے باتھ روم میں نہیں ہیں۔اس کی ضروریات میں بہت کچھ کمی ہے۔کچن میں بھی امیرن آپا نظر آ رہی ہیں۔اس نے سب کچھ محسوس کیا۔مگر بولا کچھ نہیں کہ اس کے چلے

www.urduchannel.in

جانے کا اسے اندیشہ نہیں تھا۔

آفس جاتے وقت وہ امی سے ضرور ملتا تھا۔ سو آج بھی وہ ان کے کمرے میں گیا۔

''اچھا امی میں جا رہا ہوں۔''

اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے آواز لگائی مگر یہ کیا.....؟ امی تو ابھی تک فریش بھی نہیں ہوئی تھیں۔ جبکہ روز اس وقت تک وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتی نظر آتی تھیں اور جاتے جاتے اس پر دم بھی کیا کرتی تھیں۔

''امی.....آپ ابھی تک بستر پر ہیں۔ کیا بات ہے.....؟''

اس نے حیرانی سے امی کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں بیٹا.....آج صائمہ نہیں ہے نا اس لیے.....سب کچھ دیر سے ہوگا۔''

''صائمہ.....نہیں ہے.....مگر وہ ہے کہاں.....؟''

''ارے بیٹا تجھے نہیں معلوم.....وہ تو کل شام کو امی کے گھر چلی گئی.....دلہن نے کچھ کہا نہیں تجھ سے.....''

ماں کی مشکوک نگاہوں نے فوراً بیٹے کو ٹٹولا.....

''آ.....ہاں.....وہ کہہ تو رہی تھی.....مگر آج ہی چلی جائے گی اس کا ذکر نہیں کیا۔''

فراز نے ماں سے نگاہیں چرانے کی کوشش میں ان پر پھیلی چادر کو طے کرنا شروع کر دیا.....چلیے میں آپ کو فریش کرواتا ہوں۔

''امیرن آپا ذرا پانی لانا۔''

☆.....☆.....☆

صائمہ کو گئے پورا ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ گھر کا عجیب حال ہو گیا تھا۔ نہ کھانا وقت پر تھا اور نہ ہی امی کی ضروریات پوری ہو رہی تھیں۔ فراز کو صائمہ پر بہت غصہ تھا۔ مگر اس پر اچانک انکشاف ہوا کہ وہ غصہ کس پر کر رہا ہے اپنی بیوی صائمہ پر یا اپنی دوست صائمہ پر....

''فراز صاحب وہ آپ کی بیوی تھی ہی کب''

www.urduchannel.in

اس کے اندر سے کہیں سے آواز آئی۔

''آپ نے اسے بیوی کا درجہ ہی کب دیا تھا۔ وہ تو بحیثیت دوست خود ہی آپ کا گھر آپ کی والدہ اور آپ کو سنبھالے ہوئے تھی اور ایک دوست پر آپ کوئی زبردستی نہیں کر سکتے۔ ایک بیوی پر کر سکتے ہیں فراز بے شک آپ کی اپنی بیوی زینب جو مر چکی ہے اس سے بہت محبت تھی اور ہے۔ مردہ لوگوں کی محبت صرف یاد بن کر رہ جاتی ہے۔ جبکہ وہ آپ کی بیوی صائمہ جو اتنے دنوں آپ کی محبت سے محروم رہی.....مگر....اپنے فرائض کو انجام دیتی رہی یہاں تک کہ اس نے آپ کی بیوی کو بھی زندہ رکھا.....آپ کے گھر میں آپ کے دل میں خود اپنے آپ میں.....اس نے زینب کو زندہ کر لیا.....کس طرح اس کا اندازہ آپ کو اچھی طرح ہے۔''

''یا اللہ.....''

فراز نے اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے کی کوشش کی۔ مگر ضمیر کی آواز کوئی نہیں دبا سکتا.....فراز نے گھبرا کر زینب کے کمرے کی چابی نکالی اور اس طرف چل دیا۔

دوپہر کی دھوپ پوری طرح آنگن میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے تالا کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں آتے ہی اسے ٹھنڈک کا احساس ہوا اور اس کی آنکھیں ہلکے ہلکے کھلنے لگیں۔ اس نے کمرے کی تبدیلی محسوس کی چند ماہ پہلے جب وہ یہاں آیا تھا تو سب کچھ گرد میں اٹا ہوا تھا۔ مگر آج ایسا لگ رہا تھا کہ وہاں کوئی رہتا ہے اس نے حیرانی سے چاروں طرف گھوم کر کمرے کا جائزہ لیا۔ ہر چیز اپنی جگہ موجود تھی مگر نفاست سے۔ اس نے الماری کھول کر دیکھی زینب کے اور اس کے تمام کپڑے ویسے ہی موجود تھے۔ مگر آج ان میں سیل کی بدبو نہیں آ رہی تھی۔ بلکہ ہلکی ہلکی مہک تھی ایک تازگی تھی۔ الماری کے کواڑ پر ہی اسے پرفیوم ٹیبلیٹ لٹکی ہوئی ملی۔ کپڑے بتا رہے تھے کہ انھیں دھوپ لگا کر رکھا گیا ہے۔ اس نے حیرانی سے الماری بند کی تو.....بیڈ کی بے شکن چادر نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس نے بیڈ کی چادر پر ہاتھ پھیرا تو سائڈ ٹیبل پر اس کی اور زینب کی صاف ستھری تصویر نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی اس نے فوٹو فریم کو حیرانی سے

www.urduchannel.in

دیکھا.....

''یہ یہاں تو نہیں ہوا کرتی تھی۔''

اس نے دماغ پر زور ڈالا..... یہ تو اس نے کپڑوں کے درمیان رکھ دی تھی۔اس نے تصویر فریم سے نکال کر زینب کی تصویر پر ہاتھ پھیرا.....اسے لگا جیسے زینب آج بھی اس کے بہت قریب ہے۔اس نے جلتی ہوئی آنکھوں سے زینب کی تصویر لگائی۔آنکھوں میں کچھ نمی اتر آئی۔ پھر اس نے فوٹو ہٹایا اور اسے دوبارہ سیٹ کرنے لگا تبھی اس کی نظر فوٹو کے پیچھے لکھی تحریر پر پڑی۔

''میری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت جسے میں کبھی بھلا نا بھی نہیں چاہتی۔''

صائمہ

''آہ.....''اس نے حیرانی سے کئی بار اس جملے کو پڑھا۔

''فراز.....''

ضمیر نے پھر آواز دی۔

''تم سے کہیں زیادہ اعلیٰ ظرف ہے.....تم اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے۔''

فوٹو رکھ کر وہ اس ٹیبل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جہاں بیٹھ کر زینب گھنٹوں کچھ نہ کچھ لکھا کرتی تھی۔مگر کیا.....؟ یہ اسے اس کی زندگی میں معلوم نہ ہوسکا..... پتہ چلا تو تب جب صائمہ نے اس کے لکھے افسانے فیئر کر کے رسالوں میں بھیجنے شروع کر دیے اور تب ہی اس نے صائمہ کی تذلیل کی تھی۔اس نے بکھرے کاغذات کو الٹ پلٹ کر دیکھا کئی کاغذات پر کچھ لکھا ہوا تھا۔یعنی صائمہ پھر کوئی کہانی اتار رہی تھی۔ پھر اس نے ڈائری کھولی۔پین کی موجودگی سے ڈائری اسی صفحہ پر کھل گئی جہاں پین تھا۔ یہ زینب کا کوئی ادھورا افسانہ تھا جسے صائمہ پورا کر رہی تھی۔

''آہ صائمہ.....''

ایک دم سے اسے احساس ہوا اس نے صائمہ کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے مگر پھر بھی صائمہ نے وہ سب کچھ کیا جس سے زینب اس کی زندگی میں زندہ رہی۔ کیونکہ

www.urduchannel.in

اسے.....فراز سے محبت تھی۔اور وہ کہتے ہیں نا

''جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔''

ہاں اسی رشتہ سے اسے زینب پیاری تھی تبھی تو اس نے اسے زندہ رکھا اپنے اندر اتارا کہ میں اسے توجہ دے سکوں۔اگرچہ ایسا کرنے سے زینب زندہ نہیں ہوجاتی مگر وہ .....اپنا مقام ضرور بنالیتی اور میں .....میں .....اسے ٹھکراتا رہا۔ اس کی تذلیل کرتا رہا.....فراز تم کیسے انسان ہو جو اس پر زیادتیاں کرتے رہے۔اس کا اندازہ تمہیں ہے۔فراز تم نے اس کا درد کیوں محسوس نہیں کیا۔عام شوہر نہ بنو صرف دوست بنو، انسان بنو ویسے بھی تم اس کے شوہر بنے ہی کب.....صرف محفل میں ہاں نے سے شوہر کے فرائض تو پورے نہیں ہوجاتے.....فراز اپنے آپ کو ٹٹولو اور اسے واپس لے آؤ.....اسے واپس لے آؤ.....اسے بیوی کا درجہ دو اسے اپنا پیار دو اسے اعتماد دو کہ ایک عورت مرد کی محبت کے سہارے دنیا کی تمام جنگیں لڑ سکتی ہے۔''

ضمیر نے پھر شور مچانا شروع کر دیا۔اسے لگا کمرہ گھوم رہا ہے۔اس کا سر چکرا رہا تھا۔اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور ہمت کر کے کمرہ سے باہر آ گیا۔

☆.....☆.....☆

صائمہ کو گئے ایک مہینہ ہوگیا تھا اور فراز ابھی فیصلہ نہیں کر پائے تھے۔البتہ ممی کی زبانی اسے کئی بار پتہ چلا تھا کہ صائمہ کے فون اکثر آتے رہتے ہیں امی کی خیریت معلوم کرنے کے لیے.....گویا اس نے امی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ایک اور احساس تشکر اس کے اندر جاگا.....واقعی اگر امی کو پتہ چل جاتا تو.....وہ بہت ٹوٹ پھوٹ جاتیں۔

آج ڈاک سے صائمہ کے نام ایک خط آیا تھا ایڈیٹر صاحب کا انہوں نے صائمہ کے نام چیک بھیجا تھا اور کچھ قارئین کے تعریفی خط.....اور مزید لکھ کر بھیجنے کو بھی لکھا تھا۔اس سے پہلے بھی ایک دو خط آئے تھے مختلف اخبارات کے دفتر سے اور کچھ رسائل والوں کے....ان خطوط کو پڑھ کر اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس نے کتنا بڑا کام کیا ہے۔

''پھر میں نے اس پر اس قدر غصہ کیا.....؟''

www.urduchannel.in

اب اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا اس نے کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

''فراز میاں.....آپ کو امی بلا رہی ہیں۔''

امیر ن آپا نے فراز کے آنے کے کچھ دیر بعد ہی امی کا پیغام دیا.....

''اچھا.....ابھی آیا۔ ذرا آپ میرے لیے ایک کپ چائے بنا دیں۔''

فراز کی تھکی تھکی آواز آئی۔

''جی امی۔''

تھوڑی دیر بعد وہ فریش ہو کر امی کے کمرے میں آیا۔

''بیٹا.....آج یہ دعوت نامہ آیا ہے۔ صائمہ کے نام.....دیکھو کس کا ہے اور میرا خیال ہے اسے اب لے آؤ.....بہت دن ہو گئے گئے ہوئے اب اور نہیں رہا جاتا.....''

فراز نے خط ہاتھ میں لیتے ہوئے امی کے تھکے تھکے لہجہ کی طرف غور کیا.....کسی ادارے نے زینب حیات کے لگا تار کئی کامیاب افسانوں کی وجہ سے ایک پارٹی ارینج کی تھی اور اس کا دعوت نامہ صائمہ کو بھیجا تھا۔ فراز کا سر ایک بار پھر گھوم گیا.....اب کیا کرے؟ اس نے پچھلے کئی خطوط کا جواب نہ پا کر کئی جگہ سے اس کے فون بھی آ چکے تھے۔ جن کے جواب میں انہوں نے سفید جھوٹ بول دیا تھا کہ وہ آج کل شہر سے باہر ہیں اس لیے کچھ دن بعد ان سے رابطہ قائم ہو سکے گا.....مگر اب کیا کرے کہاں سے زینب کو زندہ کرے جس کو مردہ ہوئے بھی کئی سال بیت گئے تھے۔ مگر صائمہ نے نہ صرف اسے زندہ کیا تھا بلکہ دنیا سے اس کی پہچان بھی کرائی تھی۔ اصل حقیقت کیا ہے.....؟ یہ تو صرف وہ اور صائمہ ہی جانتے تھے۔ اس بار وہ کوئی بہانہ بھی تلاش نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ابھی کل ہی ایک خط ملا تھا ادارے کی طرف سے کہ وہ زینب حیات کا انٹرویو لینا چاہتے ہیں.....''فراز اب فیصلہ کی گھڑی قریب سے قریب تر ہے فیصلہ کرو.....فیصلہ کیا اپنے اندر کی انا کو مارو جو بے وجہ ہی سر اٹھا کر تمہیں اپنی حیات سے دور کر رہی ہے محبت تو کسی انا کی محتاج نہیں.....محبت تو صرف محبت ہے نہ آن نہ

www.urduchannel.in

ہار.....پھر وہ فیصلہ کر کے اٹھے اور گاڑی کی چابی لے کر باہر نکل آئے۔

☆.....☆.....☆

''پی.....پی.....پی.....''

''پھو پھو.....پھو پھا آئے ہیں.....''

''کیا.....؟''

صائمہ کی کام کرتی انگلیاں ساکت ہو گئیں....

''.اور ہاں آج تو وہ ڈھیر سارے پھول بھی گاڑی پر لگوا کر لائے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے دولہا کی گاڑی ہو.....''

بچے ابھی رپورٹ دے ہی رہے تھے کہ گھر میں ایک خوشی والا شور اٹھ گیا.....گھر کا داماد پہلی بار گھر آیا ہے۔ ساس نے بڑھ کر صدقہ اتارا اور بھابھیاں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بچھی جا رہی تھیں۔ تبھی بچے پھوپھو کو گھسیٹ کر لے آئے.....

''دیکھئے انکل پھوپھو آ ہی نہیں رہی تھیں۔ دیکھئے نا کس قدر شرما رہی ہیں۔''

فراز نے بات کرتے ہوئے بچوں کی آواز پر چونک کر دیکھا۔ صائمہ نے سلام کیا اور وہیں بیٹھ گئی کیونکہ اس نے کسی کو اپنے اور فراز کے رشتے کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ اور نہ ہی وہ اس وقت کمزور پڑنا چاہتی تھی۔

پھر ہلکے ہلکے آس پاس کے لوگ بھی اٹھ گئے تنہائی کے خیال سے کہ بہت دنوں بعد دونوں مل رہے تھے۔

تنہائی پاتے ہی صائمہ بھی اٹھنے کی سوچنے لگی کیونکہ اسے اب بیٹھنا بہت مشکل ہو گیا تھا بہت ہمت کر کے اس نے جیسے ہی اٹھنے کا ارادہ کیا.....اسی وقت فراز کے مضبوط ہاتھ نے اس کی اٹھتی کلائی کو پکڑ لیا.....

''صائمہ.....میں تمہیں لینے آیا ہوں.....''

''لینے مگر کیوں....؟''

صائمہ نے دکھی دکھی لہجہ میں کہا۔

www.urduchannel.in

''مجھے اس کا احساس ہوگیا ہے.....پلیز مجھے معاف کردو اور اس بار میری بیوی بن کر اس گھر سے رخصت ہو۔''

''فراز اس رشتے کے ناطے تو کئی ماہ پہلے بھی میں آپ کے ساتھ رخصت ہوئی تھی ۔مگر مجھے صرف اور صرف بے اعتباریاں ملیں.....رشتہ تو کہیں نظر ہی نہیں آیا.....''

ہاں صائمہ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں بہت ناانصافیاں کی ہیں مگر اب اور نہیں .....پلیز اب گھر واپس چلو.....ویسے بھی وہ گھر تمہارے بغیر بہت سونا ہے۔''

''سونا ہے کیوں.....؟''

وہاں تو آپ کی بیوی زینب حیات موجود ہے۔''

صائمہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے لہجے کی کڑواہٹ نہ چھپا پائی۔

''کہاں موجود ہے.....میری بیوی تو دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ زینب وہاں ہے تو حیات یہاں .....اور جب تک یہ دونوں ایک نہ بن جائیں میری بیوی نہیں بن سکتی....''

فراز نے اس کے قریب جاتے ہوئے کہا۔فراز کی بات پر صائمہ نے فراز کو حیران نظروں سے دیکھا۔

''ہاں ....صائمہ..... مجھے تمہاری صلاحیتوں پر فخر ہے۔تمہاری سوجھ بوجھ پر ناز ہے۔تمہاری تحریروں پر.....اور تمہارے قارئین اور ایڈیٹروں نے میری جان مشکل میں کردی ہے.....''

''آہ تو آپ مجھے لینے اس لیے آئے ہیں۔''

''نہیں نہیں صائمہ باخدا میرا اعتبار کرو.....اور ایک بار مجھے معاف کردو.....گھر چلو.....دیکھو کتنے خطوط .....کتنے تعریفی خط، کتنے دعوت نامہ تمہارے نام اتنے دنوں میں جمع ہوگئے ہیں.....اور ان سب کا جواب تمہیں دینا ہے۔''

''نہیں.....فراز میں کسی خط کا جواب نہیں دوں گی.....وہ واقعی میری غلطی تھی کہ

www.urduchannel.in

میں نے زینب کو افسانوں کے ذریعہ زندہ کیا اب میں ایسا نہیں کرسکتی کیونکہ وہ تحریریں میری ہے ہی نہیں.....''

اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''نہیں زینب حیات.....وہ سب تحریریں تمہاری ہیں.....ان کی اصلاح اور ان ادھورے افسانوں کو پورا کر کے تم ہی نے انہیں زندہ کیا ہے۔دنیا نے اس زینب حیات کو نہیں جانا تمہیں جانا ہے۔وہ سب آج تم سے ملنے کو بے تاب ہیں ۔کوئی تمہیں اعزازی پارٹی دینا چاہتا ہے کوئی تمہارا انٹرویو چھاپنے کی کوشش میں ہے۔ مجھے تم پر فخر ہے پلیز واپس چلو.....اور پھر سے وہی زینب حیات بن کر میری زندگی میں لوٹ آؤ.....مگر وہ زینب بن کر نہیں جو مر چکی ہے بلکہ وہ زینب حیات بن کر جو آج میرے سامنے کھڑی ہے۔جس نے مجھے جینا سکھایا ہے۔جس نے میرے گھر کو سنبھالا ہے ۔جس نے میری ماں کو زندگی دی ہے۔خوشیاں دی ہیں۔آج میں اپنی صائمہ حیات کو لینے آیا ہوں.....جو میری بیوی ہے۔ جس نے مجھ تک پہنچ نے کے لیے خود کو زینب حیات بنا ڈالا۔''

صائمہ نے روتے ہوئے فراز کے نادم چہرے کی طرف دیکھا جہاں اسے تحفظ ہی تحفظ نظر آیا۔جو ایک شوہر کے چہرے پر نظر آنا چاہیے.....

''صائمہ گھر چلو.....اپنے گھر۔''

''فراز.....''

صائمہ نے قدم بڑھاتے ہوئے اس شخص کو دیکھا جو آج اس کا مان لوٹانے آیا تھا.....

❁❁❁

www.urduchannel.in

روزن سے پھوٹی کرن

''بھیا صنوبیہ اتنی پیاری لڑکی ہے.....کہ میں آپ کو کیا بتاؤں.....ہائے کاش اس کے گھر والے ہاں کر دیں.....تو وہ میرے.....میرے پیارے اصغر بھیا کی دلہن بن جائے.....''

''اچھا اچھا بس زیادہ بک بک مت کر اور یہ تم لوگوں سے کس نے کہہ دیا کہ مجھے حور پری چاہیے.....''

''کیوں بیٹا.....یہ تو کیا کہہ رہا ہے.....ہر لڑکے کی خواہش ہوتی ہے اس کو اچھی خوبصورت بیوی ملے.....''

امی نے تشویش سے اصغر کی طرف دیکھا.....ان کا ارادہ تو اسے فوٹو دکھانے کا تھا۔

''امی بیوی کوئی ڈیکوریشن پیس ہے۔جو خوبصورت ہونا چاہیے اسے گھر کے کسی خوبصورت سے کونے میں سجا دو۔بس بیوی ہو۔گھر میں رہنا ہے،گھر کے کام کرنے،گھر چلانے کی صلاحیت ہو اور کیا.....؟''

''بھیا.....یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ ہمارے کون سے بہت سے بھائی ہیں۔دو ہی تو ہیں میں تو دونوں بھابھیاں چاند سورج لاؤں گی.....''

اصغر نے گھور کر دیکھا۔

''مجھے نہیں چاہیے چاند سورج.....''

اور باہر نکل گیا۔وہ تو فوٹو نکال کر دکھانے والی تھیں۔مگر یہ اصغر کیا کہہ گیا انہیں تو فکر سی ہونے لگی.....مگر اس کی وقتی بے وقوفی سمجھ کر دل کو سمجھا کر اظہر کو فوٹو دکھانے لگیں .....فوٹو میں لڑکی واقعی حسین تھی۔بڑے بڑے بالوں کی بل والی ڈھیلی سی چوٹی اس کے

www.urduchannel.in

شانوں پر پڑی تھی۔چہرہ پر نور تھا اور آنکھیں .....شاید نرگسی آنکھیں ایسی ہی ہوتی ہوں گی.....فائزہ نے اظہر اور امی سے صنوبیہ پر تبادلۂ خیال کیا اور دعا کرتے ہوئے اٹھ گئے کہ

''خدا کرے یہ لڑکی ان کی بھابھی بن جائے.....''

اصغر کا رشتہ گئے کئی دن گزر چکے تھے مگر صنوبیہ کے گھر سے ابھی کوئی اظہار رائے نہیں ہوا تھا.....حالانکہ اصغر کی امی کئی بار فون کر کے معلوم کر چکی تھیں۔مگر انہوں نے ابھی اور وقت مانگا تھا۔اس طرح سب کو امید سی بندھ گئی تھی کہ اتنی سوچ بچار کے بعد یقیناً فیصلہ انہی کے حق میں ہوگا.....مگر اصغر اس رشتہ پر خوش تھا یا ناخوش کسی کو اندازہ نہ ہو سکا۔کبھی وہ اس موضوع پر مسکرا دیتا اور کبھی چڑ جاتا۔اس کے نزدیک یہ اتنی اہم بات نہ تھی۔

''ہو جائے گی شادی دنیا کی ہوتی چلی آئی ہے۔کون سی بڑی بات ہے.....''

''مگر بار بار وہ یہی کہتا تھا کہ بیوی زیادہ خوبصورت نہ ہو۔''

اور سب گھر والے اس بات کو اس کی نادانی سمجھ کر ٹال جاتے تھے۔پھر ایک دن.....صنوبیہ کی ممی کا فون آ ہی گیا۔فائزہ صفائی کر رہی تھی تبھی فون کی گھنٹی نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا امی کا موبائل قریب ہی صوفے پر پڑا بج رہا تھا۔اس نے فون اٹھایا اور صنوبیہ کا نمبر دیکھ کر دوڑتی ہوئی امی کے پاس چلی گئی.....

''امی.....امی!''

''کیا بات ہے؟''

''صنوبیہ.....کے گھر سے فون ہے۔''

''اچھا.....لا جلدی سے اسپیکر آن کر دے.....''

''واؤ.....امی یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔بھیا کی بات طے ہونے جا رہی ہے۔''

فائزہ نے خوشی میں امی کو ہی گھما ڈالا۔

''بھیا.....بھیا.....''

اور زور زور سے اصغر کو آواز دیتی ان کے کمرے کی طرف دوڑ گئی.....

www.urduchannel.in

''سنیے.....''

کھانے کی میز پر مسز صمد نے اپنے شوہر سے بات شروع کی۔

''آج صنوبیہ کی امی کا فون آیا تھا۔انہوں نے پرسوں رات ہم سب کو کھانے پر بلایا ہے۔''

''اچھا.....''

صمدانی صاحب نے خوشی سے بیوی اور پھر بچوں کی طرف دیکھا.....

''اس کا مطلب ہے اصغر میاں تم گئے.....''

''ہاں مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے.....''

امی نے اصغر کی طرف پیار سے دیکھا۔اصغر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے قوس وقزح کے سے رنگ آئے اور چلے گئے.....پھر اسی موضوع پر بات طے ہوتے ہوتے کھانا سمٹ گیا.....فائزہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔اس کی دل کی مراد پوری ہونے والی تھا.....اس کے گھر میں ایک پیاری سی بھابھی آنے والی تھیں۔

کمرے میں ہنسی خوشی کا ماحول بکھرا ہوا تھا۔فائزہ کے چہرے کی خوشی بتا رہی تھی کہ وہ کتنی خوش تھی۔صنوبیہ کی امی نے کافی اہتمام کر ڈالا تھا۔اظہر اصغر کو برابر دبا دبا کر اشارے کر رہا تھا۔گھر کا صاف ستھرا ماحول گواہی دے رہا تھا کہ گھر والے بہت شائستہ اور مہذب لوگ ہیں۔اسی خوشی کے ماحول میں نازیہ نے امی کے ساتھ صنوبیہ کی انگلی میں انگوٹھی ڈال دی.....اور اس مختصر سی محفل میں یہ بھی بتا دیا کہ اب باقاعدہ منگنی وغیرہ کی رسم کے چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ نے ہمیں زبان دی اور ہم نے آپ کو.....بس یہ ہمارے معاملات ہیں۔ہمیں آپ پر آپ کو ہم پر بھروسہ رکھنا ہی کافی ہے.....صنوبیہ کی امی بھی ایک سلجھی ہوئی عورت تھیں۔ان کا کوئی لمبا چوڑا خاندان نہیں تھا۔شوہر گزر چکے تھے۔دو بیٹے تھے جو اس وقت باہر تھے۔اور صنوبیہ تھی ان کی اکلوتی بیٹی.....جس میں ان کی جان بستی تھی۔چلتے چلتے صنوبیہ کی امی نے ایک نہایت ہی خوبصورت سی ڈبیہ لا کر مسز صمد کے ہاتھ میں دی تھی.....

www.urduchannel.in

''یہ.....کیا ہے؟''

''یہ ہمارے خاندان کی ریت ہے جب ہماری بیٹی کی نسبت کہیں طے ہوتی ہے تو ہم اس کا اقرار زبان سے نہیں یوں گھر بلا کر اور یہ سبز الائچی دے کر کیا کرتے ہیں.....''

''واؤ.....''

فائزہ نے ڈبیہ کو ہاتھ میں لے کر کھولا.....اندر سونے اور چاندی کے ورق میں لپٹی ڈھیر ساری سبز الائچیاں تھیں۔

''بہت خوب آنٹی.....مجھے یہ رسم بہت پسند آئی.....''

پھر.....وقت کیسے گزرا پتہ ہی نہیں چلا.....ایک سال گزر گیا.....اس ایک سال میں اصغر کے پاپا کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔تبھی کچھ دنوں کے بعد امی نے اصغر کی شادی کا شور مچا دیا۔

پھر ایک رات وہ مرادوں بھری آرزوؤں بھری، سنہری خواب کی سیج سے سجی رات آ ہی گئی۔اصغر نے دھڑکتے دل سے کمرہ بند کیا۔بیڈ پر بیٹھی صنوبیہ کا دل بہت زور سے دھڑکا۔تنہائی میں دلوں کی دھڑکن کو با آسانی سنا جا سکتا تھا۔اصغر نے پلٹ کر بیڈ کی طرف دیکھا اور دھیرے دھیرے بیڈ تک آ پہنچا.....بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔اس نے دھیرے سے صنوبیہ کو پکارا.....

''السلام علیکم.....''

صنوبیہ نے سر ہلا کر سلام کا جواب دیا.....اصغر نے کانپتے ہاتھوں سے لمبے سے آنچل کو اٹھا دیا.....

''سبحان اللہ.....''

اس کے لبوں سے ایک دم ہی صنوبیہ کے لیے تعریفی الفاظ نکلے.....

''تم واقعی بہت خوبصورت ہو صنوبیہ.....میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میری بیوی اتنی خوبصورت ہوگی.....پلیز آنکھیں کھولو.....''

صنوبیہ نے دھڑکتے دل سے لرزتی پلکوں کو وا کیا.....اس کی بھوری ہری آنکھیں

www.urduchannel.in

جب کھلیں اس کا حسن اور بھی دوبالا ہو گیا۔ بالوں کے گول گول لچھے ادھر ادھر لٹکے ہوئے تھے۔اور میک اپ سے تیار وہ شعلہ لگ رہی تھی۔ پھر اصغر اس کے حسن کی وادیوں میں کھوتا چلا گیا.....

دن پر لگا کر اڑنے لگے اصغر کو چھٹی لیے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ وہ صنوبیہ کے ساتھ بہت خوش تھا۔امی نے اس کی خوشی دیکھ کر ایک سکھ کا سانس لیا تھا۔ وہ بھی صنوبیہ جیسی لڑکی کو بہو کی شکل میں پا کر بہت خوش تھیں گھر کا ماحول ایک دم ہی کافی بدل گیا تھا۔ایک نئی رونق ہر وقت گھر میں رہتی۔

''سنو صبح مجھے آفس جانا ہے۔''

اصغر نے صوبیہ کی لمبی چوٹی کو اپنی کلائی پر لپیٹتے ہوئے اس سے کہا۔

''جی.....اچھا.....کون سے کپڑے نکال دوں۔''

''ارے تمہیں برا نہیں لگا.....''

''اس میں برا لگنے والی کون سی بات ہے آفس تو جانا ہی ہے۔''

''تم بہت اچھی ہو صنوبیہ۔''

''آپ بھی بہت اچھے ہیں اصغر.....''

''چلو اب جلدی سو جاؤ مجھے صبح جلدی اٹھنا ہے۔''

☆.....☆.....☆

جوں ہی اصغر نے آفس میں قدم رکھا .....آس پاس سے کئی آوازیں آنے لگیں.....

''لو آ گئے ہمارے دولہا.....''

''ارے حسن کے عاشق کہو.....''

''ہائے.....کتنی خوبصورت بیوی ملی ہے.....اصغر تیری بیوی ہے یا حسن کا شاہکار.....''

سبھی دوستوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔اصغر کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی

www.urduchannel.in

جو یک دم ہی غائب ہو گئی۔ اس نے پلٹ کر عدنان کو دیکھا.....جو اس کی بیوی کی اتنی تعریف کر رہا تھا۔ بقول اس کے

''اس کی بیوی حسن کا شاہکار ہے۔''

''عدنان.....تم سے کس نے کہا.....میری بیوی اتنی حسین ہے؟''

''ارے یار.....کہنا کیا ہر شخص کی زبان پر یہی بات ہے۔''

اصغر کے چہرے کی تمام رگیں ابھر کر پھول گئیں.....چہرہ سرخ ہو گیا.....اور ہاتھ پاؤں میں کھینچاؤ آنے لگا.....

''عدنان.....!''

اس نے عدنان کا گریبان پکڑا.....

''ارے اصغر کیا کر رہے ہو.....''

سبھی دوست ایک دم پریشان ہو گئے۔

''تم لوگ میری بیوی کو اتنے غور سے دیکھتے ہو.....شرم نہیں آتی تمہیں.....عدنان تو.....''

اصغر کی حالت غصہ سے بگڑی جا رہی تھی۔ چہرہ پوری طرح بگڑ چکا تھا۔اچانک ہی سب پریشان سے ہو گئے۔عدنان اسے اپنی صفائی دینے لگا۔مگر اصغر کا پارہ ہائی ہو چکا تھا.....

''حسین لڑکیوں کے ساتھ شادی کرنے کا نتیجہ ہی یہی ہوتا ہے۔''

اس نے بڑبڑاتے ہوئے عدنان کو دھکا دیا اور بیگ اٹھا کر آفس سے باہر نکل گیا.....

ڈور بیل کی آواز پر سبھی چونک گئے۔

''یہ اچانک اتنی صبح صبح کون ہو سکتا ہے؟ابھی تو گیارہ ہی بجے ہیں۔امی نے اظہر کی طرف دیکھا.....فائزہ جاؤ دروازہ کھولو۔''

''اچھا.....امی۔''

www.urduchannel.in

ایک پل کو تیل لگاتی صنوبیہ کے ہاتھ بھی رک گئے۔ کتنے چاؤ سے اظہر نے اس سے فرمائش کی تھی۔

''بھابھی اپنے ہاتھ سے میرے سر میں تیل لگا دیں.....''

''بھیا آپ.....آپ تو آفس گئے تھے۔''

غصہ سے لال چہرہ لیے اصغر کو دیکھ کر فائزہ پریشان سی ہوگئی۔ کپڑے طے کرتی امی کے ہاتھ بھی رک گئے۔ اور تیل لگاتی صنوبیہ کے بھی.....

''ارے آپ اس وقت.....!''

''کیوں اس وقت میرا آنا برا لگا.....''

اصغر نے اظہر کو گھورتے ہوئے صنوبیہ کو جواب دیا.....

نہیں نہیں.....بس میں تو.....''

یہ تم اظہر کے تیل کیوں لگا رہی ہو؟''

''جی.....جی.....''

کیا.....جی یہ کوئی ننھا بچہ ہے.....''

اصغر کیا ہوا ہے تجھے کیوں غصہ ہے.....؟''

امی نے اصغر کو ٹوکا.....مگر اصغر پیر پٹکتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا.....امی نے اشارہ کر کے صنوبیہ کو اپنے کمرے میں جانے کو کہا.....صنوبیہ کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا.....پندرہ دن ابھی شادی کو ہوئے تھے اور صرف پندرہ دن میں اصغر کا اتنا غصہ .....اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے کمرے میں قدم رکھا۔ اصغر اپنا سر ہاتھوں سے پکڑے اپنے بال کھینچ رہے تھا۔ اسے لگا واقعی اس کی طبیعت خراب ہے۔ کچھ حوصلہ کر کے آگے بڑھی۔

''لائیے میں آپ کا سر دبا دوں.....تیل لگا دوں.....''

اصغر نے آواز پر گھور کر دیکھا۔

''تم اظہر کے سر میں تیل لگاؤ.....میرا کیا ہے؟ مجھے تمہارے ہاتھوں کی ضرورت

www.urduchannel.in

نہیں ہے.....ہٹو یہاں سے.....اور یہ تم اتنا تیار کس لیے ہوئی ہو.....گھر میں کس کو دکھانا ہے.....میں تو صبح آفس چلا گیا تھا۔ پھر یہ تیاری کس لیے.....!''

''جی.....وہ.....تو.....میں.....تو.....''

''کیا وہ تو میں تو.....لگا رکھا ہے مجھے یہ سج دھج پسند نہیں ہے سمجھیں تم.....بس اب کوئی سج دھج نہیں.....بیٹھ گئیں.....سر میں تیل ڈالنے۔''

یہ حالات صنوبیہ کی سمجھ سے باہر تھے.....وہ تو کچھ اور ہی خواب سجائے بیٹھی تھی۔

اور پھر وقت ہی کتنا گزرا تھا۔ جو وہ اجڑا چمن بن جاتی ابھی تو مہمانوں کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہوا تھا۔ پھر بھی اس نے سوچا کل سے سادگی کو ہی اپنا شعار بنائے گی اس نے رگڑ کر اپنی آنکھیں صاف کیں اور بے دلی سے کمرے سے باہر چلی گئی.....مگر ایک بات کا اسے بہت افسوس ہو رہا تھا کہ اصغر اظہر کے سر میں تیل ڈالنے سے اتنا چڑ کیوں گئے.....آخر اظہر تو ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ اس کا چھوٹا دیور.....اس کے دل میں شک کا بیج پیدا ہوا.....مگر اس نے ذہنی دباؤ سمجھ کر اصغر کے رویہ کو بھولنا چاہا.....پھر کئی دن خاموشی سے سرک گئے۔ اصغر ابھی تک کھینچا کھینچا سا تھا۔ حالانکہ صنوبیہ نے اسے منانے کی کافی کوشش بھی کی تھی۔ مگر کہیں نہ کہیں وہ اب بھی نارمل نہیں ہوا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صنوبیہ کو احساس ہونے لگا تھا کہ اصغر ایک شکی مزاج شخص ہے اور ایسے لوگ زندگی میں بہت کچھ کھو بھی دیتے ہیں۔ مگر وہ اصغر سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس کی زندگی میں اصغر کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ میں وقت کے ساتھ ساتھ اصغر کا ذہن بدل دوں گی.....مگر ایسا نہ ہو سکا.....اب تو اکثر اصغر کے ماتھے پر صنوبیہ کو دیکھ کر بل آ جاتے تھے۔

''تم اظہر سے باتیں کیوں کر رہی تھیں۔ تم اس کے ساتھ ٹی وی کیوں دیکھ رہی تھیں.....تمہیں دودھ والے سے دودھ لینے کی کیا ضرورت تھی۔''

اس طرح کے ہزاروں سوالات وہ روز صنوبیہ سے کرتا اور غصہ بھی کرتا۔ ایک بار اس کے منہ سے نکلا تھا .....کہا تھا میں نے گھر میں ''مجھے خوبصورت بیوی نہیں چاہیے۔ جس کو پوری دنیا دیکھے.....اور سراہے۔ مجھے معمولی شکل وصورت والی لڑکی چاہیے''

www.urduchannel.in

صنوبیہ اصغر کے خیالات جان کر بہت دکھی ہوئی تھی اور اس نے اپنے کو کافی ریزرو کرلیا تھا.....صنوبیہ کی ساری کوششیں اکارت جارہی تھیں۔اصغر ہر وقت اسے شک کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔اسے لگتا تھا ہر وہ شخص جو صنوبیہ سے باتیں کرتا ہے وہ صرف اس کے حسن سے مرعوب ہوکر کرتا ہے۔اور ہر نگاہ صنوبیہ کے حسن کا طواف کرتی ہے۔اس شک کے ناگ نے خود اصغر کا جینا حرام کردیا تھا اور صنوبیہ بھی ایک آگ میں جل رہی تھی۔کبھی کبھی تو اسے لگتا تھا کہ اس کی شادی ہی کیوں ہوئی ہزاروں کنواری لڑکیاں جہاں بن بیاہی بیٹھی ہیں وہیں ایک وہ بھی رہ جاتی تو کیا ہوجاتا.....وہ ہزاروں روپہلے سپنے جو اصغر کے نام کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں جگنو بن کر چمکنے لگے تھے۔اب ایک ایک کرکے اپنی روشنی کھوتے جارہے تھے۔جگنو مرتے جارہے تھے۔خواہشوں کی رنگین تتلیاں اپنے رنگ اور پنکھ دونوں کھوتی جارہی تھیں امید کی کرن کا روزن بند ہوتا جارہا تھا اور مایوسی گھیرا ڈالے جارہی تھی اور مایوسی گھیرا ڈالے جارہی تھی۔

اصغر کی اذیتیں بڑھتی جارہی تھیں جس کا اندازہ اب اس کے گھر والوں کو بھی ہوتا جارہا تھا۔امی نے کئی بار سمجھایا بھی تھا کہ

''اصغر دلہن کو یوں ستانا ٹھیک نہیں ہے۔کوئی لڑکی اس دور میں کسی کے ظلم یوں برداشت نہیں کرتی ہے اور پھر تجھے یہ وہم کیوں ہے کہ وہ کسی اور کے ساتھ.....''

''امی میں نے آپ سے کہا تھا مجھے خوبصورت بیوی نہیں چاہیے پھر آپ نے.....میں کئی بار چاہتا ہوں اس کے ساتھ یہ سلوک نہ کروں پر نہ جانے مجھے کیا ہوجاتا ہے جب کوئی غیر اس کی تعریف کرتا ہے تو.....!''

شادی کے چند مہینے اسی اذیت میں گزر گئے۔تبھی اچانک ایک روز امی گزر گئیں۔صنوبیہ تو جیسے بالکل تنہا ہوگئی۔گھر میں بڑی ہونے کے ناطے ایک ان کا ہی سہارا تھا جب وہ بگڑتی بات کو سنبھال لیا کرتی تھیں صنوبیہ نے تو سسرال کا دکھ کبھی امی سے بھی نہیں کہا تھا کہ وہ سن کر اور دکھی ہوجاتیں اور پھر ان کے پاس اس کا کوئی علاج بھی نہیں تھا۔امی کے گزر جانے کے بعد اظہر جیسے بالکل ٹوٹ سا گیا تھا۔فائزہ الگ بکھری بکھری سی ہوگئی

www.urduchannel.in

تھی۔گھر جیسے یک دم ہی ویران ہوگیا تھا۔صنوبیہ کو سب کو سنبھالنا بہت مشکل ہوگیا تھا۔تین چار دن دوسرے عزیز رہ کر چلے گئے تھے۔اصغر نے بھی آفس جانا شروع کردیا تھا۔اظہر اور فائزہ ابھی اس دکھ سے نہیں ابھرے تھے اور صنوبیہ کو ہر وقت ان کی دلجوئی کرنا پڑتی تھی۔کبھی وہ اظہر کو نوالے بنا بنا کر کھلاتی تو کبھی فائزہ کو.....اسے تو کپڑے بھی بدلوانا پڑتے تھے۔اصغر ان دنوں خاموش تھے۔صنوبیہ نے سمجھا شاید انہیں احساس ہوچکا ہے۔مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی ایک دن اس پر بم پھٹا تب جب وہ اظہر کو نوالہ بنا بنا کر اس کے کمرے میں کھلا رہی تھی۔تبھی اصغر دروازہ کھول کر گھر میں داخل ہوگئے اور باتوں کی آواز کی سمت چل دیئے۔کمرے میں اظہر بیٹھا تھا اور صنوبیہ اس کو نوالے بنا بنا کر کھلا رہی تھی۔اصغر کا وہی پرانا شکی مزاج مرد پھر واپس لوٹ آیا اور اس نے قریب جا کر ایک جھٹکے سے صنوبیہ کی لمبی سی چوٹی کھینچ کر اٹھایا.....

''بے غیرت عورت.....یہ کیا ہورہا ہے۔''

''جی.....''

صنوبیہ ایک جھٹکے سے نیچے گری اور اس کی چوٹی اصغر کے ہاتھ میں ہونے کے سبب اس کے سر کے سارے بال کھینچ گئے۔اس بے عزتی سے اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے.....

''اصغر پلیز میرے بال چھوڑیئے تکلیف ہورہی ہے.....''

''بھائی جان.....''

''چپ.....!''

اصغر نے اظہر کو خونخوار نظروں سے گھورا اور ایک بار پھر چوٹی کھینچی.....

''چل کمرے میں.....یہ رنگ رلیاں منائی جاتی ہیں دیور کے ساتھ.....''

''اصغر.....''

صنوبیہ روتی ہوئی اپنے بال چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔مگر اصغر پر بھوت سوار تھا۔اور وہ گھسیٹتا ہوا اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔اظہر بھائی جان کہتا ہوا اس کے پیچھے لپکا

www.urduchannel.in

مگر کچھ نہ کرسکا.....

فائزہ نے اظہر کا منھ تکا اور دونوں اصغر کے کمرے کے باہر کھڑے ہو گئے۔آج تو اصغر نے حد کردی.....ایک زوردار تھپڑ اس نے صنوبیہ کے منھ پر یہ کہہ کر مارا تھا صنوبیہ

''اپنے ہی دیور سے عشق لڑاتی ہے.....تو نے کیا سوچا تھا مجھے خبر نہ ہوگی اور تو امی کی موت کا فائدہ اٹھا کر اپنی من مانی کرے گی۔غیر مردوں سے باتیں کرنا اور ان سے دل لگی کرنا تجھے بہت اچھا لگتا ہے.....''

''اصغر.....''صنوبیہ نے چیخ کر اصغر کو نفرت بھرے لہجے میں پکارا.....

''تم اتنے گھٹیا مرد نکلو گے۔مجھے اگر پتا ہوتا تو میں اپنی زندگی میں یوں آگ نہ لگاتی تم.....جاہل مرد.....کیا جانو عورت کو.....''

''تڑاخ.....''

دوسرا چانٹ پھر اس کے گال پر پڑا تھا۔اور پھر صنوبیہ کی گھٹی گھٹی آوازیں آنے لگیں۔

اصغر کا ہاتھ ایک بار کیا اٹھا پھر تو یہ روز کا معمول بن گیا۔اب اکثر وہ اپنی مردانگی صنوبیہ پر ہاتھ اٹھا کر ظاہر کرتا اور اظہر اور فائزہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کر پاتے.....اصغر کو پکا یقین تھا کہ اظہر اور صنوبیہ کسی ناجائز رشتہ سے جڑ چکے ہیں اور صنوبیہ اپنی ماں اور عزت کی خاطر اصغر کے ظلم برداشت کرتی جارہی تھی۔اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی تو نہیں تھا۔تعلیم ہونے کے باوجود بھی وہ جاہلوں والی زندگی جینے پر مجبور تھی۔جاتی تو کہاں؟ کس سے حال دل کہتی؟ امی خود اتنی کمزور ہوتی جارہی تھیں کہ ان کے نام کا سہارا وہ اپنا غم بتا کر چھیننا نہیں چاہتی تھی۔گھر سے نکلے ہوئے بھی اسے مہینے ہو جاتے اور اگر گھر میں کوئی مہمان جو مرد ہوتا آجاتا تو صنوبیہ کا دل کانپ جاتا.....اسے اصغر سے بے پناہ نفرت ہوتی جارہی تھی۔کاش وہ اتنی مجبور عورت نہ ہوتی.....کئی بار اس نے سروس کی بات بھی سوچی اور بہت نپے تلے الفاظ میں اصغر کے سامنے ذکر بھی کیا۔مگر اصغر کی انا کو یہ بھی گوارہ نہیں تھا۔اور پھر وہی شک کہ.....

''اب گھر سے باہر جا کر رنگ رلیاں منانے کے ارادے ہو گئے ہیں.....''

www.urduchannel.in

ایک ذلت بھری زندگی تھی جو صنوبیہ جی رہی تھی خدا سے رو رو کر اپنی بہتر زندگی کی دعائیں کیا کرتی.....اکثر سوچتی کہ گھر چھوڑ کر چلی جائے مگر معصوم محبت کرنے والی فائزہ اور اس گھر کی ضرورت اسے روک لیتی۔اور وہ خدا سے دعا کرتی کہ خدایا جلد سے جلد فائزہ اپنے گھر کی ہو جائے اور وہ.....بھی اپنے لیے کوئی راہ تلاش کر سکے.....یہ تو اس نے طے کرلیا تھا کہ اصغر کے ساتھ وہ پوری زندگی نہیں گزار سکے گی۔اللہ کا کرم یہ تھا کہ ابھی خدا نے اسے اولاد نہیں دی تھی۔

اظہر نے تو اب اس سے بالکل بولنا بھی چھوڑ دیا تھا۔کیونکہ اسے احساس ہو چلا تھا کہ یہ ظلم اسی کی وجہ سے اس پر ہو رہا ہے۔اب وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں رہ کر پڑھائی کرتا رہتا تھا۔انہیں دنوں فائزہ کے لیے صنوبیہ کی امی کے توسط سے ایک رشتہ آگیا۔صنوبیہ کی امی کے سامنے اصغر ادب واحترام سے پیش آتا تھا۔اسے پتہ تھا کہ صنوبیہ اکیلی ہی اس کا ظلم سہہ رہی ہے۔آج تک اپنی امی کو کچھ نہیں بتایا ہے۔لڑکے والے فائزہ کو دیکھنے آئے اور چلے گئے۔ان میں دو تین مرد حضرات بھی تھے اور سامنے صنوبیہ کو بھی گھر کے بڑے کی حیثیت سے آنا پڑا۔ وہ سب صنوبیہ کے حسن واخلاق اور سلیقہ شعاری سے بہت متاثر ہوئے تھے۔اور چلتے چلتے اصغر سے خاص طور پر صنوبیہ کی تعریف کر گئے تھے.....اصغر نے اس وقت تو بڑی خندہ پیشانی سے ان کی باتیں سنیں اور برداشت کیں مگر ان کے جانے کے بعد وہ چپ چپ سا ہو گیا تھا.....خلاف توقع.....صنوبیہ نے اس کی خاموشی محسوس کی اور کچھ حیران بھی ہوئی.....مگر اس نے سوچا انسان بہت خودغرض ہے۔اصغر نے سوچا ہوگا فائزہ کی شادی ہوگی اور اگر صنوبیہ نے کچھ بکھیڑا کھڑا کر دیا تو عین وقت پر مشکل ہوگی۔

''اصغر صاحب.....تم کتنے بھی ظلم کرلو.....میں اس معصوم فائزہ کو رخصت کرائے بغیر اس گھر سے جانے والی نہیں یہ میرا مرحوم ساس سے وعدہ تھا اور میں اپنا وعدہ ضرور نبھاؤں گی۔''

رات کو جلدی جلدی کچن سمیٹ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔آج اسے تھکن کچھ زیادہ ہی ہو رہی تھی،شاید ذہنی تکان تھی جو اس پر غالب آرہی تھی۔کمرے میں گئی تو دیکھا

www.urduchannel.in

اصغر پہلے ہی سو چکا ہے.....اس نے جلدی سے چینج کیا اور بیڈ پر لیٹ گئی.....تھکن کافی تھی اس لیے چند منٹ کے بعد ہی اسے گہری نیند آ گئی.....صبح اسے کچھ تکلیف کا سا احساس ہوا.....اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولنا چاہیں مگر اسے اپنے ہاتھ پر کچھ جلن سی محسوس ہوئی چند لمحوں میں اس کی جلن بے انتہا بڑھ گئی.....اس نے گھبرا کر ہاتھ کھینچنا چاہا مگر اس کا ہاتھ اصغر کے ہاتھ میں تھا.....اور وہ.....ظالم.....

''اصغر.....''صنوبیہ نے ایک چیخ ماری

''اصغر یہ کیا کر رہے ہو.....ہائے.....چھوڑو.....مجھے اصغر.....''

مگر اصغر کے چہرے پر اس وقت شیطان نظر آ رہا تھا۔اس نے ایک ہاتھ سے اس کا منہ دبایا اور دوسرے ہاتھ سے جلتا ہوا سگریٹ اس کے گال پر رکھ دیا.....وہی سگریٹ ابھی اس کا ہاتھ جلا چکا تھا.....اس کا ہاتھ تین جگہ سے داغ دار ہو چکا تھا۔ بے انتہا تکلیف سے اس نے ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیے۔مگر اصغر اس کے چہرے پر جگہ جگہ سگریٹ لگاتا جا رہا تھا۔اس کا منہ پوری طرح اس کے ہاتھ سے بند تھا۔صنوبیہ بالکل بے بس سی تھی۔تکلیف سے اس کی آنکھیں باہر آ رہی تھیں اور اس کے پیر برابر چل رہے تھے۔یکا یک اس نے اپنی پوری طاقت سے اپنا گھٹنا اصغر کی کمر پر مارا جس کے لیے اصغر شاید تیار نہیں تھا۔ ایک درد کی لہر اس کی کمر میں اٹھی اور وہ تڑپ کر پیچھے ہو گیا.....اور صنوبیہ موقع پا کر چیختی ہوئی باہر بھاگی.....صبح صبح اس چیخ پکار نے فائزہ اور اظہر کو دہلا کر رکھ دیا.....صنوبیہ کی چیخوں نے پورا گھر ہلا ڈالا۔

''فائزہ.....اظہر.....مجھے بچاؤ.....اس شیطان سے.....فائزہ''

خوف پورا کا پورا صنوبیہ پر حاوی تھا۔فائزہ کی سمجھ میں کچھ آ ہی نہیں آ رہا تھا۔صنوبیہ فائزہ کو پکارتی ہوئی اظہر کی بانہوں میں جھول گئی.....

''بھابھی.....''

اظہر نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا.....جو جگہ جگہ سے جلا ہوا تھا۔اس کے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا.....پل بھر میں سارا ماجرہ سمجھ گیا اور اس نے نفرت سے دور کھڑے

www.urduchannel.in

بھائی کی طرف دیکھا.....فائزہ.....بھی بھابھی سے لپٹ کر رونے لگی.....

ظالم اصغر نے یہ اذیت اسے صرف اس لیے دی تھی کہ کل فائزہ کی سسرال والے اس کی بیوی کی تعریف کر گئے تھے۔اصغر نے سوچا ابھی تو شادی ہو گی نہ جانے کتنے لوگ صنوبیہ کو تیار ہوئے دیکھیں گے اور سراہیں گے ہر کوئی اس کے حسن کی تعریف کرے گا.....تو کیوں نہ میں اس حسین چہرے کو ہی مٹا ڈالوں یہی سوچ تھی جو کل شام اس نے صنوبیہ کے ساتھ خاموشی سے گزاری تھی۔اور اس خاموشی کا اثر یہ سامنے نظر آیا تھا.....صنوبیہ کو اس حرکت کے بعد اصغر کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں تھا مگر گھر کے حالات کچھ اس موڑ پر تھے کہ فائزہ کی شادی طے ہو چکی تھی اور ایک ماہ بعد فائزہ کو رخصت ہونا تھا اور وہ اس نازک وقت میں اس پیاری سی لڑکی کو اس ظالم شخص کے ہاتھوں میں چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔مگر اصغر کے اس عمل کے بعد اس نے اپنے کمرے کی طرف جانا چھوڑ دیا تھا۔اس نے سوچ لیا تھا کہ آج کے بعد وہ رہے گی تو اسی گھر میں.....مگر اصغر سے لاتعلق بن کر.....اس کا چہرہ جا بجا پکنے لگا تھا اور جلے ہوئے نشان چھالے بن گئے تھے اور چہرے کی تمام خوبصورتی مسخ ہو چکی تھی۔ سب نے آتے جاتے پوچھا یہ کیا ہوا؟ تب اس نے کہا کڑھائی کے تیل میں گیلا چمچہ پڑ گیا تھا تیل کی چھینٹوں نے یہ گل کھلایا ہے۔کئی تجربہ کار آنکھوں نے کہا بھی تھا کہ.....

''ایسے ایک سے نشان تیل کے تو نہیں لگتے.....''

مگر انہیں اصغر سے بھی امید نہیں تھی اس لیے بات آگے نہ بڑھ سکی۔ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ اس دن کے بعد سے صنوبیہ نے اصغر سے تعلق بالکل ختم کر لیا تھا۔وہ دن میں جا کر اپنا ضروری سامان لے آتی اور روز فائزہ کے کمرے میں سوتی بلکہ سونے سے پہلے اچھی طرح کمرہ لاک کر لیا کرتی اور اصغر کے چلے جانے کے بعد ہی باہر نکلا کرتی۔اظہر نے بھی بھائی سے بولنا چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ بھی فائزہ کے رخصت ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔گھر بربادی کی کگار پر تھا۔اگر صنوبیہ چلی جاتی تو گھر میں دیا جلانے والا بھی کوئی نہ تھا۔مگر اصغر کو اپنی اس حرکت کا کوئی افسوس نہیں تھا۔ بلکہ سکون تھا کہ اب کوئی حسن پرست نگاہ اس کی بیوی کی طرف نہیں دیکھے گی اب چاہے وہ کتنی ہی سج دھج جائے،اس پر کوئی رنگ روپ نہیں چڑھے گا۔اس

www.urduchannel.in

حادثہ نے صنوبیہ کی امید کی آخری کرن کو بھی ختم کر دیا تھا۔ کبھی کبھی وہ سوچا کرتی تھی کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ جو اس سے الگ ہونے کا سوچتی ہے وہ اس کا غلط فیصلہ ہو اور اس کی محنت اسے سدھار دے۔ مگر اس سفاکانہ حرکت نے اس کے دل کی موہوم سی امید کا دم توڑ دیا تھا بلکہ فائزہ نے بھی دبے لفظوں میں کہا تھا.....

''بھابھی.....میری ذمہ داری کی وجہ سے آپ کو بھیا کا یہ ظلم برداشت کرنا پڑا..... آپ میرے جانے کے بعد اپنے بارے میں ضرور سوچیئے گا.....کیونکہ زندگی سب کو ایک ہی بار ملتی ہے اور اس نعمت کو یوں اپنے ہاتھوں سسک سسک کر مرنے نہیں دینا چاہیئے۔ ہر شخص کو حق ہے کہ اپنی زندگی کو احسن طریقے سے جیئے۔ اور بھابھی یہاں آپ کے لیے اب کچھ بھی نہیں بچا ہے.....پلیز بھابھی جیون جینے کا نام ہے اس بات کو یاد رکھیئے گا۔''

اور پھر دونوں مل کر کس قدر روئی تھیں۔

چند دن بعد فائزہ بھی رخصت ہوگئی۔ اور اظہر نے بھی ہوسٹل میں اپنا انتظام کر لیا۔ اس نے سوچا تھا شاید گھر سے جانے سے بھیا کی زندگی سدھر جائے گی اور شک کا ناگ مر جائے گا۔ مگر یہ ناگ شاید کبھی نہیں مرتا ہے۔

صنوبیہ نے بھی چپکے چپکے کئی جگہ سروس کے لیے اپلائی کیا ہوا تھا اور اس نے ایڈرس اپنی ایک دوست کے گھر کا لکھوایا تھا۔ اور کچھ دنوں کے انتظار کے بعد اس کے لیے انٹرویو کالس آئی تھیں۔ اس نے بہت سوچ کر گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ایک دن چپکے سے اصغر کے جانے کے بعد وہ بھی گھر چھوڑ کر فی الحال اپنی دوست کے گھر چلی گئی.....اسے اب اصغر سے طلاق بھی نہیں چاہیے تھی کیونکہ اس کا مسخ شدہ چہرہ اب اس کے لیے ساری راہیں بند کر چکا تھا۔ اب اس میں جینے کی کوئی امنگ باقی نہیں تھی۔ وہ تو صرف اس لیے زندہ تھی کیونکہ خودکشی حرام تھی ورنہ تو وہ کب کی مر گئی ہوتی اور ویسے بھی وہ اب کونسی زندوں میں شامل تھی.....صرف طبعی موت مرنا ہی مرنا نہیں ہوتا.....پھر اس پر اللہ کا کرم ہوا اور اس کی تعلیمی لیاقت اور اس کی صلاحیتوں کے سبب اسے ایک انٹر کالج میں لکچرر شپ مل گئی.....جلد ہی اس نے اپنے رہنے کا انتظام بھی ایک گرلز ہوسٹل میں کر لیا۔ اب اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔

www.urduchannel.in

اور اصغر کا خوف بھی پوری طرح اس کے دل سے نکل گیا تھا۔ زندگی اپنے سارے رنگ اس پر سے اتار چکی تھی۔ صرف سفید ساڑی تھی جو اس کے تن سے لپٹ گئی تھی۔ اور ایک کریم رنگ کی چادر تھی جو اس کے وجود کو چھپائے رکھتی تھی۔ کیا سجنا، سنورنا، کیسی رونق اس نے سب کچھ تج دیا تھا۔ اب اس کا کام صبح کو کالج جانا اور دوپہر کو آنا رہ گیا تھا۔ ہاں انہیں دنوں اس پر ایک پہاڑ اور ٹوٹا تھا کہ اس کی ماں بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئیں تھیں۔ اظہر اور فائزہ سے بھی اس کا کوئی ناطہ نہیں رہا تھا اور اصغر وہ تو اس کی دنیا پہلے ہی اجاڑ چکا تھا اور اب اس نے ایک مہربانی اس پر یہ کی تھی کہ اسے تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ زندگی میں کچھ ٹھہراؤ سا آ گیا تھا۔ چار پانچ مہینے یوں ہی سکون سے گزر گئے۔ ہاں پچھلے تین ماہ سے اس نے محسوس کیا کہ اس کے پیچھے والی سیٹ پر روز ایک شخص اس کے ساتھ ہمسفر ہوا کرتا تھا اور وہ بھی شاید کسی کالج میں ٹیچر تھا۔ وہ روز اسے سلام ضرور کیا کرتا تھا اور خاموشی سے تکا کرتا تھا۔ اس کے چہرے پر اس کی شرافت اور لیاقت نظر آتی تھی۔ شروع شروع میں تو صنوبیہ کو کچھ گھبراہٹ سی ہوئی مگر اس کی مکمل خاموشی نے اس کا یہ ڈر بھی نکال دیا اور پھر دل نے سکون کا سانس لیا.....مگر اب پچھلے کچھ دنوں سے اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ مراسم بڑھانے کی چاہت اس کی آنکھوں میں نظر آئی تھی۔ جس سے صنوبیہ کے دل و دماغ پر ایک خوف کی لہر پھر سے چھا گئی تھی۔ اس نے اس کی آنکھوں کا پیغام پڑھا تھا۔ پھر اچانک پتہ نہیں کیا ہوا وہ سیٹ خالی ہوگئی۔ تین دن لگاتار سیٹ خالی دیکھ کر صنوبیہ کو کچھ فکر سی ہوئی کچھ بھی ہو وہ پچھلے چار پانچ ماہ سے اس شخص کے ساتھ روز صبح ایک گھنٹہ جانے اور شام ایک گھنٹہ آنے کا گزارتی تھی۔ اسے شاید عادت سی ہوگئی تھی اسے دیکھنے کی مگر اب پچھلے پانچ دن سے وہ سیٹ خالی تھی۔ صنوبیہ کو کچھ پریشانی سی محسوس ہوئی مگر وہ پوچھتی تو کس سے.....اس کی تو آج تک اس سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تھی۔ پانچ کے سات اور سات کے دس دن گزر گئے مگر وہ سیٹ خالی ہی رہی اور صنوبیہ یہ سوچ کر بس پر چڑھا کرتی شاید آج وہ بندہ نظر آ جائے تو وہ اس کی خیریت معلوم کرے.....مگر روز اسے مایوس ہی ہونا پڑتا۔ گیارہویں دن اچانک اس کی نظر اس شخص پر پڑی وہ بس میں چڑھ چکا تھا اور اپنی سیٹ کی طرف آ رہا تھا۔ صنوبیہ نے بے چین

www.urduchannel.in

نظروں سے اسے دیکھا اور جلدی سے کھڑی ہوگئی.....

''کہاں تھے آپ پچھلے دس دن سے.....آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے.....؟''

''جی.....جی.....الحمدللہ اب ٹھیک ہوں۔''

آواز کی کمزوری صنوبیہ کو صاف محسوس ہوئی.....

''دراصل میری طبیعت خراب ہوگئی تھی کچھ دانے نکل آئے تھے.....اور بخار بہت تیز تھا اس لیے.....''

صنوبیہ نے اس کا جواب سن کر اس شخص کے چہرے کی طرف دیکھا چہرے پر اب بھی دانے تھے.....

''ارے یہ تو چکن پاکس ہے.....''

''جی ہاں.....اسی ظالم نے دس دن پکڑے رکھا.....''

''آپ کیسی ہیں.....؟''

صنوبیہ نے پوچھے گئے سوال کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی اور اپنی بات جاری رکھی.....

''ان دانوں میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔آپ کمزور بھی کافی لگ رہے ہیں۔''

صنوبیہ کی بے چینی بڑھ گئی یکا یک اسے اپنی کیفیت کا اندازہ ہوگیا اور وہ سوری بول کر بیٹھ گئی.....چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی سے گزر گئے.....چند لمحوں کے بعد اس شخص نے اپنا تعارف کرایا.....

''میرا نام احسن ملک ہے اور آپ کا.....!''

''میرا نام.....میرا نام صنوبیہ خان ہے اور میں گرلز کالج میں پڑھاتی ہوں۔''

''اچھا اچھا.....میں بھی آپ کے کالج سے آگے ایک کالج ہے وہیں جاتا ہوں۔''

''اچھا.....''

پھر دونوں کے درمیان مختصر سی بات چیت کے بعد سلسلہ منقطع ہوگیا۔دونوں کے

www.urduchannel.in

روز ساتھ ساتھ سفر نے دونوں میں تھوڑی بے تکلفی پیدا کردی تھی یا شاید یہ احسن کی بیماری کی دین تھی۔رفتہ رفتہ دونوں کو ایک دوسرے کے بارے میں علم ہوتا گیا.....احسن کے گھر میں اس کی بیوی تھی جو اس کی محبت تھی۔جسے وہ بے پناہ چاہتا تھا۔مگر وہ پچھلے دو سالوں سے بیمار تھی بلکہ محتاج تھی ایک حادثہ میں اس کے دونوں پیر کٹ گئے تھے اور اب وہ اپنا آدھا دھڑ لیے صرف بستر پر رہتی تھی اور آیا ہر وقت اس کی دیکھ بھال کے لیے رکھ لی گئیں تھی۔احسن کو صنوبیہ کی داستان پتا چلی تو وہ بہت رنجیدہ ہوا.....اور اس نے صنوبیہ کو کافی حوصلہ بھی دیا۔

وقت نے دونوں کے درمیان دوریاں مٹادی تھیں اور وہ اب اچھے دوست تھے۔ احسن اکثر صنوبیہ سے کہتا تھا۔

''صنوبیہ تم طلاق لے لو.....اور آزاد ہوجاؤ۔''

''احسن میں طلاق لے کر کیا کروں گی.....مجھے زندگی سے اب کچھ نہیں چاہیے جو کمی تھی وہ تمہاری دوستی نے ختم کردی.....''

''مگر صنوبیہ.....اس طرح اصغر تمہیں کبھی بھی پریشان کرسکتا ہے۔اتنا ظالم شخص جو اپنے اتنے خوبصورت چہرے کو داغ دار کرسکتا ہے تو پھر کبھی بھی وہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر لے جا سکتا ہے۔ابھی تم اس کے نکاح میں ہو.....''

''ہاں احسن .....یہ تو ہے.....مگر اب مجھ میں اتنی ہمت آگئی ہے کہ اب وہ میرے ساتھ زبردستی نہیں کرسکتا۔''

''پھر بھی صنوبیہ.....زندگی اگر بہت چھوٹی ہے تو طویل بھی ہے.....تم اپنی زندگی اس طرح کیسے گزاروگی.....زندگی میں کہیں تو گنجائش رکھو کہ خوشیاں اگر آنا چاہیں تو انہیں راستہ دے سکو.....اور اس کے لیے تمہارا آزاد ہونا بہت ضروری ہے.....اگر.....اگر وہ تمہیں طلاق نہیں دے گا تو.....تم.....''

''احسن.....مجھے اب کچھ نہیں چاہیے.....ہم اکیلے دنیا میں آتے ہیں اکیلے ہی جیتے ہیں اور اکیلے ہی مرجاتے ہیں.....انسان کا اگر کوئی ساتھی ہوتا ہے تو وہ خود اپنا ساتھی ہوسکتا ہے۔دنیا میں کوئی شئے اس کی نہیں ہے سوائے اس کی خود کی ذات کے.....''

www.urduchannel.in

''مگر صنوبیہ.....!''

پلیز احسن .....پلیز احسن اتنے اچھے پلوں کو اس شخص کی یاد میں خراب مت کرو.....''

''چلو آج مجھے اپنی بیگم سے ملوانے والے تھے.....''

''ہاں.....ہاں.....چلو.....''

''ثانیہ.....ثانیہ.....''

گھر میں داخل ہوتے ہی احسن نے ثانیہ کو آواز دی.....جو کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔

''اچھا.....اچھا''

احسن نے صنوبیہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ثانیہ کو بات کرتے دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی.....اور صنوبیہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا.....

صنوبیہ نے ثانیہ کے قریب پڑی کرسی پر اپنا بیگ رکھا اور وہیں بیٹھ گئی.....وہ اس وقت ثانیہ کو دیکھ رہی تھی.....کتنی پیاری سی تھی وہ اور اس وقت نہائی ہوئی اور بھی پیاری لگ رہی تھی۔اس کے شائن کرتے بلیک اینڈ گولڈن بال بغیر کنگھا کئے اس کے چہرے کے آس پاس بکھرے پڑے تھے۔اس کی شفاف گردن پر ابھی بھی پانی کے قطرے موتیوں کی طرح جا بجا نظر آ رہے تھے اور کسی لٹ سے پانی بھی ٹپک رہا تھا۔چھوٹے چھوٹے نئے اگنے والے بال اس کے ماتھے اور کانوں کے آس پاس نہایت خوبصورتی سے بکھرے ہوئے تھے۔اس کی آنکھوں مین کاجل چمک رہا تھا اور مسکراہٹ تو اس کے حسن میں اضافہ کر رہی تھی۔ ننھے منے گولڈن رنگ اس کے کانوں میں تھے اور ایک باریک سی گولڈن چین جو اس کی گردن میں تھی۔اس وقت فون سے بات کرتے ہوئے اس کی انگلیاں اسے کھیل رہی تھیں۔لمبی لمبی مخروطی انگلیاں گورے گورے ہاتھ، نازک سے جسم اور بھرپور جوانی والی یہ لڑکی .....کتنی زیادتی ہوئی ہے اس کے ساتھ۔اس کے دکھ کے آگے اسے اپنا دکھ بہت چھوٹا لگا اور اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔

www.urduchannel.in

ثانیہ فون بند کر چکی تھی۔اب وہ صنوبیہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''ثانیہ.....''

''یہ صنوبیہ ہے۔''

احسن نے بات شروع کی تھی جسے پورا خود ثانیہ نے کر دیا۔

''احسن مجھے معلوم ہے تمہارے ساتھ اور کون آ سکتا ہے؟''

ہیلو.....صنوبیہ''

''السلام علیکم''

''جی.....''

دونوں کے درمیان تعارفی سلسلہ چلا اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ثانیہ صنوبیہ سے کافی فری ہو گئی۔

''تم بہت اچھی ہو صنوبیہ.....''

ثانیہ نے کھلے دل سے اس کی تعریف کی.....کچھ ہی دنوں میں وہ تینوں بہت قریب آ گئے تھے۔احسن نے اگرچہ اس کی آرٹیفیشل ٹانگیں بنوا رکھی تھیں مگر وہ صرف جسم کو مکمل دکھانے کا کام ہی کیا کرتی تھیں۔ثانیہ ہر وقت وھیل چیر پر ہوتی تھی۔مگر اس پر بیٹھ کر بھی وہ سارا گھر سنبھال لیا کرتی تھی۔اسے بہت سارے شوق تھے اور سب سے زیادہ اچھی بات اس میں یہ تھی کہ اس کا دل بہت کومل تھا، بہت خوبصورت تھا وہ احسن کو بے پناہ پیار کرتی تھی اور اس کی ایک خوشی کے لیے کچھ بھی قربان کرنے کو تیار رہتی تھی۔صنوبیہ کو یہ پیاری سی وقت کی ماری ثانیہ احسن بہت اچھی لگی تھی۔ وہ بہت سچی اور کھری لڑکی تھی۔تعلیم تھی، ذہن میں وسعت تھی اس لیے وہ ہر حقیقت کو ہر سچائی کو بآسانی قبول کر لیا کرتی تھی۔اب تو ہر ویک اینڈ پر صنوبیہ احسن کے گھر چلی جاتی اور پھر دونوں مل کر اچھی اچھی ڈشز بناتیں اور تینوں خوب انجوائے کرتے۔ثانیہ نے کبھی بھی احسن کی دوستی پر شک نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو خود احسن سے اکثر اس کا ذکر کرتی فون کالز، sms وغیرہ کا تذکرہ اکثر ان دونوں کے درمیان رہتا۔تینوں کی زندگی میں کچھ نیا نیا سا ہو گیا تھا اور تینوں ہی بہت خوش تھے۔

www.urduchannel.in

ثانیہ اکثر صنوبیہ سے کہا کرتی تھی۔

''صنوبیہ تم اصغر سے طلاق لے لو۔''

''مگر ثانیہ اب اس کا کوئی فائدہ نہیں.....''

''صنوبیہ اگر کبھی زندگی نے تمہیں فائدہ کی راہ دکھائی اور تمہارے پاؤں میں بیڑیاں ہوئیں تو تم چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتیں.....ویسے بھی تم دل سے اس کا تعلق توڑ چکی ہو تمہیں اتنے مہینوں سے پتہ بھی نہیں کہ اصغر اب کیا کر رہا ہے؟ کس حال میں ہے؟ پھر تم...''

''ثانیہ مجھے اب زندگی سے کچھ نہیں چاہیے.....''

.اصغر کے ذکر سے اس کے ہاتھ اپنے چہرے پر کچھ ٹٹولنے لگتے اور دکھ کے کالے بادل سے اس کا شہابی رنگ کالا پڑ جاتا.....ثانیہ کی اور احسن کی لاکھ کوشش بھی ابھی تک صنوبیہ کو اصغر سے طلاق لینے پر آمادہ نہ کر سکی۔

اکثر وہ اور احسن اب ایک ساتھ بائیک پر بھی آتے جاتے تھے۔پچھلے مہینے احسن نے بائیک خریدی تھی۔زندگی میں ڈھیر ساری طمانیت اتر آئی تھی۔اتنا ڈھیر سارا سکون ہی صنوبیہ کے لیے کافی تھا۔آج احسن کی برتھ ڈے تھی جس کے لیے وہ دونوں کچھ شاپنگ کرنے چلے گئے تھے.....آج اچانک اتنے مہینوں بعد اسے کافی سینٹر میں اصغر نظر آیا تھا۔وہ سامنے کی ٹیبل پر بیٹھا کافی پی رہا تھا۔صنوبیہ کی تو اسے دیکھ کر جان ہی نکل گئی.....اور اس نے فوراً احسن کو بھی اصغر کو دکھایا.....صنوبیہ کا پیلا رنگ اب اس بات کی اجازت نہیں دے رہا تھا کہ وہ اور کچھ کرتی۔احسن نے اسے ایک ٹیبل کے قریب کرسی پر بٹھایا اور اس کو ٹھنڈا پانی پلا کر حوصلہ دیا۔

''صنوبیہ یہی ڈر ہے جو تمہیں رشتوں میں باندھے رکھتا ہے۔اس لیے میں تم سے کہتا ہوں.....کہ تم اصغر سے طلاق لے لو،طلاق کا مطلب یہ نہیں کہ تم فوراً دوسری شادی کر لو گی بلکہ یہ تمہارا شرعی حق ہے جو تمہیں حاصل کرنا چاہیے.....دیکھو صنوبیہ زندگی ہمیں کب اور کہاں کیا دے جائے اور کب کہاں کیا لے جائے ہم کچھ نہیں جانتے۔مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ اپنے لیے راہ تو کھولو۔تم خود کو ہلکا محسوس کرو گی۔اگر تم اصغر سے علیحدگی لو گی تو یہ میرا

www.urduchannel.in

مخلصانہ مشورہ ہے تمہارے لیے.....''

صنوبیہ نے احسن کی بات سن کر کچھ کہا نہیں مگر اس کے دل میں اس کی بات گھر کر گئی تھی۔یہ واقعی اس کا شرعی حق ہے جب خدا نے یہ راہ نکالی ہے تو وہ کیوں نہ اپنے حق کا استعمال کرے۔آخر عورت ہی کیوں ہمیشہ ڈرتی رہے کیا صرف عورت کی عزت، پاسداری، وفاداری ہی سبق سیکھنے کے لیے ہے۔مرد کا ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں کیا؟ مرد کو اپنی برباد زندگی کا کوئی فرق نہیں پڑتا.....؟ اگر اصغر اس کی موجودگی میں بھی دوسری شادی کر سکتا ہے تو وہ.....وہ کیوں نہ طلاق لے کر اپنی زندگی کو سنوارے.....اگر شادی بھی کر لی تو زندگی تو اپنی رہے گی۔آزادی اور سکون کی سانس تو اس کی اپنی ہوں گی،کوئی راتوں کو تو اسے نہ ڈرائے گا،کبھی تو اس کے دل کا آنگن بھی سجے گا،آخر وہ بھی تو اس جیون جینے کے لیے دنیا میں آئی ہے۔کیا اسے دوسری زندگی اس کی مرضی کے مطابق ملے گی؟ کیا اس کی آنکھوں کے سپنے کبھی پورے ہوں گے؟ وہ بھی انسان ہے.....اشرف المخلوق ہے وہ بھی تو قیمتی ہے۔دنیا اس کے لیے بھی تو مزین کی گئی ہے اسے بھی تو خدا نے حق دیا ہے پوری طرح جینے کا سکون سے رہنے کا.....اس کا بھی دل چاہتا ہے اس کا اپنا گھر ہو کوئی دن و رات اس کے لیے جئے،کسی کا دل اسے احساس دلائے کہ وہ کسی کے لیے بہت اہم ہے۔اس کا اپنا ایک آنگن ہو،بہاریں ہوں،اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہوں کوئی کبھی اس کو بھی سراہے،کبھی کوئی اس کے بالوں میں گجرا سجائے،کسی کے نام کا کاجل کبھی اس کی آنکھوں میں بھی سجے،کسی کے نام کی مہندی کبھی اس کی ہتھیلیوں پر بھی سجے،کوئی اس کا بھی منتظر ہو،کوئی ہو جو اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی اہمیت دے کر کبھی کسی کے لیے وہ بھی تیار ہو اور انتظار کرے کہ کوئی آئے اس کے گھر اس کے لیے جس کو وہ ایک نظر مسکرا کر دیکھے اور کسی کی دن بھر کی تھکن دور ہو جائے،کبھی کوئی اس سے کہے صنوبیہ یہ رنگ تم پر اچھا لگتا ہے یہ نہیں.....تم اس طرح تیار اچھی لگتی ہو،تمہاری آنکھیں کاجل لگی بہت پیاری لگتی ہیں اور تمہاری ناک میں چمکتا ہوا یہ نگ بہت پیارا لگتا ہے.....صنوبیہ.....!''

خواہشات کبھی کبھی اس قدر اپنا سر ابھارتی تھیں کہ انہیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا

www.urduchannel.in

تھا۔ دل بے اختیار چاہنے لگتا تھا کہ کوئی اس کو اپنا لے.....اسی کے ساتھ اصغر کا ظلم یاد آتا تو کبھی کمر پر اس کی بیلٹ کا پٹہ چوٹ دے جاتا تو کبھی اس کی بانہہ دکھنے لگتی کبھی اس کے بالوں میں تکلیف کا احساس ہوتا تو کبھی اس کا ہاتھ منہ سگریٹ کی جلن محسوس کر کے جلنے لگتا.....کتنا ظلم کیا اصغر تم نے مجھ پر خدا اس کا حساب ضرور لے گا۔

پھر احسن اور ثانیہ کے بار بار سمجھانے پر اس نے خلع کے کاغذات عدالت میں جمع کر دئے .....اور کافی بھاگ دوڑ اور احسن کی لگن سے اسے طلاق مل گئی اور واقعی جس دن اسے یہ آزادی کا پروانہ ملا اس دن واقعی اس نے بہت سکون محسوس کیا تھا۔ وہ اس دن ثانیہ کے گلے لگ کر بہت روئی تھی۔ پتہ نہیں یہ برباد ہونے کے آنسو تھے یا آئندہ زندگی میں آس کے دیئے جلے تھے۔ وہ خود نہ سمجھ سکی.....بس اس نے ایک دعا ضرور کی تھی کہ خدا اس کے لیے بہتری کی راہ کھولے.....

☆.....☆.....☆

ثانیہ کو اپنی مجبوری کا شدت سے احساس تھا۔ اور وہ پچھلے کئی ماہ سے احسن کے لیے اچھی زندگی دینے کا سوچ رہی تھی مگر ابھی تک اس کی نظر کسی ایسی ہستی پر نہیں پڑی تھی.....جو اس کی سب سے قیمتی چیز، اس کے پیار، اس کی زندگی احسن کو اس طرح سنبھال سکے جیسا وہ چاہتی تھی۔ وہ اسے آباد کرنا چاہتی تھی کسی اچھے ہاتھوں میں سونپ کر، اگرچہ اسے معلوم تھا احسن ملک اس کے لیے اتنی جلدی تیار نہیں ہوگا مگر اسے ایک قول یاد رہتا تھا کہ.....

''جو ہمیں پیارا ہوتا ہے جس سے ہمیں پیار ہوتا ہے اس کی ہر چیز ہر خوشی پیاری ہوتی ہے۔''

اور پھر محبت جیسا عظیم لفظ جس میں پانے کی تمنا سے زیادہ دینے کی خواہش ہوتی ہے۔ وہ جذبہ بھی اکثر اسے احساس دلاتا تھا کہ ثانیہ احسن ملک کو پیار دو، اس کا حق دو، اس کی زندگی، زندگی کی بہاریں دو وہ بہار جو تم اسے چاہ کر بھی نہیں دے پاؤ گی۔ احسن اس کا پیار، اس کی زندگی، اس کی سانس تھا۔ وہ دکھی رہے زندگی اس کے لیے پھیکی رہے وہ ایسا

www.urduchannel.in

کیسے کر سکتی تھی! یہ وقت کا ستم تھا جو وہ چاہ کر بھی اسے زندگی کی خوشیاں نہیں دے پائی اور وقت نے اس پر ظلم تو ڑ دیا مگر اس کا فرض، اس کی چاہت کا یہی تقاضہ تھا کہ وہ ایک اپاہج کے ساتھ زندگی کی بہاروں کو پھیکا ہوتے دیکھتا رہے اور اس کا عشق خود غرض ہو جائے مگر صنوبیہ کو دیکھ اسے پرکھ کر اس کے دل میں اطمینان اتر آیا تھا وہ واقعی وہ ہاتھ تھے جن میں وہ بے فکری سے احسن ملک کا دل دے سکتی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اس پیاری سی لڑکی کے لیے کچھ کرے.....جب جب وہ اس کے جلے ہوئے چہرے کی طرف دیکھتی تھی تو اس کا دل تڑپ اٹھتا تھا۔ کیا اس کا قصور صرف یہ ہے کہ یہ عورت ہے! اور مرد کا ظلم سہنا اور پھر بے آس زندگی گزارنا ہی اس کا مقدر ہے۔ کیا اسے دوبارہ زندگی کے تمام رنگ اوڑھ لینے کا حق نہیں ہے۔ مرد کو صرف اپنے حقوق یاد رہتے ہیں کہ اسے شریعت نے چار چار شادیاں کرنے کا حق دیا ہے۔ کبھی کسی مرد نے یہ سوچا ہے کہ اگر عورت اس کے ساتھ خوش نہیں ہے تو وہ اپنا حق استعمال کر کے اپنی زندگی کو بہتر بنا سکے اور عورت اس نے تو اپنے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں۔ پیدا ہوئی تو ماں باپ کی سوچ کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ بڑی ہوئی تو بھائی کی نظر دیکھ کر چلنا سیکھ لیا اور پھر شوہر کی خوشی کو اپنی زندگی سمجھ کر مر مٹی اس کی اپنی زندگی تو کبھی درمیان میں آئی ہی نہیں کیا اس ذی روح کو کبھی خواہش نہ ہوتی ہوگی کہ اس کی بھی زندگی ہو، اس کی بھی سوچیں ہوں اس کی بھی شخصیت ہو کوئی اسے بھی سمجھے، اسے بھی خوشیاں دیں، اس شریک حیات کا مطلب بھی سمجھے کوئی جسے ففٹی پرسنٹ زندگی کی شرکت کہاں رہ جاتی ہے۔ کہاں اس کی سوچ کو اپنی سوچ سمجھا جاتا ہے اور اسے اولیت دی جاتی ہے اے کاش عورت ہی اپنے مقام کو سمجھ لے.....اور اپنی سوجھ بوجھ سے اپنی ذات کو منوا لے۔''

ہاں صنوبیہ احسن کے لیے بالکل موزوں ہے۔ بلکہ بہت مناسب رہے گی اس سے اچھا جیون ساتھی تو احسن کو مل ہی نہیں سکتا۔ ثانیہ نے اپنی سوچ کو فیصلہ کا رخ دے کر کافی اطمینان محسوس کیا۔

پھر اس نے منتیں اور کافی دلائل دے کر احسن کو اس بات کے لیے تیار بھی کر لیا۔ اب مسئلہ تھا تو صنوبیہ سے بات کرنے کا تھا۔ جو اس کو ہی کرنا تھی.....اور احسن اس

www.urduchannel.in

کے لیے ہمت نہیں جٹا پا رہا تھا۔اس نے ثانیہ کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھا تھا اور اس کی گود میں سر رکھ کر چند آنسوؤں سے اسے خراج بھی پیش کیا تھا۔ثانیہ تم جنتی عورت ہو.....تم سے بہتر تو میرے لیے کوئی بھی نہیں ہوسکتا.....''

''پتہ ہے احسن مجھے پتہ ہے.....صنوبیہ کے تمہاری زندگی میں آجانے کا مطلب یہ بالکل نہیں ہے کہ تم مجھے بھول جاؤ گے یا میں تمہیں فراموش کردوں گی احسن!''

''محبت کبھی مرتی نہیں ہمیشہ زندہ رہتی ہے''

اسے نوشی گیلانی کی نظم کا یہ مصرعہ یاد آیا.....

''ہاں ثانیہ محبت کبھی نہیں مرتی۔''

احسن نے کافی سینٹر میں بیٹھ کر بہت سادے طریقے سے صنوبیہ کو ثانیہ سے ہوئی تمام بات سمجھادی تھی اور اس کو آزادرہ کر فیصلہ کرنے کو کہا تھا۔اسے حیرت ہوئی تھی کہ صنوبیہ نے بہت خاموشی سے اس کی تمام بات سنی تھی اور اس پر غور بھی کر رہی تھی تب اس نے ہمت کر کے اس سے کہا تھا.....

''صنوبیہ تمہارا ہر فیصلہ ہمیں قبول ہوگا.....مگر زندگی بار بار ہمیں موقع نہیں دیتی یہ اس وقت میری اور تمہاری دونوں کی ضرورت ہے اور ضرورت پوری کرنا بھی بہت ضروری ہے اس لیے پلیز بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا.....''

صنوبیہ نے بہت غور سے احسن ملک کی طرف دیکھا تھا.....اور بولی

''ہاں احسن تم ٹھیک کہتے ہو.....شاید زندگی میں آج میں اور تم اکیلے رہ سکتے ہیں مگر عمر کے ایک پڑاؤ پر آکر ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور اس دور میں سایہ ملنا شاید مشکل ہو.....اس لیے اس پڑاؤ تک آنے سے پہلے ہمیں بیج بولینا چاہیے۔شاید تم ٹھیک کہتے ہو.....اور ثانیہ جیسی مخلص بیوی.....وہ بھی تمہاری خوش قسمتی ہے.....میں بھی اس کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں،کوئی خوشی دینا چاہتی ہوں اور شاید یہ اسی صورت میں ممکن ہو.....مجھے ثانیہ کا ہر فیصلہ موجود ہے.....مجھے منظور ہے۔''

دو موتی اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے گرے اور احسن کے رومال میں جذب

www.urduchannel.in

ہوگئے.....

''احسن مجھے تمہارا.....''

''ہاں صنوبیہ مجھے تمہارا ساتھ قبول ہے.....قبول ہے.....''

اور دونوں نے نم آنکھوں سے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا.....

❁❁❁

www.urduchannel.in

اس جیون کے ہر موڑ پہ میں نے

آج پورے بیس سال بعد وہ اس سرزمیں کو دیکھ رہی تھی جسے مادر وطن کہا جاتا ہے پورے بیس برس بعد وہ اپنی دادی سے ملنے گاؤں آئی تھی۔اس نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا کہ کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے اور وہ اس شئے سے محروم رہ جائے۔

گاؤں کی ہریالی شروع ہوتے ہی اس کے دل نے ایک عجیب سے جذبہ کے ساتھ دھڑکنا شروع کر دیا۔اس ہریالی سے ہی اسے پتا چل گیا کہ اب گاؤں شروع ہو چکا ہے۔صبح کا دل فریب منظر اور نومبر کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا، گرمیاں اب ختم ہو چکی تھیں۔

''ٹک ٹک'' گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز اور گھوڑے کے گلے میں پڑے گھنگھروؤں کی آواز اور گھوڑے والے کے چابک کی آواز، یہ سب آوازیں اسے بہت اچھی لگ رہی تھیں۔اس نے ماتھے پر آنے والے بالوں کو کئی مرتبہ پیچھے کیا اور اپنے وجود کو اچھی طرح شال میں لپیٹ کر چھپانے کی کوشش کی۔

کبھی اسے اپنی دادو کا خیال آتا تو کبھی اپنے چچا چچی اور پیارے چاچو کا خیال آتا تو کبھی اپنے ہم عمر بہن بھائیوں کا کبھی یہ سارے خیال قدرتی مناظر اپنی طرف بڑی آسانی سے کھینچ لیتے تو کبھی ہلکی ہلکی روشنی اور لہلہاتے کھیت اسے اپنی توجہ کا مرکز بنا لیتے۔ہلکی ہلکی چہل پہل شروع ہو چکی تھی۔کھیتوں میں بھی اکا دکا مزدور تھے۔کچھ نمازی نماز پڑھ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف جا رہے تھے اور کچھ بچوں نے بھی ادھر ادھر دوڑنا شروع کر دیا تھا۔اسے یہ سب کچھ بہت نیا نیا سا لگ رہا تھا کیونکہ جب وہ یہاں سے گئی تھی تو مشکل سے تین یا چار برس کی رہی ہوگی۔جب اس کے ابو پاکستان میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔اس سے بڑا بھائی بھی

www.urduchannel.in

کوئی چھ سال کا ہی رہا ہوگا اور پھر ان کی زندگی مصروف سے مصروف تر ہوتی چلی گئی یا یوں کہیں کہ شہر کی ہوا نے گاؤں کی مہک بھلا دی اور پھر ہندوستان آنا ان کے لیے خواب سا ہو گیا۔ایک بار مما آئی تھیں تب اس کے ایگزام تھے اس لیے وہ نہیں آسکی تھی۔اب وہ بیس سال بعد جب اپنی پڑھائی مکمل کر چکی تو خود ممی نے ہی یہ پروگرام ترتیب دیا کی اب اسے اپنے ملک جانا چاہیے۔کچھ دنوں اپنے ددھیال والوں کے پاس گزارنا چاہیے اور وہ اس طرح بیس سال بعد اپنے عزیزوں میں آ رہی تھی۔ننھیال میں تو کوئی ایسا خاص رشتہ تھا نہیں، ایک ماموں تھے جو وفات پا چکے تھے بس ان کی بیوی بچے موجود تھے۔پپا نے تو بہت کہا تھا بیٹا دادو کو خبر کر دو کوئی تمہیں لینے آ جائے گا مگر اس نے منع کر دیا تھا کہ پپا میں سب کو سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔اس طرح اس کے آنے کی کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی۔

''بابا ہماری منزل ابھی کتنی دور ہے.....''

اس نے سب خیالات کو ترک کر کے گھوڑے والے سے پوچھا.....

''بٹیا.....تم ہمرے گاؤں کی بٹیا ہو ہم تمہیں منزل تک لے جا کر ہی چھوڑیں گے۔دیکھو وہ سامنے لال حویلی دکھ رہی ہے نا بس اس سے آگے ہی تمہاری دادو کی حویلی ہے۔''

''لال کوٹھی.....''

ایک مخصوص پہچان اپنی منزل کی سن کر اس نے چونک کر سر کو ذرا باہر نکالا۔ملگجے سے اندھیرے میں اسے ایک لال حویلی دور نظر آئی۔

''وہ سامنے.....''

اس نے گھوڑے والے سے اپنی پہچان کی تصدیق کرائی۔

''ہاں بٹیا.....وہ لال حویلی.....''

اس نے سر اندر کیا اور منزل کے قریب ہونے کے احساس نے اسے ایک دم ہی ایکٹیو کر دیا۔اس نے جلدی جلدی سامان پر نظر ڈالی اپنے پرس کو سنبھالا اپنے بالوں کو درست کیا، ایک ہاتھ سے کپڑوں کی شکنوں کو دور کرنے کی کوشش کی اور چادر سنبھالی جیسے

www.urduchannel.in

اترنے کو تیار ہوگئی۔حویلی قریب سے قریب آتی جارہی تھی اور اس کے ساتھ اس کے دل کی بے ترتیبی بڑھتی جارہی تھی۔

''ٹک ٹک، کھٹ کھٹ، چھن چھن''

ایک ساتھ کئی آوازیں آرہی تھیں.....اب اندھیرا کافی حد تک ختم ہو چکا تھا اور ہر طرف سفیدی پھیل چکی تھی۔''کھٹ.....''ایک دم سے لال حویلی اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔حویلی کے آس پاس اگی گھاس نے اسے دوبارہ اس طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔حویلی پر کچھ ویرانی برس رہی تھی بے ترتیب گھاس نے اس بات کی گواہی بھی دے دی۔حویلی کا آہنی گیٹ بند تھا اس نے سر باہر نکال کر حویلی کو دیکھنا چاہا کہ ایک دم سے تانگہ رک گیا''ٹھک.....''ایک چھوٹا سا جھٹکا لگا.....

''لو بیٹا جی تم آرام سے اتر جاؤ ہم سب سامان لے کر بیگم صاحبہ کے پاس آتے ہیں۔''

''جی اچھا.....''

اس نے اپنا شولڈر بیگ ٹانگتے ہوئے تانگے سے اترنے کا ارادہ کیا..... سارے خیالات کا تانا بانا ختم ہو چکا تھا اور سامنے بڑا سا گیٹ لگا ہوا تھا۔

''ہوں تو ابھی تک گیٹ بند ہے.....''

اس نے ڈور بیل پر انگلی رکھی اور پیٹھ موڑ کر لال حویلی کی طرف دیکھنے لگی۔تھوڑی دیر بعد''کھٹر'' کی آواز آئی اور ملازم نے گیٹ کھول دیا۔

''کون ہے بٹیا.....''

چوکیدار بابا کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا۔

''ارے بٹیا.....تم!''

''بابا.....''اس نے خود ہی اندازہ لگالیا کہ وہ کون ہوسکتا ہے۔

''بٹیا آئی ہے۔''

چوکی دار بابا نے اس کی شکل دیکھتے ہی زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ان کی آواز

www.urduchannel.in

سے ایک پرنور چہرہ گیٹ کے قریب نمودار ہوا.....اور جسے دیکھ کر اس نے دادو کہہ کر دوڑ لگادی۔

''دادو.....''

''ارے میری..... لائبہ..... دادو نے اپنے اندر چستی پیدا کی اور اس تک پہنچ گئی۔

''میری لائبہ..... میری بچی..... تو کس کے ساتھ..... ارے اشفاق..... دیکھو.....دلہن.....نمرہ باہر آؤ.....ارے سب کو جگاؤ.....''

انہوں نے گیٹ کھولنے والے کو مخاطب کیا۔

''سب کو جگادو.....چل بیٹی چل.....غفورے چاچا میری لائبہ کا سامان اندر لے آنا.....''

انھوں نے تانگے والے کو مخاطب کیا۔

''اچھا جی.....''

آن کے آن میں سب گھر والے لائبہ کے آس پاس جمع ہوگئے اور وہ سب سے ایک ساتھ ملنے کے چکر میں وہ پتہ نہیں کس کس طرح مل رہی تھی۔کسی کے پاس اس کا سر تھا کسی کا دست شفقت اس کی کمر پر تھا اور کسی کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھا۔کوئی آنکھیں مل رہا تھا اور کوئی اس کا سامان اُٹھا رہا تھا گھر میں ایک دم سے چہل پہل سی ہوگئی تھی۔دادی نے سب سے ملنے کے بعد اسے اپنی آغوش میں چھپانا چاہا....

''چل اندر چل۔''

انھوں نے اس کے گلابی گلابی گالوں کو چھوا اور سب کو لے کر اندر آگئیں اور پھر سب اس کی خیر خیریت میں لگ گئے۔

☆.....☆.....☆

دن کافی چڑھ آیا تھا.....اور پھر وہ بھی دوپہر تک سب سے ملنے ملانے میں لگی رہی یوں تو سب نے اسے دیکھا تھا۔سب ہی لوگ اتنے عرصے میں آتے جاتے رہے تھے ۔مگر وہ تو پہلی بار انڈیا آئی تھی۔یہ گھر تو اس کے لیے بالکل نیا تھا۔پتہ نہیں جب وہ یہاں

www.urduchannel.in

سے گئی تھی تو سب کچھ کیسا تھا۔اب تو یہ بالکل نئے اسٹائل کی کوٹھی لگ رہی تھی ۔گاؤں میں داخل ہوتے ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ ہندوستان کے گاؤں بھی کافی ترقی کر چکے ہیں۔ بہت سے گھر اسے اسی طرح پختہ بنے ہوئے نظر آئے تھے ۔کافی صاف ستھرا ماحول لگ رہا تھا۔

سب سے ملنے کے بعد اس نے سب کی طرف کا حصہ دیکھنا شروع کیا۔سب سے پہلے دادو کے کمرے میں گئی جہاں اسے دادی کی جہازی سائز کی مسہری کے اوپر دادا کا فوٹو لگا ہوا ملا۔اسی کے برابر چاچو سرفراز کا کمرہ تھا اور سامنے اشفاق چاچا کا پورشن تھا۔اسی کی سائڈ میں اس کا اپنا پورشن تھا جب وہ یہاں رہتے تھے۔دادو نے سب کے حصے دکھاتے ہوئے اسے اس طرف کا حصہ دکھایا۔

''لائبہ یہ تمہارا حصہ ہے جب تم اپنے پپا مما اور بھیا کے ہمراہ یہاں رہتی تھیں اور اتنی سی تھیں۔''

انہوں نے مسکراتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اس کے قد کا اندازہ لگایا۔لائبہ نے جذباتی احساسات کے ساتھ دالان کی گرل کو ہاتھ لگایا ۔چھ سات چارپائیوں کا صاف ستھرا سا دالان دادو نے اس کا کمرہ کھولتے ہوئے باتوں کا سلسلہ جاری رکھا.....

''دادو یہاں کیا تھا.....''

اس نے لاشعوری طور پر ایک طرف انگلی اٹھائی۔

''یہاں..... یہاں تو اپنے بھیا کے ساتھ گھنٹوں کھیلا کرتی تھی اور محلے بھر کے بچوں کو جمع کرتی پھرتی تھی اور پھر سب کو یہاں لا کر مٹی کے کھلونے بنایا کرتی تھی۔''

دادو نے کمرہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔لائبہ کے کمرہ کی جانب اٹھتے ہوئے قدم اس طرف چلے گئے۔جہاں اس کے بچپن کا تھوڑا عرصہ گزرا تھا.....مگر کچھ انس تھا اسے اس جگہ سے، جو اس نے یوں اچانک ہی دادو سے اس کونے کی جگہ کو معلوم کر لیا پھر وہ اپنے حصہ کی ایک ایک چیز کو چھوتی رہی.....اسٹور میں ایک پرانا ٹوٹا ہوا گڑولنا مل گیا جو

www.urduchannel.in

یقیناً اسی کا ہوگا۔اس نے اس گرد آلود گڑولنے کو اُٹھایا

''دادو یہ میرا ہے!''

''ہاں..... پتر.....!''

دادو نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا.....

''یہ تیرا بچپن ہے۔''

کمرہ بالکل صاف ستھرا تھا کہیں کوئی بے ترتیبی نہیں تھی ۔اس نے کمرے کے درمیان میں پڑے بیڈ پر لیٹتے ہوئے ایک جائزہ لیا۔

''لگتا ہے دادو آپ ہر روز اس کی صفائی کراتی ہیں۔''

''ہاں بٹیا'' دادو نے اس کے پپا کی فوٹو میز سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں لائبہ جس طرح پورے گھر کی صفائی ہوتی ہے اسی طرح یہاں کی بھی صفائی ہوتی ہے.....ویسے بھی یہی ہمارا گیسٹ روم بھی ہے۔یہ تمہاری ممی کا جہیز میں لایا ہوا سامان ہے.....''

انھوں نے کمرے کی بڑی بڑی چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

لائبہ نے بستر پر ہاتھ پھیرا جیسے کسی کو محسوس کر رہی ہو۔سامنے ہی پرانے اسٹائل کا صوفہ پڑا تھا اور ایک لکڑی کی بڑی سی الماری،شوکیس میں اس کے ممی اور پاپا کی شادی کی فوٹو لگی ہوئی تھی۔جس کی ایک کاپی ان کے پاس آج بھی موجود تھی۔

''یہی تمہارا کمرہ ہے لائبہ.....میں تمہارا سامان یہیں بھجوا دیتی ہوں.....تب تک تم فریش ہو جاؤ.....میری بچی تھک گئی ہوگی!''

دادو نے کمرے سے جاتے ہوئے کمرہ کا پردہ کھول دیا..... لائبہ نے چاروں طرف نظر ڈالی۔

''یہ اس کا کمرہ ہے.....اس کے پپا کا ممی کا اور اس کے بھیا کا.....''

یہی سب سوچتے سوچتے اس نے آنکھیں موند لیں۔تبھی نمرہ اس کا بیگ اُٹھائے اس کو پکارتی ہوئی اندر داخل ہوئی جو اس کی چچازاد تھی۔

www.urduchannel.in

''لو بھئی تمہارا سامان.....''

لائبہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''ارے لیٹی رہو میں تو یہ بیگ لیکر آ گئی..... ورنہ دادو نے کہا تھا کہ ناشتہ جلدی تیار کرلو.....آج تو کچھ اسپیشل ناشتہ بنے گا۔''

نمرہ نے بے تکلفی سے اس کا بیگ کھولتے ہوئے کہا۔

دونوں ملکوں کی دوری بھی ان لوگوں کے درمیان کوئی دوری حائل نہیں کر سکی تھی۔

''نمرہ..... یہ ہمارا کمرہ ہے۔''

لائبہ نے نمرہ کو گویا یہ خبر دی!

''پتا ہے ہر تیسرے روز دادو ہم سب کو یہی کہانی سناتی ہیں ہم لوگ سب جانتے ہیں.....تم کہاں کیا کرتی تھیں۔''

''اچھا.....!'' لائبہ نے حیرانی سے نمرہ کو دیکھا.....

''کیا دادو ہم سب کو اتنا یاد کرتی ہیں؟''

''ہاں لائبہ.....'' نمرہ نے افسردہ سی آواز میں کہا۔

''دادو آفاق چاچا کو بہت یاد کرتی ہیں۔شاید کوئی بھی ماں اپنی اولاد کی دوری برداشت نہیں کر سکتی۔اچھا اب تم جلدی سے فریش ہو جاؤ۔آج ناشتہ کو بہت دیر ہو گئی۔پاپا کو شہر بھی جانا ہوتا ہے۔اس لیے تم فریش ہو کر باہر آ جاؤ۔پھر دھوپ میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔''

دن کس طرح سب سے باتیں کرتے ہوئے گزر گیا پتا ہی نہیں چلا اور شام دھیرے دھیرے اپنے پنکھ پھیلانے لگی پہلا دن تھا اس لیے اسے سب کچھ بہت نیا نیا لگ رہا تھا بڑے چاچا صبح ناشتے کے بعد شہر چلے گئے تھے اور چاچو آج اس کی وجہ سے ہی گھر پر تھے یا یہ ان کا معمول تھا پتا نہیں.....خیر سب کے درمیان پہلا دن بہت اچھا گزرا۔رات ہوتے ہوتے چاچا واپس آ گئے تھے۔پھر رات کے کھانے پر انھوں نے فرداً فرداً سب کی خیریت معلوم کی اور اس کے یوں اکیلے آنے پر کچھ خفا بھی ہوئے اس طرح ہنستے مسکراتے دن گزر

www.urduchannel.in

گیا۔

رات بھی دادو کے نرم گرم آغوش میں گزر گئی۔کچھ دن بھر کی تکان اور کچھ ممتا کی نرم نرم آغوش اسے بہت گہری نیند سلاتی رہی۔صبح کچھ ٹھنڈک کے احساس سے اس نے آنکھیں کھولیں۔ دادو فجر کی نماز کو اٹھ چکی تھیں اور ان کی نرم گرم آغوش نہ ہونے کے سبب ہی اس کی آنکھ کھلی تھی۔گھر کے سب لوگ ہی شاید فجر کی نماز ادا کرنے اٹھتے ہیں۔وہ بھی اسی معمول کی عادی تھی۔اس نے کچھ کسمسا کر انگڑائی لی.....اور کلمہ پڑھتی ہوئی اٹھ گئی۔دادو ''یٰس'' پڑھتی ہوئی کمرے میں آئیں تو لائبہ کو اٹھا پایا۔

''السلام علیکم دادو.....''

لائبہ نے دادو کو سلام کیا اور جھٹ سے ان کے گلے میں جھول گئی۔

''وعلیکم السلام بٹیا جیتی رہو.....خدا عمر دراز کرے آمین۔''

''چلو اب جلدی سے نماز سے فارغ ہو جاؤ وقت بہت کم ہے پھر نمرہ کے ساتھ چہل قدمی کے لیے اوپر چلی جانا۔''

''جی اچھا۔''

اس نے جھٹ سے رضائی دور پھینکی اور کلمہ پڑھتی ہوئی اٹھ گئی۔نماز سے فارغ ہو کر وہ نمرہ کی طرف چلی آئی جہاں نمرہ بھی جائے نماز طے کر رہی تھی۔

''صبح بخیر لائبہ۔''

''صبح بخیر نمرہ۔''

''کہو کیسی نیند آئی؟''

''بہت اچھی.....دادو کی آغوش میں کچھ یاد ہی نہیں رہا۔''

''اچھا.....'' نمرہ نے نماز کا دوپٹہ طے کیا اور شال کو اپنے گرد لپیٹ لیا۔

''چلو چھت پر چلتے ہیں۔''

''ہوں.....''

لائبہ نے بھی شال کو درست کیا اور نمرہ کے پیچھے چل دی۔چھت سے باہر کا نظارہ

www.urduchannel.in

اسے کل سے بھی زیادہ اچھا لگا۔ کسی مکان سے دھواں اُٹھ رہا تھا تو کسی گھر سے بچوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اچانک اس کی نظر ایک عجیب وغریب شخص پر پڑی۔ جس کے بال کندھوں تک بڑھے ہوئے تھے۔ آنکھیں ویران سی خوف زدہ سی تھیں شیو بھی کافی بڑھا ہوا تھا اور کپڑے بھی کافی گندے تھے۔ وہ لال حویلی کی چھت پر بیٹھا آسمان کو تک رہا تھا۔ لائبہ کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی وہ دوڑ کر نمرہ کے پاس چلی گئی۔

''نمرہ وہ.....کون ہے؟''

''وہ.....'' نمرہ نے انگلی کے اشارہ سے لال حویلی کی طرف اشارہ کیا۔

''وہ اظہر ہے.....بیچارہ.....''

''کیوں کیا ہوا ہے اسے.....''

لائبہ نے پھر اسی شخص کو دیکھا جس کی نظریں بدستور آسمان کی طرف تھیں۔

''وہ بیچارہ.....دماغ سے کچھ ایسے ہی ہے!''

''ایسے ہی.....! کیا پاگل ہے.....؟ پاگل.....'' لائبہ نے لفظ ''پاگل'' کو دوہرایا اور چھت کے اور قریب چلی گئی۔ دیوار پر ہاتھ رکھ کر اس نے اچکتے ہوئے اظہر کو دیکھا.....

''مگر اسے ہوا کیا تھا؟'' اس نے نمرہ کی طرف دیکھا مگر نمرہ چھت کی دوسری طرف کچھ اور ہی دیکھ رہی تھی۔ لائبہ نے نمرہ کی طرف دیکھا اور پھر اس کے پاس چلی آئی۔

اسے یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ گذر گیا تھا۔ وہ روز نماز کے بعد چھت پر جاتی.....اور اس شخص کو یوں ہی آسمان تکتے دیکھتی۔ پتا نہیں وہ کس وقت چھت پر آتا تھا اور کس وقت جاتا تھا یا وہیں سو جاتا تھا۔ ایک تجسس ہر وقت اس کے دماغ میں رہتا تھا کہ وہ کون ہے اور اس کی یہ حالت ایسی کیوں ہوئی..... پتا نہیں یہ اس کی تعلیم کا اثر تھا یا رحم دلی تھی یا شاید دونوں ہی.....اسی سال تو اس نے نفسیات میں ایم اے کیا تھا۔

کئی روز سے وہ دادو سے بھی اس بارے میں بات کرنا چاہ رہی تھی مگر کر نہیں پائی تھی۔ اس نے یہ بھی اندازہ لگایا تھا کہ اس حویلی میں نہ کوئی جاتا ہے اور نہ کوئی آتا ہے۔ اس کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا اور آج اس نے سوچ لیا تھا دادو سے آج اظہر کے بارے میں ضرور

www.urduchannel.in

بات کرے گی۔ اس فیصلے کے بعد وہ دن گزرنے کا انتظار کرنے لگی۔ آج سردی بھی کافی بڑھ گئی تھی۔ شام ہوتے ہوتے اس کے اندر کے تجسس نے پھر پنکھ پھیلائے۔

''دیکھا جائے وہ ابھی بھی چھت پر ہے یا نیچے ہے.....''

شام گہری ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے کمرے سے ٹارچ اٹھائی اور خاموشی سے چھت پر چلی آئی۔ اس نے حویلی کی طرف دیکھا۔ اندھیرے میں اسے کچھ نظر نہیں آیا۔ اس نے ٹارچ جلائی اور ادھر ادھر روشنی ڈال کر دیکھنا چاہا۔ سامنے کی چھت پر وہ سمٹا سمٹا سا بیٹھا تھا۔ مگر ابھی بھی اس کی نظریں آسمان پر تھیں.....ٹھنڈ کافی بڑھ گئی تھی آسمان پر گہرے بادل تھے۔ لائبہ نے محسوس کیا کہ اسے جرسی موزوں اور شال میں بھی کافی ٹھنڈ لگ رہی تھی اور وہ صرف ایک کرتے میں سمٹا سکڑا بیٹھا تھا۔ ٹارچ کی روشنی پڑنے پر اس نے اس طرف دیکھنا چاہا۔ مگر لائبہ کی طرف بالکل اندھیرا تھا۔ اس لیے کچھ نظر نہیں آ سکا۔ لائبہ نے ٹارچ بند کی اور چند لمحوں تک خالی ذہن سے کھڑی رہی پھر آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی نیچے آئی اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کچھ لمحوں بعد وہ پھر واپس آئی اب اس کے ہاتھ میں ایک کمبل تھا.....اور پھر وہ چھت پر چلی آئی۔ اس نے پھر ٹارچ کی روشنی اظہر پر ڈالی اور پھر بند کی۔ اسی طرح کئی بار کیا.....اظہر کو متوجہ کرنے کا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں تھا۔ کئی بار کی کاوشوں نے اثر دکھایا اور اظہر نے برے سے منہ کے ساتھ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کی طرف دیکھا.....لائبہ نے اس کے متوجہ ہوتے ہی اسے آوازیں دینا شروع کر دیں.....

''اے.....شت.....شت.....اے ادھر.....آؤ.....''

مگر کئی بار اشارے کرنے پر بھی اظہر نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ بلکہ اب وہ پہلے والی حالت میں آ چکا تھا۔

لائبہ کو اب کچھ غصہ آنے لگا تھا اور ٹھنڈ بھی کافی ہونے لگی تھی.....اس نے ایک بار پھر اظہر کی طرف دیکھا اور پھر کمبل بہت زور سے اس کی چھت کی طرف اچھال دیا۔ چھتوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا اس لیے کمبل آدھا چھت کی دیوار اور آدھا دیوار کے باہر لٹک گیا۔

www.urduchannel.in

''اف.....خدایا.....اس بندے پر رحم کر اور اسے یہ توفیق دینا کہ یہ اسے اوڑھ لے۔''

اس نے خدا سے دعا کی اور ایک بار پھر اس کو آواز لگائی.....

''سنو یہ کمبل اوڑھ لینا ٹھنڈ بہت ہے.....''

اور دل میں دعائیں کرتی ہوئی وہ نیچے چلی آئی۔مگر بے چینی جو اس کے اندر مسلسل تھی اور بڑھ گئی۔

''آخر اس کی دیوانگی کی وجہ کیا ہے؟ وہ کیسا پاگل ہے جو نہ بولتا ہے اور نہ کچھ کرتا ہے، بس آسمان کو گھورتا رہتا ہے.....''

رات دھیرے دھیرے سرکتی رہی..... لائبہ بھی اس کے بارے میں سوچتے سوچتے سوگئی۔مگر اس کا خیال بہت دیر تک اس کا حصار کئے رہا۔صبح جب مؤذن نے پہلی ''اللہ اکبر'' کہی تو اس کی آنکھ آپ ہی آپ کھل گئی۔اللہ اکبر اس نے بھی جواب دیتے ہوئے بستر چھوڑ دیا۔وہ واقعی بہت بڑا اور مہربان ہے۔پھر فوراً ہی اس کے ذہن میں اظہر کا خیال آیا پتا نہیں اس نے کمبل اوڑھا کہ نہیں.....اس نے دادو کی طرف دیکھا جو ابھی محوِ خواب تھیں۔لائبہ نے آہستہ سے اپنا لحاف اتارا اور شال لپیٹتی ہوئی باہر آگئی۔ابھی گھر کے سب لوگ سو ہی رہے تھے۔اس نے جلدی سے زینے کا رخ کیا۔اور جلدی جلدی چھت پر آگئی ابھی اندھیرا کافی تھا اور سب طرف ہی مکمل خاموشی تھی۔صرف وہی مؤذن اللہ کی تعریف بیان کئے جا رہا تھا۔اس نے آنکھوں کو اندھیرے میں دیکھنے کے لیے تیار کیا اور نظروں نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔اچانک اسے بے پناہ خوشی کا احساس ہوا کیونکہ اظہر ایک کونے میں.....اس کا پھینکا ہوا کمبل اوڑھے سو رہا تھا وہ ٹھنڈ سے بالکل گٹھری بنا ہوا تھا اور ہر طرح کمبل میں سمانے کی کوشش نے اسے اور سمیٹ دیا تھا اوہ خدایا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے.....پھر وہ سب کے اٹھنے سے پہلے ہی نیچے آگئی۔مبادہ کوئی اسے دیکھ لے.....فجر کی نماز کے بعد اس نے ایک بار پھر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس انجان شخص کے لیے پھر سے دست دعا دراز کر دیے۔خدایا اس شخص پر اپنا کرم کر۔نماز کے بعد دادو گرم گرم چائے کا کپ لیے لحاف میں

www.urduchannel.in

آگئیں۔لائبہ نے چائے کا کپ ہاتھوں میں تھاما اور دادو کے برابر بیٹھ گئی۔

''میری بچی.....تیرا دل تو لگا ہوا ہے نا.....!''

''بہت اچھی طرح دادو.....مگر ایک بات آپ سے معلوم کرنا ہے۔''

''بول میری بچی کیا بات ہے۔''

''دادو وہ.....وہ.....''

''بول میری بچی کیا بات ہے۔''

''دادو وہ لال حویلی ہے نہ.....اس میں وہ کون شخص ہے جو عقل وخرد سے بیگانہ معلوم ہوتا ہے.....وہ نمرہ بتا رہی تھی کہ.....وہ پاگل ہے.....''

''ہاں میری بچی وہ پاگل ہے.....ایک عجیب داستان ہے اس بچہ کے ساتھ پتا نہیں خدا اپنے بندوں سے کیا کیا کرواتا ہے.....اور پھر گناہ گار بھی بندہ ہوتا ہے۔میری بچی وہ.....جوان بچہ ہے۔میرے سامنے کا ہے اس کا نام اظہر ہے اسے راجہ بھی کہتے ہیں۔میں تجھے کسی اور وقت اس کی داستان سناؤں گی۔اس وقت مجھے سورۂ یٰس پڑھنا ہے.....جو فجر کی نماز کے بعد پڑھنا بہت افضل ہے.....''

''دادو.....'' مگر دادو کی اعوذ کی آواز نے اس کا سوال ہونٹوں میں ہی دبا دیا۔

ناشتے کے بعد دادو پھر خالی ہوگئیں.....لائبہ فجر کے بعد سے ہی ان کو پکڑنے کی تک میں تھی۔''دادو'' اس نے دادو کو دھوپ میں بیٹھتے ہوئے دیکھا تو فوراً ان کے پاس آگئی۔

''دادو.....اب اس.....اظہر کی داستان سنائیے۔پلیز دادو.....''

''لائبہ میری بچی..... اس کی داستان بہت دکھ بھری ہے۔سن کر کیا کرے گی.....!''

''دادو سنائیے نا میرا تجسس بڑھتا ہی جا رہا ہے.....''

''ہائے بیٹا کیا سناؤں.....ابھی کوئی دس بارہ سال پہلے کی بات ہے۔یہ گھر بھی بہت ہرا بھرا ہوا کرتا تھا۔کئی فیملیز اس میں ایک ساتھ رہتی تھیں۔سب ہی بہت مطمئن زندگی گزار رہے تھے۔یوں تو کئی برتن اکھٹا ہونے پر کھڑکھڑاتے ہی ہیں پر حقیقت میں وہ ایک

www.urduchannel.in

دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ دیورانیوں، جیٹھانیوں میں آپس میں بہت تعلق تھا۔ مگر جب سب سے چھوٹے بیٹے کی شادی ہوئی تھی اس گھر میں خوشیاں کچھ اور آ گئی تھیں۔ وہ چھوٹی بہو بہت ہی خوش مزاج، ملنسار اور پڑھی لکھی لڑکی تھی۔ اس نے تو گھر میں آتے ہی ایسا سب کو سنبھالا کہ وہ گھر تو کندن سا بن گیا۔ جو گھر کے ماحول میں کمی تھی اس کو دور کرنے کی کوشش اس نے کچھ اس طرح کی کہ سب ہی بدل گئے۔ ہاں ایک بہت بڑی کمی اس گھر میں تھی کہ بچوں کی تربیت پر کچھ خاص توجہ نہیں تھی۔ جوائنٹ فیملی ہونے کے سبب سب ہی گھر کو زیادہ اور بچوں کو کم وقت دیا کرتے تھے اور ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچے بالکل بے راہ روی اختیار کرتے گئے اور ان کی تربیت میں ایک بہت بڑی کمی رہ گئی۔ اس وقت یہ بچہ اظہر اس گھر میں سب سے بڑا لڑکا تھا اور جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا۔

صائمہ (چھوٹی بہو) نے جب یہ سب محسوس کیا تو اسے بہت افسوس ہوا اس نے اکثر دیکھا تھا کہ بچوں کی غلطی ہونے پر بھی سبھی لوگ ان بچوں کی پردہ پوشی اس طرح کیا کرتے تھے کہ بچوں کو اپنی غلطی کا کبھی احساس ہی نہ ہوا اور اسی عادت کی وجہ سے بچے اپنی غلطیوں پر شاہ بنتے جا رہے تھے۔

اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ اظہر کے دل میں بدگمانیاں پیدا ہونے لگیں۔ دولت کی کچھ کمی نہ تھی۔ اس لیے جوان بچہ ہوتے ہوئے بھی اظہر خالی تھا اور خالی گھر تو شیطان کا ہوتا ہی ہے۔ بس رفتہ رفتہ شیطان نے اس کو اپنے شکنجے میں کسنا شروع کر دیا اور یہ وہم بدگمانی کی بیماری جڑ پکڑتی گئی۔ وہی اظہر جس کی گھر میں اچھی بھلی بات چیت تھی۔ چھوٹی بہو سے تو کافی دوستی سی تھی۔ اب وہ اس کی صورت تک دیکھنا گوارہ نہ کرتا رفتہ رفتہ یہ وہم اس کے دماغ میں اس طرح پھیل گیا کہ اب اسے تمام گھر والے برے لگنے لگے..... اس کے بعد کچھ لوگوں نے چھوٹی بہو کو بھی برا کہنا شروع کر دیا کہ ہر بات پر ٹوکتی بہت ہے شاید اپنے اوپر گھمنڈ بہت ہے..... لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ واقعی بہت مخلص اور نیک دل لڑکی تھی۔ اس کا مقصد تو صرف گھر کو سنبھالنا تھا۔ سب کی درستگی تھا کوئی گھمنڈ نہیں تھا۔ مگر اگر ذرا بھی تربیت میں جھول رہ جاتا ہے تو ذہن بھٹک جاتے ہیں اور ذہنوں میں سامنے والے کے لیے صرف

www.urduchannel.in

غلط فہمیاں ہی رہ جاتی ہیں اور پھر وقت کے ساتھ یہ تناور درخت بن جاتی ہیں۔

وقت کے ساتھ اظہر اور اس کے گھر والوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا اور وہ اظہر سب گھر والوں کا دشمن بن گیا۔ گھر میں اب اکثر بڑی بڑی آوازوں میں باتیں ہوتیں اکثر چھوٹے چھوٹے جھگڑے بھی ہونے لگے۔ اظہر کو تو نہ جانے کیا ہوا تھا..... ہر وقت گھر والوں کے پیچھے پڑا رہتا۔ گھر کا ماحول بالکل خراب ہوتا جا رہا تھا۔ ہر وقت ہر ایک کے چہرے پر تناؤ سا رہنے لگا..... پر پتر.....! اس نے بہت برداشت کیا۔ وہ اکثر میرے پاس آ کر رویا کرتی تھی۔ کہتی تھی ''کہ میں نہیں چاہتی کہ میرے میکے والوں کو اس بارے میں کچھ خبر ہو صرف گھر کی عزت کی خاطر میں چپ رہ جاتی ہوں پر میں کیا کروں.....؟ پتا نہیں وہ کیوں میرا اور میرے بچوں کا دشمن ہو گیا ہے.....'' اور میں اسے صبر کی تلقین کرتی ..... مگر بدگمانیاں جب حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں تو دشمنی کا روپ اختیار کر لیتی ہیں اور پھر دلوں میں گنجائش نام کی چیز بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ بس دونوں ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھنے لگتے ہیں۔ اظہر روز بہ روز شیر ہوتا جا رہا تھا سب کو اپنا دشمن سمجھتا تھا اور چھوٹی بہو تو اس کی پکی دشمن تھی۔ بس پھر ایک..... ایک دن ایسا ہوا کہ باہمی آپسی تکرار اتنی بڑھ گئی..... کہ گھر میں وہ سب کچھ ہو گیا جس کا تصور بھی کسی نے نہ کیا ہوگا..... اسی آپسی جھگڑے کے درمیان ایک دن چچا بھتیجے میں ایسی ٹھن گئی کہ دونوں ایک دوسرے کو مرنے مارنے پر تل گئے اور اسی کشمکش میں..... اظہر نے ..... اپنے چچا کے پیٹ میں چاقو..... گھونپ دیا .....! اللہ .....وہ منظر.....!''

''پھر کیا ہوا''

''ایسا کہرام مچا..... مگر..... کچھ بزرگوں نے بات کو دبا دیا..... کہیں پولس کیس نہ بن جائے گھر میں جوان چچا کا خون پھیلا پڑا تھا اور اس کی معصوم بچی جو ابھی سال بھر کی ہی تھی تین سال کا بچہ اور وہ جوان صورت بیوی .....اف آج تک وہ منظر میرا دل دہلا دیتا ہے۔ آس پاس کے لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کو اندر سے بند کر لیا..... کون کس کے چکر میں پڑتا۔ مگر شاباش ہے اس عورت پر.....! اس نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں

www.urduchannel.in

کہا.....آخر پولس کیس بنا..... پر اس نے پولس کے آگے بھی اپنی زبان نہیں کھولی.....وہ تو عجیب دیوانی ہوگئی تھی۔لوگوں نے اس سے کہا بھی بیان دے کر اس کو جیل کرادو۔مگر اس نے بڑے تحمل سے کہا تھا۔''اسے جیل ہوکر اب کیا ہوگا میرا سہاگ تو واپس نہیں آئے گا..... اور وہ جیل جانے سے اور پختہ مجرم بن جائے گا.....پھر تو اس کے لیے یہ عام بات ہوجائے گی.....نہیں.....میں نے اسے خدا کے سپرد کیا یوم قیامت میں اس کی دامن گیر رہوں گی.....''

اور پھر وہ اپنے دو ننھے ننھے بچوں کو لے کر وہاں سے چلی گئی۔اس نے تو اپنا حصہ بھی نہیں مانگا چپ چاپ اپنے بچوں کو لیکر چلی گئی.....کہاں گئی کسی کو معلوم نہ ہوسکا.....بس پتر یہ اس گھر کی بربادی کی پہلی داستان تھی۔پھر رفتہ رفتہ سبھی لوگوں نے گھر کو چھوڑ دیا..... اظہر کے ماں باپ بھی یہ داغ برداشت نہ کرسکے اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے وہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئے۔حالات اتنی تیزی سے بدلے کہ یہ ہنستا کھیلتا گھر کچھ ہی دنوں میں اجڑ گیا۔ نہ جانے کس کی نظر لگ گئی کون سے گناہ کیے تھے ان لوگوں نے..... ماں کے جانے کے بعد تو اس گھر کی حالت ہی خراب ہوگئی۔خدا.....ایسی اولاد دینے سے تو بہتر ہے بے اولاد ہی رکھے۔اظہر میں اس وقت تک وہی اکڑ باقی تھی۔مگر ماں کی موت نے اسے بالکل تنہا کر دیا تھا۔وہی تھی جو ہر وقت اس کی پشت پناہی کیا کرتی تھی۔شاید اس کی تربیت کی کمی اسے اس مقام تک لے آئی تھی۔اب اتنے بڑے گھر میں وہ تنہا تھا.....باہر نکلتا تو لوگوں کی باتیں اسے سننا پڑتی تھیں۔ بلکہ اکثر لوگ اسے دیکھ کر ہٹ جایا کرتے تھے۔کوئی اسے خونی کہتا کوئی،حیوان،رفتہ رفتہ سب نے ہی اس سے تعلقات توڑ لیے۔ادھر گھر بھی اب تنہا تھا پھر اس نے رفتہ رفتہ باہر نکلنا بھی چھوڑ دیا.....اور اس کے بعد اس کی یہ حالت ہوتی چلی گئی۔ اس کا احساس جرم اتنا بڑھا کہ آج وہ ہوش کی دنیا سے بیگانہ ہے۔بس اپنے خیالات میں کھویا رہتا ہے اور اپنے کو سزا اس طرح دیتا ہے کہ خود اذیت میں رہتا ہے۔آج اسے نہ کھانے کا ہوش ہے اور نہ اوڑھنے کا بس آسمان کو گھورتا رہتا ہے اور اس حالت کو بھی چار، پانچ سال گزر گئے کسی کو اپنے پاس بھی آنے نہیں دیتا ہے.....اور ویسے بھی آنے والا کون

www.urduchannel.in

تھا؟ شروع شروع میں شاید ٹھیک بھی ہوجاتا پر شاید چھوٹی بہو کا صبر ڈلا ہے اس پر۔اس کی خاموش ہائے نے اسے بھری جوانی میں برباد کردیا۔اس نے جو اپنا کیس خدا کے سپرد کیا تھا۔ تو خدا نے یوں انصاف کیا کہ وہ آج اپنے ہی ہوش میں نہیں رہتا۔ایک وقت وہ تھا جب اس کی اکڑ سے گھر کے سب لوگ کانپا کرتے تھے اور آج وہ اتنا مجبور ہے کہ دوسروں کے رحم وکرم کا طالب ہے.....بس پتر.....یہی ہے اس کی حالت کی کہانی.....خدا کسی کے ساتھ ایسا نہ کرے.....مگر بیٹا اس نے جو کیا ہے اس کی سزا تو اس سے بھی زیادہ ہونی چاہیے تھی۔مگر خدا.....معاف کرنے والوں کو بھی بہت پسند کرتا ہے۔مگر اس کے دل پر وقت نے خود بہ خود ایسا زخم دیا ہے جو بھرنے کا نام ہی نہیں لے رہا ہے۔اگر یہ زخم کبھی بھر بھی جاتے ہیں تو ان کے چھوڑے ہوئے نشان ہمیشہ انھیں یاد رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔چل پتر اب اٹھ.....بہت دیر ہوگئی.....چل.....کچھ کام دیکھتے ہیں۔''

☆.....☆.....☆

لائبہ نے اکثر اظہر کو یوں ہی الٹی سیدھی حرکتیں کرتے دیکھا تھا مگر اس کی ہمت اس تک پہنچنے کی نہیں ہوتی تھی مگر اس کے اندر سے بار بار کوئی اس سے کہتا تھا کہ جا کر دیکھ اس بندے کو شاید وہ تیری توجہ سے کچھ سنبھل جائے۔واقعی اس نے بہت سنگین جرم کیا ہے۔مگر پھر بھی خدا تو معاف کرنے والوں کو بہت پسند کرتا ہے۔اس کی پشیمانی نے ہی اسے اس حال میں لاکر کھڑا کردیا ہے۔خدا اسے معاف کرے وہ تو بڑا رحیم وکریم ہے۔وہ چاہے تو پل میں نواز دے اور چاہے تو صدیاں گزر جاتی ہیں۔آنکھوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں۔معافی مانگتے مانگتے تب کہیں جا کر اس کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

''اف خدایا.....تو اس شخص کو معاف کردے۔یہ تو بہت بڑی سزا کاٹ رہا ہے۔عقل وخرد سے بیگانہ رہ کر.....زندگی گزارنا بہت مشکل کام ہے۔''

لائبہ نے سوچا کیوں نہ اس آدمی سے ملا جائے

'' مگر نہیں.....نہیں.....اس کا رویہ.....سب لوگ بتاتے ہیں کہ کسی بھی آدمی کو اپنے قریب آتے دیکھ کر وہ اس پر حملہ کردیتا ہے.....نہیں.....نہیں وہ نہ جانے.....''

www.urduchannel.in

اس کے.....نرم ونازک ہاتھ اپنے رخسار پر رینگنے لگے۔

☆.....☆.....☆

''چر.....چر.....'' عجیب سی آواز پیدا ہوئی..... جب لائبہ نے کواڑ پر ہاتھ رکھا بڑا سا لوہے کا پھاٹک تھا.....شاید اس میں برسوں سے تیل نہیں پڑا تھا۔ ہوا، دھوپ، بارش سب نے مل کر اس آہنی گیٹ میں گھر کر لیا تھا..... کچھ محنت سے کھولنے پر پھاٹک کھلتا چلا گیا .....سامنے اوبڑ کھابڑ سا بڑا سا آنگن تھا اور پھر ایک مقفل دروازہ..... لائبہ نے ڈرتے ڈرتے قدم بڑھایا.....اس کے اندر بہت سارا خوف جمع ہو گیا تھا اور انجانے خدشات پوری طرح سر ابھار چکے تھے۔ شام ہلکے ہلکے اس بستی میں اتر رہی تھی.....اس نے ایک دم ساری ہمت جمع کر کے دروازے پر زور ڈالا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے ہلکے..... ہلکے دروازہ کھٹکھٹایا.....مگر اندر گہرا سناٹا تھا۔

''کھٹ.....کھٹ.....کھٹ'' کئی بار کے بعد لائبہ نے کسی کی آہٹ محسوس کی .....اور کھٹ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ مگر دروازہ کھولنے والے نے ایک زوردار پتھر اس کے ماتھے پر مارا.....

''اف.....'' لائبہ کو منہ اٹھا کر دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا.....اور وہیں چکرا کر گر گئی.....دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ پھر بند ہو گیا۔ لائبہ کے ماتھے سے ایکدم سے کافی خون نکلنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے چند لمحوں کے لیے اندھیرا سا چھا گیا اور تکلیف کے مارے آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔

''بیٹی.....'' باہر سے کسی نے اسے آواز دی.....وہ کوئی بوڑھا شخص تھا انہوں نے دوڑ کر لائبہ کو اٹھایا.....

''بیٹی.....یہ تم نے کیا کیا سوتے ہوئے شیر کو جگانے کی کوشش کی.....''

''بابا.....پلیز مجھے.....میری دادو کے گھر پہنچا دیں.....اور یہ بات کسی کو.....نہ بتائیں پلیز.....''

''مگر بیٹی.....تم نے ایسا کیا کیوں.....''

www.urduchannel.in

''بابا وہ.....''

''چلو.....'' لائبہ نے اپنے دوپٹہ کو سر پر پٹی کی طرح کس کر باندھ لیا.....اور بابا کے سہارے سے دادو کی طرف چل دی۔

دادو نے دور سے لائبہ کو زخمی دیکھا تو دوڑ کر.....اس کے پاس چلی آئیں.....

''کیا.....ہوا میری بچی کو.....لائبہ پتر یہ چوٹ کیسے لگی۔''

''کچھ نہیں دادو.....بس ذرا باہر نکلی ہی تھی کہ ٹھوکر لگ گئی اور ایک پتھر.....''

''چل میری بچی.....اندر چل.....''

لائبہ کی چوٹ نے سب کی توجہ کھینچ لی تھی۔

لائبہ کی چوٹ اب قدرے بہتر تھی۔ زخم بھر چکا تھا زخم اگرچہ اتنا گہرا نہیں تھا۔ پتھر چھوتے ہوئے گزر گیا تھا۔ اگر نشانہ بالکل ٹھیک لگتا یا لائبہ عین اس کے سامنے ہوتی تو پتھر شاید اس کی آنکھ میں لگتا.....اس حادثہ کے بعد بھی لائبہ نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ بلکہ اب تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ بالکل پاگل نہیں ہے۔ بلکہ اس نے اپنے گرد خوف کا ایک دائرہ بنا رکھا ہے۔ اسے یہ احساس تھا کی اس سے ملنے کوئی آیا ہے اور وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتا ہے۔ اس لیے اس نے یہ حرکت کی..... لائبہ نے سوچتے ہوئے راجہ کے حلیے کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ کچھ دھندلا سا عکس اس کی آنکھوں کے سامنے آیا۔ بڑی ہوئی داڑھی، لمبا کرتا، اونچا پائجامہ اور بے ترتیب بال.....سخت سردی کے باوجود بھی اس کے بدن پر گرم کپڑا نام کی کوئی چیز نہیں تھی بدن پر صرف ایک کرتا تھا۔ لائبہ کے دل میں ہمدردی کے جذبات گھٹے نہیں تھے بلکہ شاید کچھ اور بڑھ گئے تھے.....مگر اس کی سمجھ میں اب آگے کے حالات نہیں آ رہے تھے کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے۔ وہ کس سے اس سلسلے میں ڈسکس کرے.....اگر نمرہ سے کرتی ہے تو.....! نہیں.....نہیں..... وہ دادو سے کہہ سکتی ہے.....مگر اکیلی اب اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ دوبارہ راجہ کی طرف جائے اور پھر زخم کھائے مگر وہ اسے اس طرح بھی تو نہیں چھوڑ سکتی تھی کہ اللہ کا ایک بندہ اس حال میں ہو اور کوئی اسے زندگی کی طرف نہ لا سکے۔ زندگی تو خدا کا ایک بہت خوبصورت تحفہ ہے۔ اپنے بندوں کے لیے خواہ وہ کہیں بھی

www.urduchannel.in

ہو۔مگر ہر آدمی زندہ رہ کر ہی اس تحفہ کا بھر پور فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور پھر اگر انسان کوشش کرے تو زندگی بہت سہل بھی ہوسکتی ہے۔بس ہمت اور حوصلہ درکار ہے۔

لائبہ کا زخم اب کافی مندمل ہو چکا تھا۔بس ہلکا سا نشان باقی تھا۔اس عرصہ میں وہ صرف راجہ اور راجہ کے بارے میں ہی سوچتی رہی کہ اب اسے آگے کیا کرنا ہے۔پھر اس کے ذہن میں ایک دم سے بوڑھے بابا آ گئے۔جو راجہ کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

''مجھے ان سے بات کرنی چاہیے۔ہوسکتا ہے ان کی مدد سے میں اس شخص کو زندگی کی طرف لاسکوں۔''

اس خیال نے اسے کافی پرسکون کر دیا۔

☆.....☆.....☆

اب وہ مسلسل اس انتظار میں تھی کہ کسی طرح ان بوڑھے بابا کا سامنا ہو اور وہ آگے کی کاروائی شروع کر سکے۔مگر ابھی تک ان کا سامنا نہیں ہوا تھا۔اس روز وہ یوں ہی گیٹ تک چلی آئی کہ آج اسے اپنے امی،ابو بہت یاد آ رہے تھے۔دل بہت اداس،اداس سا تھا۔موسم بھی اب کافی بدل چکا تھا۔جاڑے کا حصار ٹوٹ رہا تھا۔بس ہلکی ہلکی خنکی ہوا میں موجود تھی۔وہ نماز کا دوپٹہ لپیٹے گیٹ پر کھڑی تھی۔اداسی آنکھوں میں پانی بن کر موجود تھی بس اب اس کا اپنے گھر جانے کو دل چاہنے لگا تھا۔ویسے بھی راجہ کے معاملے میں تو وہ کامیاب نہ ہوسکی تھی اسے لگا کہ اس کی تعلیم بس کتابوں کی حد تک ہی تھی۔پریکٹیکل لائف میں اس کا کچھ حاصل نہیں حالانکہ اس نے تو سوچا تھا کہ وہ لوگوں کو سمجھنے میں زیادہ کامیاب ہوگی۔

اس نے واپسی کے ارادے سے جوں ہی ایک نظر باہر کی طرف ڈالی تو اسے سامنے سے بوڑھے بابا آتے نظر آئے اسے لگا اس وقت بات کرنا بہت مناسب رہے گا۔اس کے آس پاس بھی اس وقت کوئی نہیں تھا۔وہ لپک کر گیٹ سے باہر نکل آئی بابا نے اسے پہچان لیا تھا تبھی وہ بولے.....

''بٹیا اب کیسی ہے تمہاری چوٹ''

''جی اب تو بہت بہتر ہوں الحمدللہ''

www.urduchannel.in

''بٹیا تمہیں وہاں نہیں آنا چاہئے تھا.....''

''بابا.....!''

''جی بٹیا۔''

''وہ میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں.....راجہ کے بارے میں''

''بٹیا اب کیا بات کرنے کو رہ گئی ہے۔''

''دیکھئے بابا مجھے پتا نہیں کہ آپ کا اس سے کیا رشتہ ہے۔مگر میں اتنا ضرور جان گئی ہوں کہ آپ کس طرح اس کے ساتھ رہ پاتے ہوں گے۔شاید اللہ نے آپ کے اندر خدمت خلق کا جذبہ بھر پور دیا ہے۔جو آپ ایک ایسے شخص کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں۔جو اپنے اوپر پاگل پن کا خول چڑھائے ہوئے ہے اور وہ جان بوجھ کر اس خول سے باہر نہیں آنا چاہتا.....بابا اب جو بات میں آپ سے کرنے جا رہی ہوں اس بات میں پہلی شرط یہ ہے کہ یہ بات صرف میرے اور آپ کے درمیان رہے گی۔اس کا پتا کسی دوسرے کو نہیں چلے گا۔''

''بٹیا'' بابا نے کچھ کہنا چاہا۔

''نہیں بابا آپ کچھ بھی نہیں بولیں گے..... پلیز میری بات سن لیں ..... اور میری شرط منظور کر لیں۔''

''اچھا بٹیا.....میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہ بات ہم دونوں کے درمیان رہے گی۔کسی تیسرے کو پتا نہیں چلے گا یہ تو میں جان گیا ہوں کہ تم جو بھی بات کرو گی وہ راجہ کے فائدہ کی ہوگی۔میں نے تمہاری آنکھوں میں بھی وہی جذبہ دیکھا ہے..... بیٹا اللہ بڑا مہربان ہے پتا نہیں کس کو کس چیز کے لیے منتخب کر لے۔بول بٹیا کیا کرنا ہے.....''

''بابا میں چاہتی ہوں کہ.....راجہ ٹھیک ہو جائے.....ایک نارمل انسان.....مگر یہ میں اکیلے نہیں کر سکتی۔مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے ایک کوشش اور کر کے دیکھتی ہوں۔اگر کامیاب ہوگئی تو مجھے لگے گا مجھے زندگی میں سب کچھ مل گیا۔اگر نہیں تو میں واپس لوٹ جاؤں گی..... بابا اب آپ مجھے اس کے بارے میں بتائیں.....پہلی بات تو یہ بتائیں کہ اس کے کھانے کے کیا اوقات ہیں؟''

www.urduchannel.in

''بٹیا یہ باتیں اس طرح یہاں کرنا اچھا نہیں لگ رہا..... چلو وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔'' بابا نے ایک سنگی بینچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''بیٹا کیا بتاؤں..... اس کے کھانے کے اوقات کیا ہیں..... کبھی کبھی تو اسے اتنی بھوک لگتی ہے کہ دن میں چار چار بار کھانا کھاتا ہے اور کبھی دو دو دن بھوکا رہتا ہے۔''

''اچھا بابا اسے کھانے میں سب سے زیادہ کیا پسند ہے''

''بٹیا اب تو جو بھی مل جاتا ہے کھا لیتا ہے۔ ویسے اسے بریانی..... شاہی ٹوسٹ اور سیخ کے کباب بہت پسند ہیں''

''بابا..... اب آپ ایسا کریں کہ صبح سے شام تک کے لیے کہیں چلے جائیں۔''

''بٹیا اسے..... اکیلا چھوڑ کر.....!''

''بابا..... اس کی بہتری کے لیے..... یہ سب تو کرنا پڑے گا..... کل سارا دن اسے بھوکا رکھیں گے..... شاید اس کی زبان اس طرح کھلے.....!''

''اچھا بٹیا جیسے تمہاری مرضی ..... خدا اس کے حق میں بہتر کرے..... اب میں چلتا ہوں..... پرسوں صبح پھر یہاں ملوں گا۔''

''اچھا بابا..... خدا حافظ..... بس میرا وعدہ یاد رکھئے گا۔''

''بٹیا تم بے فکر ہو جاؤ..... یہ صرف ہمارے درمیان رہنے والا معاملہ ہے۔''

''خدا حافظ!''

☆.....☆.....☆

آج بابا کی زبانی اسے پتا چلا کہ بابا پورے دو دن گھر سے غائب رہے مگر اس نے کچھ بھی نہ کہا..... بس رات کو جب وہ گھر واپس گئے تو انہیں تکتے گیا..... جب تک انہوں نے اسے کچھ کھانے کو نہیں دیا..... یہ حالات کچھ اطمینان بخش نہیں تھے۔ لائبہ نے مایوسی سے سوچا اور پھر..... دو دن بعد کا ملنے کا کہہ کر گھر چلی گئی۔

اب اسے آگے سوچنا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے..... اس کے ذہن میں بس یہی بات آ رہی تھی کہ اسے شدید بھوک لگے اور وہ بے تاب ہو کر غصہ کرے آواز نکالے اور کچھ

www.urduchannel.in

ذہن کھلے..... مگر یہ ترکیب کافی ٹیڑھی کھیر تھی۔ اس کی بھوک برداشت کرنا اس کے لیے رسکی بھی ہو سکتا ہے آخر وہ کیا کرے..... کس طرح اس کے قریب جائے اس نے خدا سے مدد مانگی اور سو گئی..... کہ صبح تک کوئی نہ کوئی راستہ نکل آئے گا۔ لائبہ نے بہت سوچا مگر اسے کوئی حل نظر نہیں آیا۔ سوائے اس کے کہ بابا چند دنوں کے لیے اس کی زندگی سے نکل جائیں اور وہ بالکل تنہا ہو جائے اس نے بہت سوچا اور..... پھر بابا سے یہ بات کہہ بھی دی۔

''بابا نے حیرانی..... سے اس کی طرف دیکھا۔''

''بٹیا..... اس طرح تو وہ..... مر جائے گا۔''

''بابا..... اب بھی وہ کون سا زندہ ہے۔''

''پر بٹیا..... وہ دو دن سے زیادہ بھوکا نہیں رہ سکتا.....''

''بابا یہی تو میں چاہتی ہوں وہ بے چین ہو جائے..... چیخے، چلائے اور پھر میں اپنی طرف سے اس کا پورا خیال رکھوں گی۔''

''نہ..... بٹیا..... بھوک کی حالت میں اس کے سامنے ہرگز نہ جانا..... نہ جانے وہ کیا کر بیٹھے۔''

''بابا اب..... کچھ نہیں ہوگا۔''

''اچھا بٹیا خدا تمہیں کامیاب کرے.....''

''ٹھیک ہے..... میں اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں چلا جاتا ہوں۔ میں وہاں جا کر تمہیں فون کروں گا اس طرح اس کی خبر گیری بھی رہے گی۔''

''ٹھیک ہے بابا..... بس دعا کرنا.....''

''پھر دوسرے دن صبح صبح بابا چلے گئے..... اسے تنہا چھوڑ کر''

اور لائبہ کا عجیب و غریب علاج شروع ہو گیا۔ بظاہر تو وہ بہت مطمئن تھی۔ مگر نظر ہر وقت اس طرف رہتی تھی۔ آج پورے دو دن ہو گئے تھے اسے بھوکا رکھے ہوئے..... تیسرے دن لائبہ نے چھت پر چڑھ کر دیکھا اسے لگا وہ بہت مضطرب تھا۔ بھوک اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی اور وہ کئی چکر چھت کے بھی لگا چکا تھا چہرے کی وحشت میں اور

www.urduchannel.in

اضافہ ہو گیا تھا۔ بڑھی ہوئی داڑھی اور بے ترتیب ہو گئی تھی۔ کرتہ نہایت خستہ حالت اختیار کر چکا تھا اور اسی طرح پائجامہ بھی۔

تیسرے دن دوپہر کو لائبہ نے پلان کے مطابق سب کے سو جانے کے بعد کچن سے تھوڑا سا کھانا لیا اور ایک پالی تھن میں ڈالا اور خاموشی سے لال حویلی کی طرف چلی گئی اگر چہ یہ سب کرنے کے دوران اس کے ہاتھ، پیر بہت پھول بھی رہے تھے مگر اللہ کا نام لے کر وہ کفن باندھ چکی تھی۔

چاروں طرف سناٹا تھا۔ جاتی سردیوں کی یہ دوپہریں سونے کا بہت مزہ دیتی ہیں۔ لائبہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی خود کو چادر میں چھپاتی ہوئی لال حویلی کے اندر داخل ہو گئی۔ گیٹ کھلا ہوا تھا اور سامنے کا دروازہ بھی ادھ کھلا سا تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے ..... کواڑ کھولا اور ایک طرف چھپ کر کھڑی ہو گئی۔ مبادا کوئی پتھر آج بھی اس کے سر پر زخم دے جائے۔ چند ثانیے گزرنے کے بعد بھی جب کوئی پتھر باہر نہیں آیا تو وہ چپکے سے آگے بڑھی۔ سامنے دالان تھا اور پھر آنگن اور پھر لائن سے کمرے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ گھر کی حالت کافی خراب ہو رہی تھی۔ کسی تخت پر بستر تھا کسی پر نہیں۔ چادریں نہایت غلیظ حالت میں تھیں گھر میں جا بجا جالے لگے ہوئے تھے۔ فرش نہایت گندہ تھا۔ برسوں کی آندھی بارش نے اس کی اصل صورت چھین لی تھی۔ ابھی وہ حیرانی سے یہ سب دیکھ ہی رہی تھی کہ اسے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اس نے حواس باختہ ہو کر آہٹ کی طرف دیکھا۔ وہ کمرے کے کواڑ سے چمٹا کھڑا کچھ کر رہا تھا۔ اس کا منھ کمرے کی طرف تھا۔ اس لیے شاید وہ اسے دیکھ نہیں پایا خوف نے لائبہ کا چہرا سفید کر دیا۔ اس نے کھانے کی تھیلی تخت پر رکھی اور بلند آواز میں کہا.....

''راجہ یہ.....تھیلی میں کھانا رکھا ہے.....کھا لینا.....''

اور اس نے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ خوف سے اس کی ٹانگیں تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ اور چہرہ سفید کپڑا بن چکا تھا۔ گیٹ میں بے تحاشا دوڑ کر آتے ہوئے دیکھ کر دادو کا دل دہل گیا۔

www.urduchannel.in

''پتر کیا بات ہے؟''

انہوں نے لائبہ کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں دادو.....''

رہی سہی کثر دادو کی موجودگی نے پوری کر دی۔

''پر پتر یہ تیرا رنگ اتنا سفید کیوں ہو رہا ہے؟''

''وہ دادو.....وہاں ایک آدمی سانپ کو مار رہا ہے.....اور مجھے سانپ سے بہت ڈر لگتا ہے۔''

''آہ ..... میری بچی .....اتنی سی بات ہے ..... یہ سب تو یہاں ہوتا ہی رہتا ہے.....چل اندر چل.....''

☆.....☆.....☆

بابا کو گئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا اور ایک ہفتہ میں لائبہ چھپے چوری تین بار راجہ کو کھانا دے آئی تھی۔ پر اسے یہ پتا نہیں چلا تھا کہ وہ اس کھانے کا کیا کرتا ہے۔ مگر اسے امید ضرور تھی کہ کھانا سامنے ہو تو آدمی بھوک برداشت نہیں کر سکتا۔ آج بابا کا بھی فون آیا تھا۔ اس نے انھیں پوری طرح مطمئن کر دیا تھا کی وہ ابھی نہ آئیں اور یہ وہ کہ راجہ کی طرف سے بے فکر رہیں۔

آج بھی وہ کھانا لے کر خود ہی گئی تھی۔ وہ شاید گھر میں نہیں تھا۔ چھت پر تھا اسے اس کے آنے کی بالکل خبر نہیں ہوئی اس نے ہاتھ میں پکڑا پیکٹ تخت پر رکھا اور سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے اس نے تخت کی چادر اٹھائی اور اپنی لائی ہوئی چادر بچھا دی۔ پھر اس نے راجہ کے لیے لایا ہوا کرتا پائجامہ نکالا، صابن نکالا اور کھانا وغیرہ رکھ کر زینہ کی تلاش کرنے لگی۔

کچھ دروازے کھولنے کے بعد اسے زینہ کا دروازہ مل گیا۔ وہ دبے پاؤں چھت پر چڑھنے لگی.....کہ اچانک وہ اوپر کی سیڑھی پر اسے نظر آ گیا.....آج دونوں کی نظریں ملیں تھیں.....لائبہ کی حالت یکدم خراب ہو گئی۔ وہ جو بہت بہادر بن کر اس کا سامنا کرنے

www.urduchannel.in

آئی تھی۔فوراً ہی ساری قوتیں گنوا بیٹھی اور فوراً ہی پلٹ گئی۔اگرچہ وہ اسے دیکھ کر یوں ہی کھڑا رہا تھا۔مگر.....اس کا خوف ابھی باقی تھا۔

دوسرے دن جب وہ چھت سے اپنے کپڑے لینے گئی تو اسے یہ دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی کہ وہ اس کا دیا کرتا پائجامہ پہنے ہوئے تھا۔اگرچہ چہرے کی حالت اب بھی وہی تھی مگر اب وہ قدرے بہتر لگ رہا تھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں کامیاب ہو رہی ہوں .....'' بہت سی اداسی آپ ہی آپ اس کے دل سے نکل گئی اور اس کی جگہ کچھ سرور سا آ گیا۔

''خدایا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔''

اس نے شکرانے ادا کئے اور آگے کے بارے میں سوچنے لگی۔

''اب وہ رفتہ رفتہ زندگی کی طرف آ رہا ہے.....اب مجھے اس کا سامنا کرنا چاہئے۔ مگر کس طرح.....کیا میں بابا کو بلوالوں .....نہیں .....ابھی .....نہیں اگر اسے کوئی دوسرا ہمدرد ملے گا تو وہ.....وہ شاید میری طرف نہ آئے.....اور بابا سے وہ سنبھل نہیں سکتا.....پھر.....اب اسے کیا کرنا چاہئے.....''

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔یہی سوچتے سوچتے اور کئی دن گزر گئے .....پھر ایک دن دادو کو نیند کی دوا کھاتے دیکھ کر اس کا یہ مسئلہ بھی آپ ہی آپ حل ہو گیا۔

''بس نیند کی گولی.....اب اس کا ہتھیار بنے گی۔''

اس نے خوشی سے سوچا اور اگلے دن کی پلاننگ کرنے لگی۔اس نے رات کو ہی دادو کی گولیوں میں سے دو گولیاں چرالی تھیں.....اور اگلے دن دوپہر ہونے کا انتظار کرنے لگی۔پھر دوسرے دن اس نے کھانے میں ایک نیند کی گولی ملائی اور مطمئن ہو کر اسے کھانا دے آئی اگرچہ وہ اب اسے کچھ کہتا نہیں تھا.....مگر اس کے اندر کا خوف ابھی کم نہیں ہوا تھا۔

دوپہر کو دو بج رہے تھے۔جب وہ نماز ادا کر کے لال حویلی کی طرف چلی۔موسم اب کافی گرم ہو چکا تھا۔اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو بند کر کے دوپہر کا مزہ لے رہے تھے۔ لائبہ نے کواڑ کھول کر اندر جھانکا.....وہ بے خبر تخت پر پڑا سو رہا تھا۔اور کھانا آس پاس بکھرا

www.urduchannel.in

پڑا تھا.....اس نے اطمینان سے آگے بڑھ کر کھانا سمیٹا اور دوپٹہ کمر پر باندھ کر کھڑی ہو گئی۔ کیونکہ اب وہ چار پانچ گھنٹے سے قبل اٹھنے والا نہیں تھا۔

ابھی وہ کھانا سمیٹ ہی رہی تھی کہ کواڑ کھلنے کی آواز نے اسے پھر سے خوف زدہ کر دیا.....آنے والے نے اسے اٹھنے کی بھی مہلت نہیں دی.....اور پیچھے سے آ کر اسے پکڑ لیا۔

لائبہ کی دبی دبی سی چیخ نکل گئی.....اور اس نے ساری قوتیں جمع کر کے پیچھے مڑ کر دیکھا تو خود پر حیران ہوئی۔

''تم.....!''

اس نے نمرہ کو دیکھا تو مزید حیران ہو گئی.....

''ہاں.....لائبہ میں.....مگر تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

نمرہ نے بے پناہ حیرانی سے لائبہ اور پھر راجہ کی طرف دیکھا.....

'' نمرہ.....اب تم آ گئی ہو تو.....پلیز پہلے میری مدد کرو.....میں تمہیں سب کچھ بعد میں بتا دوں گی مگر تمہیں میرے آنے کا پتا کیسے چلا.....!''

''لائبہ میں بہت دنوں سے مشکوک تھی کہ تمہارے انداز کچھ بدلے بدلے سے ہیں.....اور آج میں تمہاری چوری پکڑنے میں کامیاب ہو گئی۔''

''بتاؤ تو آخر کیا بات ہے؟''

'' پلیز نمرہ اس وقت ..... کچھ مت پوچھو بس میرے ساتھ مل کر صفائی کراؤ..... وقت بہت کم ہے۔''

پھر ان دونوں نے تین گھنٹے کی محنت سے ایک کمرہ صاف کیا۔اور اس میں چار پائی ڈال کر صاف ستھرا بستر کیا.....اور ایک کونے میں لائبہ نے گلاس میں تازہ پھول لگائے اور باقی اوپری صفائی کر کے وہ دونوں گھر چلی آئیں۔گھر آ کر کچھ اطمینان ہوا کہ ابھی سب سو رہے تھے.....وہ دونوں بھی بستر کی طرف چلی آئیں.....گھر آ کر لائبہ نے نمرہ کو سب کچھ صاف صاف کہہ سنایا.....

☆.....☆.....☆

www.urduchannel.in

چار دن ہو گئے تھے لائبہ کو راجہ کی طرف گئے ہوئے۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اب وہ کہاں اٹھتا بیٹھتا ہے کہ اس نے تو اپنی دانست میں اس کے لیے کمرہ صاف کر دیا تھا۔ اب تو وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔ مگر یہ بھی ایک ٹیڑھی کھیر جیسا تھا۔ پھر نمرہ نے اسے ایک ترکیب یہ بتائی کہ صبح کی چائے میں اسے نیند کی گولی کھلا دے اور پھر اس کے ہاتھ، پیر باندھ دے۔ دو پہر تک اس کی نیند پوری ہو جائے گی اور پھر دو پہر کو وہ اس سے بات کر لے۔

مگر لائبہ کو یہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا کہ اسے نیند کی گولی پھر سے دی جائے۔ مگر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا کہ کھلے شیر سے تو وہ بات نہیں کر سکتی تھی۔ اور دو پہر کے علاوہ وہ وہاں جا بھی نہیں سکتی تھی ..... پھر بہت سوچنے کہ بعد اسے یہی راستہ اختیار کرنا پڑا..... دوسرے دن اس نے صبح صبح کھانا دے دیا اور نیند کی گولی کے اثر کا انتظار کرنے لگی۔ اس کے حساب سے اسے ایک ڈیڑھ بجے تک جاگ جانا چاہیے تھا۔ پھر اس نے نمرہ کے ساتھ ایک بجے لال حویلی کی طرف قدم بڑھائے اور طے یہ پایا کی نمرہ دروازے میں انتظار کرے گی اور لائبہ ہی صرف اس کے پاس جائے گی لائبہ نے جھانک کر دیکھا تو دالان خالی پڑا تھا۔ وہ آگے بڑھی اگر چہ اسے پتا تھا کہ وہ جہاں بھی ہوگا سو رہا ہوگا۔ لیکن پھر بھی ایک عجیب سا خوف اس کو اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا۔ کہ آج اس کا سب سے بڑا اور سخت امتحان تھا۔ لائبہ کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا جسے اس نے بہت سنبھال کر پکڑا ہوا تھا کہ بس یہی ایک ہتھیار تھا ..... وہ اسے ابھی تک کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ تب ہی اس کی نظر کمرے میں چارپائی پر لیٹے ہوئے راجہ پر پڑی..... اس نے جلدی سے نمرہ کو آواز دی اور اپنے پیکٹ سے رسی نکالنے لگی۔

پھر دونوں نے ایک دوسرے کی مدد سے راجہ کے ہاتھ پیر باندھ دئے۔ اگر چہ یہ سب کرنے میں ان کے چہرے سفید اور ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ کہ کہیں وہ جاگ نہ جائے ..... مگر خدا کا کرم یہ ہوا کی وہ سوتا رہا..... لائبہ نے گھڑی کی طرف دیکھا تو دو بج رہے تھے..... نمرہ دوبارہ دروازے میں چلی گئی کیونکہ اسے پہرا دینا تھا۔ لائبہ نے سکون کا

www.urduchannel.in

سانس لیا اور قریب رکھے جگ سے اس کے چہرے پر چھینٹے مارے اور اس کے جاگنے کا انتظار کرنے لگی۔

پانی پڑنے سے راجہ میں کچھ حرکت پیدا ہوئی اور پھر چند منٹوں میں پوری طرح جاگ گیا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اسے لگا اس کے ہاتھ پیر بھاری ہیں۔ تب اس نے گردن اٹھا کر اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ اور پھر اس کی نظریں سامنے بیٹھی لائبہ پر پڑیں..... تو وہ چونک گیا..... لائبہ اب قدرے مطمئن تھی۔ کیونکہ راجہ اب اس کے رحم و کرم پر تھا..... چند لمحے یوں ہی خاموشی سے گزر گئے۔

پھر لائبہ نے اسے آواز دی.....

''راجہ.....! تمہارا نام شاید..... راجہ ہی ہے۔''

راجہ نے اپنے نام پر اس کی طرف دیکھا..... وہ ابھی پوری طرح ہوش میں نہیں آیا تھا گولی کا اثر ابھی بھی موجود تھا۔ لائبہ نے سکون کا سانس لیا اور بات آگے بڑھائی.....

''راجہ تم مجھے اپنا دوست سمجھو اور میری باتوں کو غور سے سنو یہ تو ہمیں اندازہ ہے ہی کہ اتنے دنوں سے میں تمہارے گھر آ جا رہی ہوں کبھی کھانا دینے کبھی تمہیں دیکھنے..... راجہ مجھے اچھی طرح اندازہ ہی نہیں یقین ہے کہ تم اتنے پاگل نہیں ہو جتنا شو کرتے ہو..... بلکہ تم نے زندگی اپنے اوپر خود حرام کی ہے..... شاید اسے تم اپنے دانستہ کئے گئے گناہوں کا ازالہ مانتے ہو..... مگر یہ بالکل غلط ہے..... زندگی تو ہماری ہے ہی نہیں۔ پھر اس پر اتنا ظلم کیوں کیا جائے ..... راجہ! اگر تم اتنے برس عبادت کرتے اور سجدہ ریز رہتے تو وہ بڑا رحیم و کریم ہے وہ تمہیں ضرور معاف کرتا۔ راجہ ابھی بھی وقت ہے زندگی کی طرف لوٹ آؤ..... اور اپنے گناہوں کی معافی جائز انداز سے مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے..... یہ تم اپنے کو اذیت میں رکھ کر کیا کرنا چاہتے ہو کہ تم نے جس کو دکھ دئے ہیں۔ وہ تو ہمارے سامنے ہے ہی نہیں پلیز راجہ مجھے معاف کرنا کیونکہ تم سے بات کرنے اور تمہارے سلوک نے مجھے یہ راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا..... (لائبہ کا ہاتھ خود بہ خود ہی اپنے ماتھے کی چوٹ پر چلا گیا) ..... راجہ کچھ تو بولو..... دیکھو میں سب سے چھپ کر تمہارے پاس آئی ہوں کیونکہ خدا نے

www.urduchannel.in

میرے دل میں انسانی ہمدردی کا ایسا خزانہ بھر دیا ہے کہ میں کسی انسان کو بھی دکھی نہیں دیکھ سکتی.....پلیز راجہ اپنے اوپر دھیان دو اور عمر کے ان انمول موتیوں کو اس طرح برباد مت کرو اور ہاں دیکھو تم مجھ سے وعدہ کرو کہ آئندہ تم میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرو گے۔''

لائبہ نے بات ختم کرنے کے بعد پوری طرح اس کی طرف دیکھا.....تو وہ رو رہا تھا آنسو اس کی آنکھوں سے لڑیوں کی طرح گر رہے تھے۔لائبہ نے بھی اسے خاموش کرانے کی کوشش نہیں کی برسوں کا جمع ہوا گند تھا اچھا ہے بہہ کر صاف ہو جائے۔

''راجہ.....'' لائبہ نے پھر اسے مخاطب کیا.....

''راجہ.....بولو.....تم مجھے اپنا دوست مانتے ہو.....مجھے صرف اتنا بتا دو.....پلیز راجہ.....کچھ تو بولو.....!''

کچھ لمحے یوں ہی خاموشی سے سرک گئے.....تب راجہ نے صرف اتنا کہا.....

''مجھے کھول دو.....''

پھر اچانک ہی نہ جانے کہاں سے لائبہ کے اندر بہت ساری ہمت آ گئی اور وہ بے خوف ہو کر اسے کھولنے لگی.....اسے شاید پختہ یقین تھا کہ اب وہ اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کرے گا اور وہ جھک کر اس کے ہاتھ کھولنے لگی۔

جیسے ہی راجہ کے ہاتھ پیر کھلے.....اس نے جھکی ہوئی لائبہ کو دھکا دیا اور سامنے کے کمرے میں چلا گیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا.....''کھٹ پٹ'' کی آوازیں سن کر نمرہ بھی دوڑ کر لائبہ کے قریب آ گئی۔اس نے جلدی سے لائبہ کو سنبھالا اور باہر نکل آئی.....نمرہ نے فکرمندی سے لائبہ کی طرف دیکھا.....

''اب وہ کیا کرے گا؟''

''کچھ نہیں'' لائبہ نے اچانک لگنے والے دھکے سے پیدا ہوتے کمر کے درد کو دباتے ہوئے نمرہ سے کہا۔''کچھ نہیں صرف روئے گا اور باہر آ جائے گا۔''

☆.....☆.....☆

آج لال حویلی گئے ہوئے اسے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔کیونکہ اس کی کمر میں جھٹکا

www.urduchannel.in

آ گیا تھا اور کمر میں کافی درد تھا اور پھر اسے اس بات کا بھی اندازہ تھا کہ وہ اب اپنے آپ کو سدھارنے کی کوشش کر رہا ہو گا.....یقیناً میری باتوں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا ہو گا اور اب مجھے کچھ گیپ دے کر ہی اس کے پاس جانا ہو گا.....

آج پورے ہفتہ بھر بعد اس نے راجہ سے ملنے کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کچھ سامان جمع کیا.....حالانکہ کل سے وہ خود نارمل نہیں تھی۔کیونکہ کل اس نے گھر فون کیا تھا تو پتا چلا تھا کہ پاپا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اور وہ اسے بہت یاد کر رہے ہیں۔اس کا خود بھی بہت دل چاہ رہا تھا۔مگر اب راجہ ایسی حالت میں تھا کہ اگر اس کی توجہ ذرا بھی ہٹی تو وہ پھر اسی حالت میں پہنچ جائے گا اور اس کی اتنے دنوں کی یہ محنت رائیگاں چلی جائے گی.....

دوپہر کو وہ دونوں پھر لال حویلی کی طرف چل پڑیں.....اگرچہ نمرہ راجہ کے سامنے نہیں جاتی تھی پھر بھی وہ گیٹ پر رہ کر لائبہ کے لیے پہرہ دیتی تھی.....کہ اس پاگل کا کچھ ٹھیک نہیں ہے.....لائبہ نے ڈرتے ڈرتے کمرے میں قدم رکھا وہ ہفتہ بھر پہلے کے سوکھے ہوئے پھولوں کو سونگھ رہا تھا۔

لائبہ نے سلام کیا اور اس کی گود میں تازہ پھول ڈال دئے۔

''راجہ مردہ چیزوں میں کوئی ایٹریکشن نہیں رہتا لو تازہ پھولوں کی مہک محسوس کرو۔''

راجہ نے نظریں اٹھا کر لائبہ کو دیکھا اور ایک تازہ پھول اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا.....

''آہ راجہ .....تھینک یو'' لائبہ نے خوشی سے اس پھول کو قبول کر لیا۔

''راجہ.....لو میں تمہارے لیے کچھ سامان لائی ہوں۔''

اس نے شاپر سے سامان نکال کر راجہ کے قریب رکھنا شروع کر دیا اور راجہ خاموش نظروں سے صرف اسے دیکھتا رہا۔

''یہ لو راجہ.....'' لائبہ نے شیونگ کریم اور برش اس کی طرف بڑھا دیا.....پہلے شیو بنا لو پھر نہا لینا میں تمہارے لیے کپڑے لائی ہوں باتوں کے دوران لائبہ نے آئینہ راجہ

www.urduchannel.in

کے سامنے کر دیا.....

''دیکھو.....تمہارا شیو کتنا بڑھ گیا ہے۔''

راجہ نے لمحے بھر کو آئینہ غور سے دیکھا.....پھر لائبہ کو دیکھا اس کی آنکھوں میں بے انتہا حیرت تھی۔وہ شاید اپنے آپ کو پہچان نہیں پا رہا تھا۔

''چلو راجہ.....جلدی سے شیو بنا لو.....''

لائبہ نے اس کی حیرانی کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا اور سامان کھول کر اس کے ہاتھوں میں تھما دیا۔پھر راجہ کے ہاتھ خود بہ خود ہی اپنے چہرے کی درستگی میں لگ گئے۔اس نے لائبہ کے ہاتھوں میں آئینہ پکڑوا دیا اور خود کام میں لگ گیا۔

ایک ہی پہلو سے اتنی دیر بیٹھے بیٹھے لائبہ کے ہاتھ دکھ گئے تھے۔مگر اس کے ہاتھ اتنی تیزی سے حرکت کر رہے تھے کہ وہ حیران تھی کہ لمحے لمحے کی درستگی سے اس کا چہرہ کتنا نکھرتا جا رہا تھا۔آخر ایک گھنٹے کی سخت محنت کے بعد اس کا چہرہ انسانی شکل اختیار کر چکا تھا۔ پھر بہت صفائی سے اس نے مونچھوں کو درست کیا اور پھر آئینہ ہاتھ میں لے کر دیکھا.....وہ کافی خوش شکل انسان تھا بڑی بڑی آنکھیں اور گھنی گھنی مونچھیں اس پر کافی جچتی ہوں گی لائبہ بھی ابھی تک اس کو تکے جا رہی تھی۔تبھی نمرہ نے ''میاؤں'' کی آواز نکال کر اس کو چلنے کا اشارہ کیا تب اس نے جلدی سے راجہ کو کپڑے پکڑائے اور خود چلی آئی۔

آج کئے گئے علاج نے اس کو یقین دلا دیا تھا کہ اب وہ بالکل ٹھیک ہو چکا ہے۔ بس اسے گھر سے باہر نکالنا ہے۔وہ جو برسوں سے اس گھر میں قید تھا۔کس طرح لوگوں کو فیس کرے گا اور لوگ کس طرح فیس کریں گے۔یہ بھی ایک اہم مسئلہ تھا۔گھر آ کر اس نے سوچا کہ اب بابا کو واپس آ جانا چاہیے تا کہ وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہ کر اس کے مزاج کو سمجھ لیں اور گاہے بہ گاہے لوگوں کو اس کے بارے میں بتاتے رہیں۔کیونکہ اب تو لوگوں نے اس کی خیریت بھی معلوم کرنا چھوڑ دیا تھا۔وہ کہانی جو چند سالوں پہلے جنی تھی اب ختم ہو چکی تھی۔مگر اب اس کو اچانک سامنے دیکھ کر لوگ پھر سے اس کو تازہ کر دیں گے اور یہ وہ چاہتی نہیں تھی۔کیونکہ کچھ بھی ہو وہ وہاں کے لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔اس کے لیے بھی اس

www.urduchannel.in

نے سوچنا شروع کر دیا تھا۔پھر اس شام بابا کا فون بھی آ گیا۔تو اس نے بابا سے واپس آنے کا کہہ دیا کیونکہ راجہ کو اب ان کی ضرورت تھی اور وہ مطمئن ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

صبح فون کی گھنٹی نے اس کی نیند خراب کر دی جو لگا تار بجے جا رہی تھی۔اس نے کسل مندی سے گھڑی دیکھی پانچ بج رہے تھے۔نماز کا وقت بھی نکلا جا رہا تھا اور گھنٹی نے بھی نیند اڑا دی تھی۔لائبہ نے آنکھوں کو مسلا اور فون اٹھا لیا۔

''ہیلو.....میں لائبہ بول رہی ہوں۔''

''کیا.....نہیں.....''

اس کی ایک لمبی سی چیخ نے سب کو مدہوش کر دیا رسیور لٹک رہا تھا۔دادو نے جلدی سے گرتی ہوئی لائبہ کو سنبھالا.....اور سرفراز چاچو فون کی طرف لپکے.....فون پر ملنے والی خبر نے سب کو توڑ دیا دادی نے ''میرا بچہ'' کہہ کر لائبہ کو سینے سے بھینچ لیا اور دہاڑیں مار مار کر رونے لگیں.....

''میرا آفاق.....میرا بچہ چلا گیا.....''

گھر اچانک ماتم کدہ بن گیا لائبہ تو جیسے بکھر سی گئی اتنی دور.....دوسرے ملک میں بیٹھے اس کے پپا.....اف کتنی جدائی لکھ گئی تھی اب.....وہ کس کو پپا کہے گی۔کیوں وہ راجہ کے چکر میں پڑی رہی تین دن پہلے تو اسے فون پر ان کی طبیعت خرابی کی اطلاع ملی تھی مگر یہ تو کسی کے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی جلدی سب کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

اس نے کرب سے سوچا اور نڈھال سی ہو گئی پھر اشفاق اور سرفراز چاچا نے دن بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد پاکستان جانے کا انتظام کر لیا اور یوں سب غم زدہ لائبہ کو لے کر آسمان کی وسعتوں میں اڑ گئے۔

☆.....☆.....☆

بابا نے حیرانی سے گیٹ کی طرف دیکھا پھر وہاں کے جامد سناٹے نے انہیں

www.urduchannel.in

ہولا دیا..... پھر انہیں آس پاس کے لوگوں سے پتا چلا.....تو وہ بھی دکھی ہو گئے اور حویلی کی طرف چلے گئے.....

دروازہ اندر سے بند تھا.....انھوں نے ہلکے سے دستک دی..... چند لمحوں کے بعد دروازہ کھلا.....''راجہ''.....بابا نے صاف ستھرے راجہ کو دیکھا تو حیران رہ گئے.....وہ تو کسی اور راجہ کو چھوڑ کر گئے تھے۔دو ماہ میں اتنا فرق.....انھوں نے خوشی سے راجہ کو سینے سے لگا لیا۔راجہ بھی بابا کو دیکھ کر حیران ہوا اور پھر ان کے گلے لگ کر زار زار رونے لگا.....بابا کی سمجھ میں ساری بات آ گئی تھی لائبہ کی بے انتہا کوشش نے آج اسے انسانی روپ دے دیا تھا۔وہ پھر سے زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا۔ دھیرے دھیرے ان کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ وہ اجاڑ حویلی جو ڈراونی شکل اختیار کر چکی تھی ۔اب صاف ستھری لگ رہی تھی ۔ دالان میں صاف ستھرا بستر لگا ہوا تھا۔ راجہ کا کمرہ دیکھ کر تو وہ حیران رہ گئے .....نہایت صاف ستھرا کمرہ.....ایک طرف پھول لگے ہوئے ۔اگر چہ وہ سوکھ چکے تھے مگر زندگی کا احساس دلا رہے تھے۔راجہ کے بستر پر ایک چھوٹا سا ٹرانسسٹر رکھا ہوا تھا۔ جو چل رہا تھا۔

''اس کا مطلب ہے وہ بہت بڑی ڈاکٹر نکلی۔''

بابا نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں لائبہ کو یاد کیا اور اس کے غم پر افسردہ ہو گئے ۔

☆.....☆.....☆

آفاق صاحب کو گزرے پندرہ دن ہو گئے تھے۔ جب نمرہ سرفراز اور اشفاق مع بیوی کے واپس آ گئے .....اور یوں چند دن آنے جانے والوں کے سلسلے میں نکل گئے ۔ بابا بھی تعزیت کو آئے تھے اور انہوں نے موقع ملتے ہی لائبہ کی خیریت معلوم کی تھی ۔تب نمرہ نے نہایت غم زدہ ہوتے ہوئے بتایا تھا کہ

''اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔صدمہ نے اس پر بہت خراب اثرات ڈالے ہیں اور وہ اکثر بہکی بہکی باتیں کرتی ہے۔ڈاکٹرز نے اسے مکمل آرام اور دل سوز باتوں سے بچائے رکھنے کو کہا ہے اور بابا وہاں تو ایسا ماحول بہت ہی مشکل ہے کہ وہاں ہر چہرہ ایک دوسرے سے زیادہ غم زدہ ہے۔ بابا.....اسے ایک ساتھی کی ضرورت ہے ۔میرا یہاں آنا

www.urduchannel.in

بہت ضروری تھا۔ورنہ میں اس کے پاس رک جاتی۔''

بابا سے باتوں کے درمیان ہی اس نے راجہ کی خیریت معلوم کر لی ۔تب بابا نے اسے حیرانی سے دیکھا تو نمرہ نے چپکے سے بتایا کہ اس راز میں وہ بھی لائبہ کے ساتھ شریک ہو چکی ہے۔

راجہ بابا کے ساتھ ٹھیک ٹھاک رہ رہا تھا۔مگر خاموشی بدستور قائم تھی ۔بابا کوئی بات کر لیتے تو جواب دے دیتا۔لائبہ کو گئے سولہہ، سترہ دن ہو گئے تھے اور پہلی بار راجہ نے اسے اتنی لمبی مدت سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ جیسے اس کا عادی ہو گیا تھا۔مگر منھ سے کچھ نہ کہتا تھا۔ ہر دو پہر لاشعوری طور پر وہ اس کا منتظر رہتا۔ بابا نے اکثر اس کی بے چینی محسوس کی تھی ۔کبھی وہ سوکھے ہوئے جھڑے ہوئے پھولوں کو چھوتا کچھ بستر کو چھو کر محسوس کرتا۔کبھی اوپر چھت پر جاتا۔ایک بے کلی سی اس کے اندر اتر آئی تھی ۔ بابا نے اچھی طرح محسوس کیا تھا کہ وہ لائبہ کا کس قدر عادی ہو گیا ہے۔مگر انہوں نے پوچھا کچھ نہیں تھا۔بس وقتاً فوقتاً اس کا ذکر کرتے رہتے ۔انہوں نے محسوس کیا تھا کہ راجہ اس کا ذکر زیادہ سے زیادہ سننا چاہتا ہے کبھی کبھی انہوں نے اسے گیٹ تک جا کر واپس آتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ان کی جہاں دیدہ نظروں نے اس کی جھجک کو بھی محسوس کر لیا تھا۔ وہ باہر جانا چاہتا تھا مگر شاید لوگوں کی نگاہوں کے خوف اور ان کی طنزیہ گفتگو اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتی تھیں۔اسی دوران انہیں نمرہ سے پتا چلا کہ

''لائبہ کی حالت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ڈاکٹر اسے خوش رکھنے کو کہہ رہے ہیں اور وہ اس ماحول سے باہر آنے کو تیار نہیں ہے۔بس ہر وقت بابا سے باتیں کرتی رہتی ہے۔''

لائبہ کی حالت انہوں نے راجہ کو بتا دی تھی اور محسوس بھی کیا تھا کہ راجہ کافی اپ سیٹ ہو گیا ہے۔

صبح صبح باہر سے آنے والی بول چال نے بابا کو اٹھنے پر مجبور کر دیا۔مؤذن بھی پکار رہا تھا۔ اللہ کے دربار میں بھی حاضری دینا تھی ۔سو وہ بستر چھوڑ کر باہر نکل آئے باہر آ کر دیکھا تو نمرہ انہیں سامان کے ساتھ تانگے میں بیٹھی نظر آئی ۔وہ بھاگتے ہوئے نمرہ کے پاس چلے آئے ۔

www.urduchannel.in

''بٹیا.....کیا بات ہے.....اس وقت کہاں جا رہی ہو۔''

''بابا.....لائبہ ٹھیک نہیں ہے مجھے اس کے پاس جانا ہے۔''

''کیا..... بابا نے فکر مندی سے نمرہ کو تکا اور مردہ قدموں سے اندر چلے گئے۔تبھی ان کے ذہن میں چھپاک سے ایک خیال آیا.....

''اگر راجہ کو لائبہ کے پاس بھیج دیا جائے۔''

''راجہ'' وہ تیز تیز قدموں سے راجہ کے پاس آئے پر ایک دم سے اسے اٹھا نہ سکے کہیں یہ قدم غلط نہ ہو.....پھر انہوں نے اس کے اٹھنے کا انتظار کیا۔

سات بجے انہوں نے راجہ کو ناشتہ دیا.....اور بات شروع کی.....

''بیٹا راجہ..... مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آج تم جو اس روپ میں میرے سامنے انسان بنے بیٹھے ہو یہ سب اس فرشتہ صفت لڑکی لائبہ کی کوشش اور اللہ کی مدد سے ہوا ہے.....بیٹا.....میں نے کئی بار محسوس کیا ہے کہ تم اس کی کمی بہت محسوس کرتے ہو.....بیٹا خدا کا کرم ہے اب تم بالکل ٹھیک ہو.....اور آج وہ تمہاری محسن بیمار ہے۔خدا نے اس بچی کو بہت دکھ دیا ہے۔وہ یہاں تمہاری خدمت میں رہی اور وہاں اس کا بیمار باپ اس کو یاد کرتے کرتے گزر گیا۔بیٹا وہ صرف تمہاری خاطر رکی رہی کہ کہیں اس کی کوشش رائیگاں نہ جائے۔راجہ آج صبح نمرہ پاکستان چلی گئی ہے۔اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور ڈاکٹر نے اسے خوش رکھنے کو کہا اور وہاں غم زدہ ماحول میں خوشی کہاں سے آسکتی ہے.....راجہ آج اسے تمہاری ضرورت ہے۔کل اس نے تمہارا زخم سہا تھا۔تمہارے دکھ سہے پر وہ اپنے مشن پر ڈٹی رہی.....بیٹا..... شاید خدا نے تمہاری معافی کا یہ در کھولا ہے.....اس کے پاس جاؤ اور اسے زندگی کی طرف لاؤ کیونکہ زندہ آدمی مردہ زندگی نہیں جی سکتا۔''

بابا نے بات ختم کر کے راجہ کو غور سے دیکھا پر وہاں صرف سپاٹ چہرہ تھا اور کچھ نہیں پھر چند لمحوں بعد راجہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

نمرہ کو گئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا اور بابا کو بھی راجہ سے بات کئے ہوئے ہفتہ گزر

www.urduchannel.in

چکا تھا۔اس دوران انہوں نے محسوس کیا تھا کہ راجہ اب پابندی سے نماز پڑھنے لگا ہے۔شاید وہ اپنے اندر قوت ارادی مانگ رہا ہے۔انہوں نے بھی اسے بار بار سنایا تھا کہ اسے لائبہ کے پاس چلے جانا چاہئے۔یہ اس کا فرض بھی بنتا ہے اور اس کی بے چینی اور بے کلی کا بھی یہی واحد راستہ ہے۔

دن یوں ہی بے کیف سے گذر رہے تھے تب.....ایک دن راجہ نے کھانے کے دوران کہا.....

''بابا میں پاکستان جانا چاہتا ہوں..... ہمیشہ ہمیشہ کے لیے..... بابا میں یہاں رہ کر زندگی نہیں گذار سکتا.....میں نے سوچا تھا کے کسی دوسرے شہر جا کر زندگی پھر سے شروع کروں گا.....مگر..... اب میں لائبہ کے..... پاس جانا چاہتا ہوں .....بس آپ میرے جانے کا انتظام کروا دیں.....اور اس.....حویلی کو بھی بیچ ڈالیں کیونکہ.....!''

''بیٹا.....میرا بچہ.....'' بابا نے روتے ہوئے راجہ کو سینے میں چھپا لیا۔

''یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے.....ہاں بیٹا میں تمہارا انتظام کرتا ہوں۔''

اور پھر چند ہفتوں بعد ایک رات راجہ نے وہ گھر، وہ گاؤں، وہ ملک سب کچھ چھوڑ دیا.....اور ایک انجان منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

پاکستان ایرپورٹ پر نمرہ اس کی منتظر تھی۔بابا نے نمرہ کو اطلاع پہنچا دی تھی۔نمرہ نے راجہ کو خوشی خوشی رسیو کیا۔

''راجہ بھائی.....کیا میں آپ کو اپنا بھائی کہہ سکتی ہوں؟''

''بھائی.....'' راجہ نے نم آنکھوں سے نمرہ کو دیکھا.....

''نمرہ.....میری بہن ان رشتوں کو تو میں نے ٹھوکروں سے اڑا دیا ہے۔''

''بھیا..... پرانی کوئی بات ہمارے درمیان نہیں ہوگی۔چلیے.....میں نے آپ کا انتظام ایک ہوٹل میں کیا ہے۔''

''نمرہ.....لائبہ کیسی ہے۔''

www.urduchannel.in

ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے راجہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''لائبہ.....'' نمرہ نے آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کہا.....

''بھیا سب سے پہلے تو اسے ماحول سے نکلنا ہوگا.....اور وہ.....ایسا کرنے کو تیار نہیں۔''

''نمرہ میں اس تک کس طرح پہنچ سکتا ہوں.....؟''

''بھیا..... وہاں دادو ہیں.....اور میں نے سارا معاملہ تھوڑا تھوڑا دادو کے گوش گزار بھی کر دیا ہے۔اب جب تک میں آپ کو نہیں بلاؤں.....آپ لائبہ تک نہیں پہنچ سکتے۔''

باتوں کے درمیان ہوٹل آ چکا تھا۔نمرہ راجہ کے ساتھ ہوٹل کے کمرے تک پہنچ گئی اور پھر واپس ہوگئی.....پھر اس نے فون پر ہی راجہ کو بتایا تھا کہ وہ دادو کے ساتھ اس سے ملنے آ رہی ہے..... یہ سن کر.....راجہ کی کیفیت بہت عجیب ہو رہی تھی.....اسے لگا.....دادو کے ملنے کے نام سے ہی اس کی ساری خود اعتمادی ساتھ چھوڑ گئی.....دادو کا نام سنتے ہی اس پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی تھی۔ پھر اس نے قرآن پاک کا سہارا لیا اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی اور اپنے اندر ہمت مرداں مانگی.....تلاوت کلام پاک کے بعد اسے محسوس ہوا اس کے اندر واقعی کوئی شئے اتر گئی ہے کوئی طاقت.....اور اسے کچھ سکون محسوس ہوا۔

نمرہ کا بتایا ہوا ٹائم قریب آ رہا تھا.....راجہ نے اپنے کو نارمل کرنے اور ایک مکمل شخصیت کا روپ دینے کی پوری کوشش کی تھی۔سفید کرتا شلوار میں وہ شاید کافی اچھا لگ رہا تھا۔اگر لائبہ بھی اسے اس روپ میں دیکھ لیتی تو یقیناً حیران ہوتی.....اب راجہ کی گھبراہٹ اگرچہ کچھ کم ہوگئی تھی۔مگر اب بھی وہ کافی ایبنارمل محسوس کر رہا تھا۔نہ جانے دادو اس سے کس طرح ملیں گی اور وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھیں۔

وقت بڑی تیز رفتاری سے بھاگ رہا تھا۔اس کی نظریں وال کلاک پر جیسے جم سی گئی تھیں اور ہاتھ بس دعا کے لیے بلند تھے کہ کچھ لمحوں بعد ہی گھنٹی بج اٹھی۔

''السلام علیکم.....مہمان آئے ہیں.....استقبال کیجئے۔''

www.urduchannel.in

گھنٹی کے تسلی بخش ان الفاظ نے اسے کچھ تسلی سی دی.....اور اس نے ''بسم اللہ'' پڑھ کر دروازہ کھول دیا۔سامنے ہی دادو اور نمرہ کھڑی تھیں۔

''راجہ.....!''

دادو نے ایک دم ہی اسے گلے سے لگا لیا۔

''کیسا ہے تو بیٹا!''

''جی میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

اس لہجے کا تو وہ منتظر ہی نہ تھا وہ تو سوچ رہا تھا کہ اگر وہ نارمل انداز میں ملیں بھی تو بس سلام دعا ہی ہو سکے گی۔مگر یہ کیا.....انہوں نے تو بڑھ کر اسے اس طرح گلے لگایا گویا وہ ان کا اپنا خون ہو.....راجہ نے ان کی اتنی محبت کو جوں ہی محسوس کیا وہ بے اختیار بچوں کی طرح رونے لگا.....آج نارمل حالات میں برسوں بعد وہ دادو سے مل رہا تھا.....نہ جانے کتنے سال پہلے اس نے دادو سے بات کی ہوگی۔

''دادو..... میں نے بہت کچھ کھویا ہے.....دادو میں بہت گناہ گار ہوں۔پلیز دادو میرے حق میں میرے لیے دعا کیا کیجئے۔خدا میرے گناہوں کو معاف کر دے۔دادو آج مجھے احساس ہوا ہے کہ رشتے کتنے اہم ہوتے ہیں اور ان کا تقدس کتنا اہم ہوتا ہے۔ دادو میں نے بہت ظلم کیا ہے.....اپنے گھر والوں پر آپ پر تو سب عیاں ہے دادو.....''

راجہ بچوں کی طرح رو رہا تھا۔اور دادو نے اسے رونے دیا یہ برسوں کا جمع لاوا آج بہہ جانا ہی بہتر تھا۔آدھا گھنٹہ یوں ہی گزر گیا۔دادو اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتی رہیں اور اپنی آنکھیں صاف کرتی رہیں۔نمرہ نے اسے پانی پلایا پھر کچھ دیر بعد وہ خود ہی نارمل ہوگیا۔پھر اس نے لائبہ کی خیریت معلوم کی.....

''دادو..... لائبہ اب کیسی ہے.....؟ اس نے میرے لیے ..... میرے ساتھ کیا کیا کیا ہے یہ تو اب آپ کو پتا چل ہی گیا ہے۔دادو اس نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔اس نے مجھے کفارہ ادا کرنے کا موقع فراہم کرایا ہے ورنہ میں تو اپنے کو اذیت دے کر ہی سمجھ رہا تھا کہ میری غلطیوں کا یہی کفارہ ہے مگر وہ بہت سمجھدار ہے اس نے مجھے میری اپنی جکڑی ہوئی

www.urduchannel.in

زنجیروں سے مجھے آزاد کرایا ہے اور آج .....آج.....وہ خود.....''

''ہاں بیٹا.....نمرہ نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے.....تم بھی میرے بچے جیسے ہو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تجھے شعور عطا کیا اور تجھے اپنے کئے گئے گناہوں کا احساس ہوا.....بس بیٹا.....اب خدا میری لائبہ کو ٹھیک کر دے۔''

''دادو.....ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟''

پتر ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اسے اس ماحول سے فوراً باہر نکلنا ہوگا.....اور کچھ تبدیلی اس کی زندگی میں ضروری ہے.....مگر پتر وہ تو.....اپنے غم سے باہر آنے کو تیار ہی نہیں ہے۔

''دادو میں اس سے کس طرح مل سکتا ہوں؟''

''ایسا ہے بیٹا یہ نمرہ تمہیں فون کر دے گی اور میں تمہارا تعارف اپنے سسرالی رشتہ دار کی حیثیت سے کرواؤں گی .....میں نہیں چاہتی بیٹا کے کسی کے اچھے برے راز کھلیں جو کسی کے عیبوں کو ڈھانپتا ہے خدا اس کے عیب چھپاتا ہے۔''

''دادو'' راجہ کی آواز بھرا گئی.....

''بھائی.....شاید آپ ہی لائبہ کو ٹھیک کر سکیں.....اچھا اب ہم چلتے ہیں۔''

راجہ نے نم آنکھوں سے ان دونوں کو رخصت کیا اور پھر نمرہ کے فون کا انتظار کرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

کئی دن گزرنے کے بعد آج نمرہ کا فون آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ میں آج دوپہر کو لینے آؤں گی اور تم سب پر یہی تاثر دینا کہ تم آج ہی آئے ہو۔ راجہ نے اپنا سب سامان پیک کیا اور بے چینی سے نمرہ کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے کریم شرٹ اور بلو پینٹ پہنی تھی اور مہرون ٹائی بھی لگائی تھی۔ آج بہت لمبے عرصہ کے بعد وہ اتنے اہتمام سے تیار ہوا تھا۔ وہ سب کو اچھا تاثر دینا چاہتا تھا۔ اور لائبہ'' کاش! کہ وہ آج صحیح حالت میں ہوتی۔'' راجہ نے دکھ سے سوچا.....اگر وہ ٹھیک ہوتی تو وہ اسے دیکھ کر کتنا خوش ہوتی۔ آج لائبہ کے بارے میں سوچنا اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ملن کی ساعت قریب سے قریب ہوتی جا رہی

www.urduchannel.in

تھی۔ لائبہ کے خیال سے ہی اس کی رگوں میں سن سناہٹ سی ہونے لگی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اڑ کر لائبہ کے پاس چلا جائے ..... اسے چھوئے ..... اسے احساس دلائے کہ دیکھو ایک پاگل سے لڑکے کے ساتھ سر مار کر تم نے اس پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ آج اسے لگا کہ وہ.....اس کی محبت میں گرفتار ہے.....''کیا؟'' وہ خود حیران رہ گیا۔

''کیا مجھ جیسا.....ظالم، جابر شخص کسی کومل سی نازک سی لڑکی سے محبت کر سکتا ہے.....محبت!''

اس کی سوچ کی سوئی اس لفظ پر اٹک گئی۔

وہ بھی تو محبت ہی تھی جسے اس نے جان بوجھ کر بکھیر ڈالا تھا۔ اسے ایک دم ہی اپنا ہنستا بستا آباد گھر یاد آ گیا۔ دادی اماں ..... چچی جان، بڑی تائی اور اس کی سب سے مظلوم چھوٹی چچی..... جس پر اس نے اتنا بڑا ظلم کیا تھا۔ انہیں بیوہ کر دیا تھا.....اف سوچیں اسے کہاں سے کہاں لے گئیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے اپنے چھوٹے چچا خون میں لت پت پڑے تھے اور اس کے ہاتھ میں کھلا خنجر تھا..... چاروں طرف خون تھا اور ساتھ ہی دبی دبی چیخیں اس کے سر میں ٹیسیں سی اٹھنے لگیں.....اسے لگا اس نے ابھی ابھی اپنے چچا کو مارا ہے۔ ابھی ابھی اس کی چھوٹی چچی جو بہت کم عمر تھیں جو بہت مخلص تھیں جان چھڑکنے والے چچا چچی کا جوڑا ابھی ابھی اس کے ہاتھوں اجڑا ہے۔ ابھی ابھی اس نے ان دو معصوم بچوں کو یتیم کیا ہے.....اس نے حیرانی سے اپنے ہاتھوں کو دیکھا اسے لگ رہا تھا اس کے ہاتھوں پر اس کے چچا کا خون لگا ہوا ہے اسے کسی کی آہوں کی صدائیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ کئی دل اس کے لیے تباہی مانگ رہے تھے۔ خاموش آہیں، ٹوٹے دل، اجڑی آنکھیں کمرے کے چاروں طرف گھومنے لگیں.....اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا دکھتا ہوا سر پکڑا اور بیڈ پر بیٹھتا چلا گیا.....

تبھی کمرے کا دروازہ کھلا اور نمرہ اندر آ گئی۔

''بھائی.....''

اس نے سر پکڑے راجہ کو اس طرح دیکھا تو وہ دوڑ کر اس کے قریب آ گئی۔ مگر وہ

www.urduchannel.in

اس وقت تک بے ہوش ہو چکا تھا.....نمرہ نے گھبرا کر راجہ کی طرف دیکھا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی.....اس نے ریسیپشن سے ڈاکٹر کو فون کیا۔اور دوڑ کر اوپر آ گئی۔چند لمحوں کے بعد ڈاکٹر بھی آ گیا۔

اس وقت تک نمرہ کی کوشش سے راجہ کو کچھ کچھ ہوش آ چکا تھا۔مگر اس کا سر ابھی بھی بری طرح دکھ رہا تھا۔ڈاکٹر نے اس کا مکمل چیک اپ کیا اور نروس سسٹم ڈاؤن ہونے کی وجہ سے بے ہوش ہو جانا بتایا۔کچھ دوائیں دے کر اور خوش رکھنے کی تاکید کر کے چلا گیا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد نمرہ نے راجہ کو دوا کھلائی اور اچانک اس کی طبیعت خرابی کی وجہ پوچھی.....

''بھائی آپ کو کیا ہو گیا تھا.....''

''نمرہ میں اپنے ماضی سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔وہ کالے ناگ کی طرح ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے اس وقت بھی جب میں لائبہ کے بارے میں سوچ رہا تھا تو سارے واقعات میری آنکھوں کے سامنے گھوم گئے اور میں اپنا سر پکڑتا ہوا بیٹھتا چلا گیا''

''بھائی.....نمرہ نے بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ کہا۔بالکل ٹھیک کہا آپ نے.....ماضی بھلایا نہیں جا سکتا.....مگر آپ کو اب تنہا نہیں رہنا چاہئے.....ہمیں دیر ہو رہی ہے۔وہاں دادو بھی ہماری منتظر ہوں گی.....انہوں نے یہی بتایا ہے کہ تم دادو کے سسرال کے رشتہ دار ہو اور تعزیت کے لیے آئے ہو۔'' نمرہ نے جلدی جلدی بکھری ہوئی چیزوں کو سمیٹا اور راجہ کو ساتھ لیے باہر آ گئی۔

نیچے آ کر انہوں نے ہوٹل کا بل ادا کیا اور ٹیکسی سے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆.....☆.....☆

دادو نے راجہ کو کچھ اس طرح ملایا کہ سب نے اسے دادو کا بہت ہی خاص مہمان سمجھا اور خوب اچھی مہمان داری کی۔نمرہ نے اسے لائبہ کے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔

''بھائی خدا کرے لائبہ آپ کو دیکھ کر زندگی کی طرف لوٹ آئے۔''

www.urduchannel.in

''نمرہ اسے لوٹنا ہی ہوگا.....اس نے مجھے زندگی کا مقصد بتایا ہے۔میں اسے کسی بھی طرح زندگی کی طرف لوٹاؤں گا اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو'' نمرہ نے کمرے کا دروازہ کھلتے ہوئے کہا اور لائبہ کو آواز دی.....

کمرے میں مکمل خاموشی تھی۔لائٹ آن کی تو پتا چلا کہ ایک کونے میں وہ سو رہی ہے۔نمرہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی اور اس نے ہلکے ہلکے لائبہ کو آواز دینا شروع کیا۔راجہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سچویشن میں کیا کرے.....نمرہ کے کئی بار آواز دینے پر لائبہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور خوف زدہ نظروں سے نمرہ کو تکنے لگی۔

''لائبہ'' نمرہ نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''لائبہ.....دیکھو کون آیا ہے؟ تمہارا دوست.....تم سے.....ملنے بہت دور سے آیا ہے.....جانتی ہو یہ کون ہے.....یہ.....راجہ ہے.....لال حویلی والے راجہ.....''

لائبہ نے نمرہ کی نظروں کا تعاقب کیا اور راجہ کو حیرانی سے تکنے لگی۔

''ہیلو.....لائبہ''

راجہ نے لائبہ کو مخاطب کیا۔

''کیسی ہو.....؟ دیکھو میں تم سے ملنے آیا ہوں میں راجہ.....!''

مگر سب باتوں کے جواب میں لائبہ صرف خاموشی سے ان دونوں کو تکتی رہی۔

''راجہ بھیا.....آج لائبہ کو ڈاکٹر کو بھی دکھانا ہے۔آپ اس سے باتیں کرنے کی کوشش کریں تب تک میں ڈاکٹر سے ٹائم لے لوں۔''

نمرہ کمرے سے نکل گئی۔اور لائبہ جاتی نمرہ کو دیکھتی رہ گئی۔

''لائبہ.....''

راجہ نے گمبھیر آواز میں لائبہ کو پکارا۔جذبے آپ ہی آپ لہجہ بن گئے اور آواز شدت جذبات سے بھاری ہو گئی.....ابھی کچھ ہی گھنٹوں پہلے یہ معمہ حل ہوا تھا کہ وہ لائبہ سے محبت کرتا ہے.....بے پناہ محبت اور اب اس کی زندگی میں ایسی ہی کسی شخصیت کی

www.urduchannel.in

ضرورت ہے۔اس نے صدق دل سے اپنے رب سے دعا مانگی تھی کہ لائبہ اس کی زندگی میں بہار بن کر شامل ہو جائے۔محبت کے تمام جذبے ایک ساتھ اس پر غالب آ گئے لائبہ کو اس طرح اپنے سامنے دیکھ کر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح بات کریں۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے لائبہ کو مخاطب کیا۔

''لائبہ.....تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا..... میں راجہ ہوں.....وہ لال حویلی والا راجہ ..... اجاڑ ویران راجہ جو تمہاری دادو کی حویلی کے سامنے ہے دیکھو مجھے دیکھو .....اور میری بات دھیان سے سنو.....اگر تم کوشش کرو گی تو تمہیں انشا اللہ کچھ یاد ضرور آئے گا ..... لائبہ میں وہ راجہ ..... جو دسمبر، جنوری کی کڑکتی ٹھنڈ میں سکڑ اسکڑایا اوپر چھت پر پڑا رہتا تھا۔جس کو تم چپکے چپکے کبھی شال اور کبھی کمبل پھینک دیا کرتی تھیں ۔وہی راجہ.....جس سے تمہیں ڈر بھی لگتا تھا۔مگر جس کو ٹھیک کرنے کی تمہیں دھن تھی اور اس دھن میں تم اس کے ہاتھ پیر باندھ کر اس سے باتیں کیا کرتی تھیں .....نمرہ کے ساتھ کھانا لایا کرتی تھیں ..... لائبہ..... مجھے دیکھو..... لائبہ..... میری لائبہ..... میری زندگی.....''

آنسو راجہ کی آنکھوں سے مسلسل جاری تھے۔اس کے ہاتھوں میں لائبہ کے نرم نرم ہاتھ تھے۔جنہیں وہ ہلکے ہلکے سہلا رہا تھا۔کافی دیر کے بعد بھی جب لائبہ کے چہرے پر شناسائی کے کوئی آثار نظر نہیں آئے تب راجہ نے ایک دم بے اختیار ہو کر لائبہ کے ہاتھوں پر اپنے جلتے ہوئے ہونٹ رکھ دئے اور یہی وہ لمحہ تھا جب لائبہ کو راجہ کے جذبہ کی آگہی ہوئی.....راجہ کے تمام جذبات سمٹ کر جیسے لائبہ کے نرم نرم ہاتھوں میں سنسناہٹ بن کر دوڑ گئے۔راجہ کو بھی اپنی رگوں میں یہ سنسناہٹ محسوس ہوئی۔تبھی لائبہ نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ کھینچ لیے اور دور ہوتی چلی گئی۔راجہ نے منھ اٹھا کر لائبہ کو دیکھا..... یہاں اب پہلے والی اجنبیت در آئی تھی۔

''لائبہ.....''

راجہ نے گھڑی کے ہزارویں حصہ میں فیصلہ کر لیا کہ اس کی قربت ہی لائبہ کو زندگی

www.urduchannel.in

کی طرف لا سکتی ہے۔اور نمرہ نے بھی یہی بتایا تھا کہ ڈاکٹر کہتے ہیں.....

''کوئی خوشی کی خبر کوئی نئی خوشی ہی انہیں زندگی کی طرف لوٹا سکتی ہے۔''

تو کیا.....کیا وہ خوشی لائبہ کو میں دے سکتا ہوں۔اوہ خدایا تو کتنا رحیم و کریم ہے تو نے میرے اتنے ڈھیر سارے گناہ معاف کر دئے۔تو کریم ہے.....اوہ میرے پروردگار عالم اور اس کا سر خدا کے آگے جھکتا ہی چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

''دادو مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے.....''

راجہ نے جھکے سر کے ساتھ دادو کے پیروں میں بیٹھتے ہوئے کمزور سی آواز میں کہا۔

''راجہ.....لائبہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

دادو نے راجہ کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بے چینی سے کہا۔

''لائبہ.....''

راجہ نے خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا.....

''دادو میں لائبہ کے بارے میں ہی آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔دادو اگرچہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اتنی بڑی بات کہہ سکوں مگر دادو میں نے .....لائبہ سے ..... ملاقات کے بعد محسوس کیا ہے کہ.....کہ اگر.....اسے بھرپور پیار اور پوری توجہ ملے تو وہ ٹھیک ہو سکتی ہے۔''

''راجہ.....!''

دادو نے حیرت سے راجہ کو دیکھا۔

''دادو..... پلیز میری بات سنیں..... میں واقعی بہت گناہ گار ہوں .....مگر مجھے سنبھالنے والی بھی وہی ہے۔اگر اس نے مجھے نہ سنبھالا ہوتا تو..... میں .....آج بھی یقیناً انھیں اندھیروں میں پڑا ہوتا..... دادو پلیز..... مجھے ایک موقع دیں ..... میں ..... لائبہ کو خوش رکھوں گا..... انشا اللہ..... دادو.....اگر مجھے لائبہ نہ ملی تو میں ..... میں شاید پھر انہیں

www.urduchannel.in

تاریکیوں میں گم ہوجاؤں گا.....دادو پلیز.....''

''دادو.....''

راجہ کی ہچکیاں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں اور دادو حیران پریشان اسے دیکھ رہی تھیں۔

گھڑی فیصلے کی تھی جو بہت مشکل تھا۔ایک طرف بگڑا ہوا شخص تھا جو سدھر چکا تھا اور ایک طرف ان کی پیاری پوتی تھی جس کو وہ اس طرح رسک میں نہیں ڈال سکتی تھیں کہ اچانک نمرہ لائبہ کے ساتھ کمرے میں آئی وہ ڈاکٹر کے پاس سے واپس آئی تھی۔

''دادو.....''

اس نے کمرے میں گھستے ہی دادو کو پکارا مگر اندر کے حالات نے اسے خاموش کر دیا۔راجہ دادو کے گھٹنوں پر سر رکھے زارزار رو رہا تھا اور دادو حیران حیران سی اسے دیکھ رہی تھیں کہ اچانک لائبہ نے آگے بڑھ کر راجہ کا سر دادو کے گھٹنے سے اٹھا کر دیکھا وہ رو رہا تھا۔

''لائبہ.....''

راجہ نے لائبہ کو پکارا

لائبہ نے حیرانی سے دادو کو دیکھا.....پھر نمرہ کو دیکھا.....اور پھر صوفے پر گرتی چلی گئی۔

''لائبہ''

دادو نے چیخ کر لائبہ کو پکارا۔

''لائبہ.....''

نمرہ نے دونوں ہاتھوں سے لائبہ کو جھنجوڑا۔مگر وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔گھر میں عجیب سی بے چینی ایک دم سے پھیل گئی سب لائبہ کے اردگرد جمع ہو گئے.....نمرہ نے دوڑ کر ڈاکٹر کو فون کیا۔راجہ بے چینی سے گیٹ پر ٹہلنے لگا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا ۔ٹینشن سے اس کے سر میں شدید درد ہونے لگا تھا تبھی ڈاکٹر صاحب آ گئے۔نمرہ دوڑ کر انہیں لائبہ کے پاس لے آئی۔لائبہ کو بے ہوش ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا۔ڈاکٹر نے لائبہ کا چیک

www.urduchannel.in

اپ کیا اور مطمئن انداز میں بتایا کہ

''گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔کسی بات نے انھیں متاثر کیا ہے جس کے سبب بے ہوشی طاری ہوگئی ہے۔انھیں زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ممکن ہے جب یہ ہوش میں آئیں گی تو بالکل ٹھیک ہو چکی ہوں.....؟''

''کیا.....؟''

نمرہ نے خوشی سے چیخ کر کہا۔

''ہاں.....کبھی.....کبھی ایسا ہوتا ہے۔میں نے انجکشن دے دیا ہے.....اب یہ کسی بھی وقت ہوش میں آسکتی ہیں۔مگر ابھی انہیں پورے سکون کی ضرورت ہے۔''

''رب تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔''

دادو نے ہاتھ اٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا۔اور پھر سب اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگے۔

تقریباً تین گھنٹے کے بعد لائبہ ہوش میں آئی .....اس وقت .....کمرے میں صرف دادو تھیں۔

''دادو.....''

کمزور سی آواز میں لائبہ نے دادو کو پکارا.....

''پتر میرا پتر.....تو ٹھیک تو ہے۔''

دادو نے خوشی سے لائبہ کا ماتھا چوما۔

''دادو میں ٹھیک ہوں.....''

گھر سے غم کی فضا ہلکے ہلکے کم ہوتی چلی گئی۔لائبہ کے ٹھیک ہونے کی خوشی پورے ماحول کو اپنے حصار میں لیتی چلی گئی.....ایسی ہی ہوتی ہیں یہ خوشیاں جو غم پر سبقت لے جاتی ہیں۔لائبہ راجہ کو اپنے سامنے ایک مکمل انسان کے روپ میں دیکھ کر بہت خوش تھی۔

اس کی خوشی دیکھ کر ہی دادو نے فیصلہ کیا کہ.....راجہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔لائبہ واقعی اس کے ساتھ خوش ہے اگرچہ یہ بہت بڑے دل گردے کا کام ہے مگر لائبہ کی خوشی سب

www.urduchannel.in

سے اول ہے۔

''مجھے اپنے بچوں کی خوشیاں بہت عزیز ہیں رہا''

انہوں نے لائبہ اور راجہ کو خوشی سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر ایک بار پھر خدا سے لائبہ اور راجہ کی خوشیاں مانگیں اور بند آنکھوں سے دلہن بنی لائبہ کو راجہ کے ساتھ رخصت کر دیا۔

❁❁❁

www.urduchannel.in

چبھگوتی ہوں پھر تم دونوں مل کر ملنا اور میں پانی نکال دوں گی۔'' دونوں باس کے آڈر ملتے ہی چل دیں۔

بڑبڑاہٹ تینوں کی جاری تھی ثمن ہی اس گھر کی باس تھی اور لڑکوں کا باس کبیر تھا رومیصہ سرف لے کر حاضر ہوئی اور نصریٰ ٹب لے کر تب جلدی جلدی تینوں نے مل کر عمار کے کپڑے دھونا شروع کر دئے۔ باتھ روم سے شبڑ شبڑ کی آوازیں سن کر تائی اماں نے جھانکا۔

''ارے یہ تم تینوں شام کے وقت کیا کر رہی ہو پاگل ہوئی ہو کیا جو کپڑے دھو رہی ہو۔''

''کیا کریں تائی اماں آپ کے بھتیجے کا آرڈر ہے ورنہ شام کو کوئی بھی فلم نہیں دیکھ پائے گا۔''

نصریٰ نے دل جلے انداز میں ثمن کو دیکھا۔

''بیکار میں مجھے پھنسا دیا مجھے تو فلم دیکھنے کی کوئی ایسی خواہش بھی نہیں تھی۔''

نصریٰ نے ڈرتے ڈرتے ثمن کی طرف دیکھا۔

''کیا کہا.....'' ثمن کے پینٹ نچوڑتے ہاتھ ایک دم رک گئے.....

''نصریٰ تو بالکل گدھی تھی گدھی ہے اور گدھی رہے گی۔ تو فلم چاہے دیکھے یا نہ دیکھے مجھے اس سے کیا مگر کپڑے تو تجھے دھلوانا ہی تھے کیا یہ کام میں اور رومیصہ ہی کرتے.....''

رومیصہ نے برش سے کالر رگڑتے رگڑتے مسکرا کر نصریٰ کو دیکھا۔

''یہ عمار بھائی کیا کسی کارخانے میں کام کرنے لگے ہیں جو یہ شرٹ اتنی کالی کالی ہو رہی ہے۔''

''لگتا تو کچھ ایسا ہی ہے۔''

www.urduchannel.in

نصریٰ نے پینٹ کے پائینچے رگڑتے ہوئے کہا تینوں کے کپڑے شرابور ہو چکے تھے تبھی عمار نے آ کر جھانکا۔

''ہاں شاباش بہت بڑھیا کام کر رہی ہو اچھا بتاؤ کتنے کپڑے رہ گئے ہیں؟''

''عمار بھائی آپ نے ہمیں دھوکا دیا ہے تین جوڑی کپڑے بتائے تھے اور نکلے دس جوڑی.....''

''اب اتنا تو چلتا ہے..... یہ تم لوگ بالکل دھوبن لگ رہی ہو چلو آج مجھے اطمینان ہو گیا اگر کبھی زندگی میں برے حالات آئے تو تم تینوں، لوگوں کے کپڑے دھو دھو کر گزارہ کر سکتی ہو.....''

''کیا.....!'' ثمن جو بہت دیر سے موقع تلاش کر رہی تھی۔ مگا بھر کر عمار پر ٹھنڈا پانی پھینک دیا اور عمار پورا گیلا ہو گیا.....

''تم سب بہت کم بختیں ہو میں تمہارے لیے سموسے لایا تھا۔ اور تم نے مجھے.....''

''کیا سموسے!''

''چلو بھئی نصریٰ رومیصہ، ثمن جلدی جلدی آجاؤ میں سب کے لیے گرما گرم سموسے لائی ہوں۔'' ساریہ کی آواز آنگن میں قریب ہوتی گئی۔ کپڑے پھیلاتے دیکھا تو حیران رہ گئی۔

''ارے ثمن یہ تم لوگ کیا کر رہی ہو یہ عمار بھائی کے کپڑے .....! اور تم لوگ.....؟''

ماریہ نے حیرانی سے ان تینوں کو دیکھا.....

''ارے.....آج ہماری راشی خراب ہے اور یہ سموسے کیا تم لائی ہو؟''

''ہاں میں عمار بھائی کے ساتھ ذرا بازار گئی تھی کچھ بکس خریدنا تھیں۔ عمار بھائی بولے چلو تینوں بلیوں کے لیے سموسے لے لو آج کل تینوں بہت سعادت مند ہو گئی ہیں۔ مجھے کیا پتا سعادت مندی یہ تھی۔''

www.urduchannel.in

''ارے چلو سات بج رہے ہیں ذرا دیر میں عشاء کی اذان ہو جائے گی اور ابھی کافی کام ختم کرنا ہے۔''

رومیصہ نے ٹب اٹھاتے ہوئے کہا پھر تینوں جلدی جلدی ڈرائنگ روم میں گھس گئیں۔ سموسے ٹھنڈے ہو رہے تھے اور نائمہ کو بھنک لگ چکی تھی اس لیے آس پاس ہی ٹہل رہی تھی اور اس کے ٹہلنے کا مقصد تھا کی باقی چھوٹی بڑی سکھیاں بھی ابھی نمودار ہونے والی ہیں۔ جیسے ہی نائمہ ادھر ادھر ہوئی چاروں سموسوں کی تھیلی لے کر رفو چکر ہو گئیں اور وہ بے چاری ڈھونڈتی رہ گئی۔ اللہ اللہ کر کے پونے نو بجے تو عمار پھر ثمن کے سر پر سوار ہو گیا۔

''چلیں مادام آپ کا پکچر ہال تیار ہے۔'' عمار نے جھک کر ثمن کو آنے کی دعوت دی.....

''سچ عمار بھائی.....''

''مادام اور سب لوگ آپ کا ڈنر پر انتظار کر رہے ہیں۔ اپنے چمچوں کے ساتھ تشریف لائیں اور ہم سب کی بھوک مٹائیں۔''

دالان کا منظر نہایت دل کش تھا۔ عمار نے کبیرا اور چھوٹی پارٹی کے ساتھ مل کر ساری سیٹنگ چینج کرا دی تھی۔ سامنے ٹی وی سیٹ رکھا تھا اور پورے دالان میں فرش بچھا ہوا تھا۔ درمیان میں یہاں سے وہاں تک دسترخوان لگا ہوا تھا۔ ان سب نے طے کرا دیا تھا کہ آج پورے گھر یعنی نو فیملیز اور بچے کچے سب ایک ساتھ کھانا کھائیں گے اور اب اس کی پوری تیاری تھی۔

''واؤ عمار بھائی.....آپ نے تو کمال کر دیا.....کتنا اچھا لگ رہا ہے۔''

اس نے دالان پر نظر ڈالی نصریٰ نے کتاب بند کر کے ایک طائرانہ نظر ڈالی اور اپنا کونہ دیکھ کر بیٹھ گئی اور کتاب کھول کر پھر منہ سے لگا لی..... ماریہ نے جلدی جلدی ڈونگے جھانکنا شروع کر دئے.....

''آج تو سب کے کھانے، کھانے کو ملیں گے۔'' فراز اماں کو پکڑ کر دسترخوان پر لا

www.urduchannel.in

رہا تھا اور فہد نے دادی کو آوازیں لگانا شروع کر دیں۔ رفتہ رفتہ سبھی مرد عورتیں اس مغل اعظم کی بدولت وہاں جمع ہو گئے اور سبھی کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ ''سونی ٹی وی'' اپنی فل آواز سے بار بار مغل اعظم کا ٹائم بتا رہا تھا۔ پھر سب جلدی جلدی دسترخوان کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سالن دو جگہ نکالنے کے باوجود بھی سبھی تک پہنچنا مشکل تھا مگر سب بہت خوش تھے اور ایک عجیب سی چہل پہل دسترخوان پر تھی۔ ہر چھوٹا بڑا بہت خوش تھا۔ یہ سماں تو عید پر بھی دیکھنے کو نہیں ملتا۔

''بھئی یہ آئیڈیا کس کا تھا۔''

بڑے چاچا نے سالن کا ڈونگا اپنی طرف کھسکاتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں واقعی بہت مزہ آ رہا ہے۔'' چچا جان نے بھی روٹی توڑتے ہوئے پوچھا

''یہ سب اس شیطان بلی کا کارنامہ ہے۔''

جسے ہم سب ''ثمن کہتے ہیں.....'' کبیر کی بات سبھی لڑکے اور لڑکیوں نے پوری کر دی۔

''کیا ثمن کا.....؟'' کا کی نے بچے کو سالن نکالتے ہوئے ثمن کو دیکھا۔

''ہاں صاحبان اور میرے قدر دان یہ اس کنیز کا آئیڈیا تھا۔''

''بہت اچھا ہے سال میں ایک بار تو مغل اعظم آنی ہی چاہئے۔''

''عمار نے لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا تا کہ میں یہ سب انتظام اور اپنے کپڑے دھلوا سکوں۔''

''کیا.....؟'' پھر ساری داستان دہرائی جانے لگی اور عمار بڑے مزے لے کر سب کو ثمن کے اس طرح کھانا کھانے کی تفصیل بتانے لگا اور اپنے کپڑے دھونے کا بھی ذکر کرتا گیا۔ سبھی لوگ محظوظ ہو رہے تھے تبھی اکبر بادشاہ کی آواز پر سب کی توجہ ٹی وی کی طرف مبذول ہو گئی اور سب اپنی باتوں کو چھوڑ کر ٹی وی دیکھنے لگے۔

آج تو کسی کو پتا ہی نہیں چلا کس کے گھر کیا پکا تھا اور کس نے کیا کیا کھایا اسی ہنسی خوشی کے ماحول میں کھانا ہو گیا اور اب جلدی جلدی سمٹ بھی رہا تھا۔ پھر ایک بار بستر صاف

www.urduchannel.in

ہوئے اور اب سب اپنے اپنے تکیے، کمبل اور مونگ پھلیوں کی تھیلیاں لیے بستر پر اپنے اپنے گروپ بنا کر بیٹھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں سب ہی فلم میں کھو گئے اور دالان میں سناٹا چھاتا چلا گیا یہاں سے وہاں تک بستر لگے ہوئے تھے۔ ایک طرف گرلز اور ان کی برابر بچوں اور ان کی برابر لڑکوں کا گروپ تھا تا کہ تبادلہ خیال کرنے اور لڑنے جھگڑنے میں آسانی رہے۔ اس سے آگے ساری عورتیں بیٹھی تھیں کسی کسی کے ہاتھ میں اون سلائیاں تھیں اور اس کے برابر میں مرد حضرات لیٹے بیٹھے تھے۔ سب سے پیچھے دو کرسیاں پڑی تھیں جس پر تائی اماں اور دادی بیٹھی تھیں۔ ایک گھنٹے کے بعد ہی بچے تو وہیں لڑھک گئے، نیند نے ان پر اس طرح حملہ کیا کہ وہ جیت نہ سکے اور کمبل کی نرم آغوش میں کھو گئے۔ البتہ اور سب کی آنکھیں روشن ستاروں کی طرح ٹی وی پر جمی تھیں۔

☆.....☆.....☆

نصریٰ نے ایک لمبی انگڑائی لی صبح کی نرم نرم ہوا نے اس کے رخساروں کو چھو کر صبح بخیر کہا۔ اس نے اپنے بکھرے بالوں کو سمیٹا اور اپنے اطراف کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ماریہ کے پیر کمبل سے باہر تھے اور سکڑے پڑے تھے۔ البتہ ثمن سارا کمبل اپنے چاروں طرف لپیٹے پڑی تھی۔ رومیصہ آدھی ڈھکی ہوئی تھی اور آدھا اس نے بچوں کا کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ بچے سارے ننگے پڑے تھے اور سکڑے ہوئے تھے۔ ان کا کمبل برابر میں عمار، فہد، حسن اوڑھے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ مونگ پھلیوں کے چھلکے پڑے تھے۔ جہاں رات مرد بیٹھے تھے وہاں سے اخروٹ کے چھلکے بھی نظر آ رہے تھے۔ ''اچھا چپکے چپکے یہ کام ہوا ہے۔'' نصریٰ نے اخروٹ کے چھلکے دیکھ کر دل میں سوچا اور نظروں کو ذرا وسعت دی۔ پوری چاندنی، ملگجی، شکن زدہ اور چھلکوں سے سجی ہوئی تھی۔ نظر پھسلتے پھسلتے آنگن کی طرف گئی۔ سارے آنگن میں چپلوں کا ڈھیر بکھرا پڑا تھا۔ کسی کے ہوائی کسی کے ہیل کے کسی کے بند جوتے اس نے مسکرا کر جائزہ لینا ختم کیا۔ اتنی دیر میں ماریہ بھی اٹھ کر اپنا کلپ تلاش کرنے لگی۔ تا کہ اپنے گھنگھریالے جھبر بالوں کو سمیٹ کر خود کو انسانی شکل دینے کی کوشش کر سکے تبھی اس کی نظر نصریٰ پر اور نصریٰ کی نظر اس پر پڑی تو دونوں بری طرح چیخ اٹھیں ''آ آ'' کی زبردست

www.urduchannel.in

آواز نے برابر سوتے سبھی لوگوں کو اٹھا دیا۔عمار نے آنکھیں مل کر حیرانی سے پوچھا:

''کیا ہوا تم دونوں کیوں.....؟'' مگر اس کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا اور وہ بھی چیخ مار کر ان دونوں کی چیخ میں شامل ہو گیا۔

تبھی ثمن نے عمار کی کمر پر ایک چانٹا مارا:

''کیا ہوا عمار بھائی.....؟''

اب تو سبھی ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔جولڑکی اٹھ رہی تھی اسے دیکھ کر باقی سب چیخ رہے تھے پھر رفتہ رفتہ یہ چیخیں قہقہوں میں تبدیل ہو گئیں اور سب کا ہنستے ہنستے برا حال تھا۔عمار نے چیخ چیخ کر سبھی کو جمع کر لیا تھا۔ بچے حیرانی سے اپنی اپیوں کو دیکھ رہے تھے جو اس وقت پہچان سے باہر تھیں کسی کا منھ کالا، کسی کا نیلا اور کسی کا مہرون، سرخ ہو رہا تھا۔ ثمن تو بالکل قبائلی، جنگلی بلی لگ رہی تھی۔اس کا ماتھا نیلا، گال لال اور باقی چہرہ کالا ہو رہا تھا۔سب کا ہنستے ہنستے پیٹ میں درد ہو گیا اور لڑکیوں کا بس نہیں چل رہا تھا۔

''کہ کیا کریں آخر یہ سب کس نے کیا.....؟'' ثمن نے دل میں سوچا تبھی اس کی نظر سب پر پڑی وہاں سب ہی موجود تھے۔سوائے اس ببر شیر کے جسے کبیر کہتے ہیں۔

''کبیر میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔''

اس نے چاروں طرف نظریں گھمائیں تو سامنے چھت پر جوگنگ ڈریس میں کبیر کھڑا تھا اور مند مند مسکرا رہا تھا۔

''کبیر بھائی.....!'' سبھی نے ثمن کی نظروں کا تعاقب کیا اور ثمن تو جنگلی شیرنی کی طرح چھت کی طرف دوڑ گئی۔کبیر اپنی جگہ سے کودتا ہوا دوسری چھت پر چلا گیا اور ثمن بھی پھلانگتی ہوئی کبیر کے پیچھے چلی گئی۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟

''کبیر بھائی.....'' ثمن نے غصہ سے گھورتے ہوئے اپنے لمبے لمبے ناخون کبیر کے چہرے کے قریب کئے جنہیں کبیر نے اپنے ہاتھ میں ہی جکڑ لیا۔

''کیا ہوا جنگلی بلی یہ میرا اس دن والا بدلہ تھا جو تم نے ٹھنڈا پانی میرے سر پر ڈالا تھا۔''

www.urduchannel.in

''ہوں.....'' ثمن نے اپنے ناخون اس کے چہرے کے اور قریب کئے..... اور اسی مار کٹائی کی کوشش میں ثمن کے بال کبیر کی گھڑی میں الجھ گئے تکلیف کی آواز اس کے حلق سے نکلی اور آنسو اس کی آنکھوں میں آ گئے۔کبیر نے جھٹ پٹ اس کا سر اپنے ہاتھ پر رکھا اور اس کے الجھے بالوں کو نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔

''ویسے لگ بہت پیاری رہی ہو ایک فوٹو تو لے ہی لوں۔'' کبیر نے شرارت سے سوچا اور بال نکالتے ہاتھوں کو روک کر اپنا موبائل نکال کر اس کا ایک فوٹو لے لیا.....

''I like it.'' ثمن نے کبیر کی آنکھوں میں دیکھا لمحہ بھر کو دونوں کو احساس ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آج کوئی نیا رنگ آیا تھا۔ جو لمحہ بھر ٹھہرا اور چلا گیا۔کبیر نے چند ثانیہ ثمن کو نئی نئی نظروں سے دیکھا ان نظروں سے جس سے آج سے پہلے اس نے ثمن کو نہیں دیکھا تھا۔چند لمحوں کے لیے ثمن بھی اپنی تکلیف بھول گئی۔تبھی دھڑ دھڑ کی آوازیں آنے لگیں باقی فوج اوپر آ چکی تھی۔کبیر نے ثمن کے بال نکالے اور دونوں سیدھے ہو گئے کچھ ہوا تھا جو لمحہ بھر ٹھہر کر ان کی دنیا بدل کر چلا گیا تھا۔آج صبح صبح نئی آگہی ہوئی تھی۔آج کا سورج کچھ نیا لایا تھا۔گزری رات پچھلی تمام زندگی لے گئی تھی اور آج سے ایک نئی رات نئی صبح ان کی زندگی میں داخل ہوئی تھی۔

☆.....☆.....☆

پورے پورے صابن اور گرم پانی کے بھگونے بھی دن بھر ان سب کی رنگائی پتائی صاف نہ کر سکے۔لگ رہا تھا سب نے ہولی کھیلی ہے۔سارا دن لڑکیوں کی بڑبڑاہٹ اور بدلہ لینے کی نئی نئی تراکیب سامنے آتی گئیں مگر ثمن آج چپ تھی۔اس بات کو سبھی نے محسوس کیا اور پوچھا بھی مگر اس نے ''غصہ ہے.....'' کہہ کر ٹال دیا اور دن بھر کبیر کا سامنا بھی نہیں کیا۔

آج اس نے اپنے دل کو ٹٹولا تو اسے لگا آج اس کا دل کبیر بھائی کے نام پر کچھ بے ترتیب ہو رہا ہے۔بدن میں سنسناہٹ دوڑ رہی ہے اور دل پر کچھ بوجھ سا ہے۔آج پہلی بار اس نے کبیر سے اپنا فوٹو دیکھنے کی بھی ضد نہیں کی جو ہمیشہ کیا کرتی تھی۔آج اس نے محسوس کیا تھا کہ کبیر بھی اس کے سامنے نہیں آیا۔کچھ تو تھا ان نظروں میں۔

www.urduchannel.in

''مگر کہیں یہ میرا وہم تو نہیں؟ وہم اگر ہوتا تو آج سے پہلے کیوں نہ ہوا۔ کیوں میری رگوں میں نیا خون دوڑ رہا ہے؟ کیوں دل کی دھڑکن کو چھپانا پڑ رہا ہے؟ کہ کہیں اور کوئی نہ سن لے کیوں کبیر کے خیال سے خود کو دور کرنا پڑ رہا ہے کیوں لگ رہا ہے کہ سب مجھے دیکھ رہے ہیں۔ انہیں سوچوں نے اسے دن بھر گھیرے رکھا..... اور رات بھر اس کی ساتھی بنی رہیں.....''

پھر کئی دن تک اس کا اور کبیر کا سامنا نہیں ہوا اکثر یہ ہوا کہ کبیر اگر سامنے کہیں قریب ہوتا تو وہ وہاں سے ٹل جاتی یا اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی کوشش میں ادھر دیکھتی بھی نہیں..... ماریہ کا خیال تھا کہ

''کبیر بھائی..... ثمن آپ سے بہت ناراض ہے اس لیے بات نہیں کر رہی ہے.....''

کبیر نے بھی کسی کام سے اسے آواز تک نہ دی پھر کئی دن گزر گئے۔ ہفتہ بھر مگر ان دونوں کا سامنا نہیں ہوا۔ مگر ثمن کے دل نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ

''کبیر کی نظریں اسے نئے پیغامات دے رہی ہیں..... کچھ نئے سپنے، نئے انداز کبیر کی نظروں میں تھے جو ہفتہ بھر بعد ملاقات سے اسے معلوم ہوئے تھے۔ وہ گھبرا کر نظریں نیچی کر لیتی..... اور ہٹ جاتی مگر..... ایک نئی دنیا اس کے دل میں بھی آباد ہونے لگی تھی۔ حالانکہ اس نے اس راہ پر قدم رکھنے سے اپنے دل کو بہت روکا تھا اور بہت سوچا تھا اپنے اور کبیر کے بارے میں.....''

کبیر اس کے بڑے چچا کا بڑا بیٹا تھا۔ تعلیم کا آخری سال تھا۔ MSc کے بعد انشاءاللہ اچھی جاب مل جائے گی۔ وہ بھی B.com کر رہی تھی۔ عمر میں بھی دونوں کی کوئی خاص فرق نہیں تھا۔ کبیر کے کندھوں پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں تھی جو اس کو انتظار کی سولی پر چڑھاتی ویسے بھی ابھی تو اس کے ابو کے ذہن میں ایسی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ ابھی تو اس نے اپنے بارے میں ایسا کوئی ذکر سنا ہی نہیں تھا۔ اسی خیال کے ساتھ اسے اپنی پیاری بہن ثریا یاد آئی جو اس کی تائی اماں کی چھوٹی بیٹی تھی۔ اس کے تایا ابا کی لاڈلی بیٹی نہایت حسین، کومل، نرم ایسی جیسے کلیوں کو چھو لیا ہو..... گلابی رنگ سنہری سنہری بال..... جس کی

www.urduchannel.in

بہت کم عمری میں شادی ہو گئی تھی۔ تایا ابا نے بڑے ارمان سے اس کی شادی کی تھی۔ حالانکہ ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی۔ صرف انٹر ہی کیا تھا بلکہ پورا بھی نہیں کیا تھا۔ گیارہویں ہی پاس کی تھی کہ اس کے حسن سے مرعوب ہو کر ایک اچھا رشتہ آیا..... رشتہ تو اس کے چودہ سال کی عمر سے ہی آنے لگے تھے۔ جہاں جاتی دوسرے دن عورتیں گھر پر اس کا رشتہ لیے چلی آتیں۔ تائی اماں کی چہیتی لاڈلی اکلوتی بیٹی چار بھائیوں کی بہن..... اور پورے گھر کی سونے چاندی کی گڑیا..... چچا جان تو اسے ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے۔ ''سونے چاندی کی گڑیا'' پھر لاکھ منع کرنے کے بعد بھی نصیب نے زور مارا اور شیراز اسے بیاہ کر لے گئے۔ تائی اماں نے اس کے پیدا ہونے کے بعد سے ہی اپنے ارمان ایک بڑے بکس میں سنجو سنجو کر رکھنا شروع کر دئے تھے۔ جو اس کی شادی کے وقت نکلے اور جس کو دیکھ کر ہم سب نے بہت ہنسی بھی اڑائی تھی۔ گھر کی پہلی شادی تھی سب کو بڑا ارمان تھا۔ اس سونے چاندی کی گڑیا کی شادی کا .....اس کی آنکھوں میں بھی تو انوکھے انوکھے سپنے نظر آنے لگے تھے۔ شیراز بھائی خاصے اچھے بھلے آدمی معلوم ہوئے تھے۔ سب گھر والے نہایت شریف اور سلجھے ہوئے سلیقے والے لوگ لگے تھے۔ ان کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے ثریا بیاہ کر ان کے گھر چلی گئی..... تایا ابا نے لاکھوں کی شادی کی تھی۔ اپنی ساری جمع پونجی یہ کہہ کر لگا دی تھی کہ بیٹے اللہ کرے گا خود کفیل ہوں گے۔ میں تو اپنی گڑیا کی شادی میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھوں گا۔ لاکھوں کا سامان لے کر گئی تھی۔ مگر..... مگر..... ان ظالموں نے..... اسے مار ڈالا..... شروع شروع میں تو سب اچھا ہوا پھر ان کی زبان کھلنے لگی اور آئے دن ثریا گھر آ کر رونے لگی..... تایا ابا نے کئی بار بات بھی کی۔ ان کی مانگ بھی پوری کی اس آس میں کہ ان کی دھڑکن ان کے جگر کے ٹکڑے کا گھر بسا رہے..... مگر ان ظالموں نے..... ثریا کو..... ایک دن جلا کر کھڑکی سے نیچے پھینک کر مار ڈالا اور گھر سے باہر بھاگ گئے..... ہائے ثریا.....!'' ثمن کی آنکھوں میں ایک تصویر آ رہی تھی اور جا رہی تھی۔ پڑوس کے لوگوں نے فون کر کے بتایا تھا تب تایا ابا اس کی لاش پتلی سی تنگ گلی سے بلکہ کوڑے کے ڈھیر سے اٹھا کر لائے تھے۔ دراصل وہ گلی تھی ہی نہیں آب چک تھی جو اب کوڑا گھر بن چکی تھی۔ کیسا کہرام مچا تھا گھر میں، تائی اماں تو مر ہی گئی تھیں اگر

www.urduchannel.in

تایا ابا کو ہارٹ اٹیک نہ آتا تو وہ شاید خود کو کبھی نہ سنبھال پاتیں۔ بیس سال کی ان کی گڑیا جیسی بچی جسے انسانوں نے درندوں کی طرح جہیز کی خاطر مار ڈالا تھا..... پھر سب کچھ ہوا مگر ہمیشہ کی طرح سب مجرم صاف نکل گئے۔ تائی اماں نے فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا اور تایا ابا میں لگ گئیں۔

مگر تایا ابا اس حادثہ کو برداشت نہ کر سکے اور ثریا کے انتقال کے پندرہ دن بعد چل بسے ہائے .....! کیسا ماتم تھا گھر میں ایک ساتھ دو دو جنازے نکلے تھے۔ آج بھی ثریا کا جلا ہوا جسم یاد آتا ہے تو روح کانپ اٹھتی ہے۔ اس کا چہرہ جل کر تپ کر سفید ہو چکا تھا سارے بال جل کر خاک ہو گئے تھے۔ کیسا دل پھٹا تھا ان بھائیوں کا جنہوں نے سال بھر پہلے اپنی بہن کی ڈولی اٹھائی تھی اور سال بھر بعد اس کا جنازہ بعد میں پتا چلا تھا کہ وہ ایک ننھی سی جان کو بھی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ تائی اماں تو جیسے پاگل سی ہو گئی تھیں ..... کس کس طرح گھر والے اس غم سے ابھرے تھے۔ ہفتوں کوئی دسترخوان پر نہیں آیا تھا بس زندگی گزارنے کے لیے پیٹ بھر رہے تھے۔ کوئی کسی سے بات بھی نہیں کرتا تھا اور بچے تو جیسے کھیلنا ہی بھول گئے تھے۔ چھوٹے بچے تو اکیلے کمرے میں جانے سے بھی ڈرنے لگے تھے کہ ثریا آپی نظر آتی ہیں۔ سارا منظر ثمن کی آنکھوں میں فلم کی طرح گھوم گیا اور اس نے اسی دن عہد کیا تھا کہ وہ شادی نہیں کرے گی..... مگر اب کبیر نے اس کے دل پر اچانک دستک دی تھی جس کا اندازہ شاید کبیر کو بھی نہیں تھا۔

یہ کیسے جذبے ہوتے ہیں جو آپ ہی آپ دل میں اتر آتے ہیں اس نے ہر پہلو سے اپنے اور کبیر کے بارے میں سوچا تھا۔ مبادا یہ آگ اس کا دامن جلا ڈالے کہیں دل کا روگ اس کی زندگی کا ناسور نہ بن جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اتنا آگے نکل جائے کہ پیچھے لوٹنے کے تمام راستے بند ہو جائیں اور پھر اس سے لوٹنے کو کہا جائے ..... حالانکہ وہ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کا شادی نہ کرنے کا فیصلہ کوئی نہیں مانے گا مگر جب جب اسے ثریا کا جلتا، تڑپتا وجود یاد آتا تو وہ تڑپ اٹھتی اسے لگتا ثریا کی سسکیاں چاروں طرف ابھر رہی ہوں۔ کبھی اسے ثریا جلتی ہوئی مدد کے لیے پکارتی ہوئی نظر آتی، اکثر کسی چھوٹے موٹے

www.urduchannel.in

ہونے والے حادثہ کے بعد اسے ثریا کی تکلیف کا احساس ہوتا۔ ظالموں نے کس بے دردی سے اسے مار ڈالا اور وہ دروازہ اندر سے کھول دیا۔ جو اس آب چک کی طرف کھلتا تھا تاکہ وہ مدد کے لیے اس طرف بھاگے اور گر کر رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے ..... اف میرے اللہ موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے گرنے لگے ..... اور پھر ذہن کبیر کی طرف چلا گیا۔ ہاں ..... یہ ممکن تھا کہ اس کا اور کبیر کا ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بندھ جائے کوئی ایسے نامساعد حالات اس کی نظر میں نہیں آئے جو ان دونوں کو اس بندھن میں بندھنے سے روک سکیں ..... خیر جو ہوگا دیکھا جائے گا ..... دل نے مسکرا کر ہمت بندھائی اور کبیر کے تصور نے پھر اس کی دھڑکن تیز کر دی۔

اب ثمن کی اس بیماری کا اندازہ ماریہ، رومیصہ، نصریٰ کو بھی ہو چکا تھا۔ نصریٰ کا مطالعہ کہتا تھا:

''عشق و محبت سب بے کار چیزیں ہیں بس زندگی گزارنی ہے ایک اچھا سا لڑکا پسند کرو اور شادی کر لو۔ یہ دل کی دنیا آباد کرنا اور پھر تمام زندگی اس کی بربادی پر رونا اسے بالکل پسند نہیں تھا۔''

ثمن نے اب اکثر کبیر کے سوالات اس کی آنکھوں میں پڑھے تھے اور یقیناً اس کی آنکھوں نے ان سوالات کے جواب بھی ارسال کئے ہوں گے ..... نہ کوئی لفظ ان کے درمیان تھا، نہ کوئی خط، نہ کوئی عہد و پیماں باندھے گئے تھے۔ مگر دونوں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بھر کے خواب دیکھ چکے تھے۔ کبیر اسے بہت چاہتا ہے اس کا احساس اس کی آنکھوں سے ہی ہوا تھا اور وہ ..... ہاں وہ ..... ڈائری .....!

ثمن نے اٹھ کر اپنی ڈائری نکالی ..... اسے یاد آیا پچھلے مہینے وہ اپنی ڈائری پر کام کر رہی تھی کہ ماریہ نے اسے بازار جانے کے لیے اتنا مجبور کیا کہ وہ اپنا سب سامان ایسے ہی چھوڑ کر اس کے ساتھ چلی گئی ..... شام کو جب واپس آئی تو اس نے اپنی بکھری ہوئی چیزوں کو سمیٹا ..... تبھی اس کی نظر اپنی ڈائری کے اس ورق پر پڑی جہاں کبیر کی رائٹنگ میں کچھ لکھا تھا۔ اس نے کھول کر پڑھا:

www.urduchannel.in

زندگی میں تو سبھی پیار کیا کرتے ہیں
میں تو مر کر بھی میری جاں تجھے چاہوں گا

دھک اس کا دل اتنی زور سے دھڑکا..... یہ کب اور کیوں لکھا ہے.....؟ پھر اس نے سمجھ لیا کہ یہ میری غیر موجودگی میں کبیر نے..... اس سے زیادہ واضح ثبوت اس کی چاہت کا اور کیا ہوگا اس کے دل نے یقین کیا اور ڈائری کو چھپا کر رکھ دیا۔

☆.....☆.....☆

انہیں دنوں چچا جان کو کمپنی کی طرف سے ایک فلیٹ مل گیا اور وہ اپنی فیملی کے ساتھ اس میں شفٹ ہونا چاہتے تھے۔ ماریہ کا تو رو رو کر برا حال تھا۔ فہد بھی اپنے ساتھیوں سے بچھڑنے کے غم سے نڈھال تھا۔ ننھی ثمین تو ابھی جھولے کے مزے لیتی تھی اسے اس زندگی کا کچھ پتا نہیں تھا۔ شبانہ چاچی کا دل بھی بہت گھبرا رہا تھا۔ مگر جانا ضروری تھا۔ ایک تو اب یہ بڑا گھر چھوٹا لگنے لگا تھا سب کے بچے بڑے ہو گئے تھے۔ دوسرے فلیٹ میں رہنا کمپنی کا آرڈر تھا۔ اسی طرح روتے رلاتے جانے کا دن بھی آ گیا جانے سے ایک ہفتہ قبل ماریہ نے محسوس کیا تھا کہ حسن اس سے کچھ کہنا چاہتا ہے مگر کہہ نہیں پاتا..... نہ جانے کیوں اسے لگا تھا کہ اب اچانک حسن کی نظروں کا انداز اسے پہلے کی طرح دیکھنے والا نہیں رہا۔ اس کی نظریں اب کچھ اور کہنا چاہتی ہیں۔ ماریہ کے ذہن میں یہ سمجھ میں نہ آنے والی نظریں اکثر گھوما کرتی تھیں..... مگر وہ کچھ سمجھ نہیں پاتی تھی۔ حسن اس کی تائی اماں کا بڑا لاڈلا پوتا تھا۔ جو پڑھائی کے سلسلے میں دو سال سے باہر گیا ہوا تھا اور ابھی عید سے پہلے ہی اپنے شہر واپس آیا تھا۔ سنجیدہ مزاج کا سوبر سوبر سا یہ بندہ جو صرف مسکرانا جانتا تھا۔ اسے اکثر اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور کیا کرتا تھا۔ اس کا آئیڈیل بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ خاموش مزاج، سنجیدہ، سوبر سا شخص جس کی زبان سے زیادہ آنکھیں بولتی ہوں۔ جو کہنے میں نہیں کرنے میں یقین رکھتا ہو مگر یہ ایسی سوچ ہوتی ہے کہ لڑکی اسے صرف اپنے ذہن تک ہی محفوظ رکھ سکتی ہے۔ ابھی ہمارے معاشرے میں اتنی آزادی نہیں آئی ہے کہ شریف گھرانے کی لڑکیاں بھی اپنی پسند کے لڑکے کا ذکر اپنے والدین سے کر سکیں اگرچہ یہ ان کا حق ہی کیوں نہ ہو۔

www.urduchannel.in

اسے ادراک ہوا تھا کہ حسن کے بارے میں اس نے جو سوچا تھا وہی جذبے اس کی آنکھوں سے صاف جھلک رہے تھے۔ یہ ہمیشہ خاموش رہنے والا بندہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے.....؟ مگر اس کا اندازہ کسی کو نہ ہو سکا اسے خود کو بھی نہیں..... اور جب یہ عقدہ اس پر کھلا تب وہ ان سے دور جا رہی ہے..... ''چلو اچھا ہے میرا راز راز ہی رہے گا.....'' اس نے نظریں جھکا کر حسن کو الوداع کہا اور آگے بڑھ گئی.....

''ہم سب صبح آپ کے گھر آئیں گے شبانہ چاچی.....''

ثمن نے زور زور سے چیخ کر کہا.....

''بس ایک رات کی بات ہے۔''

اور اس طرح چچا جان اس گھر سے رخصت ہو کر نئے گھر میں آباد ہو گئے..... ماریہ کا دل بہت اداس تھا۔ مگر حسن کی محبت کے نئے جگمگاتے دیئے نے اس کے دل کی اداسی کافی حد تک دور کر دی تھی اب جب بھی خالی وقت ملتا وہ کسی اور ہی دنیا میں پہنچ جاتی ویسے بھی جب محبت کا سرور چھاتا ہے تو فرصت کیا اور مصروفیت کیا ہر وقت ذہن اسی شئے میں ڈوبا رہتا ہے۔ حسن کی سنگت اس کے لیے واقعی خوش نصیبی کی بات تھی۔ نہایت محنتی اور قابل لڑکا تھا..... مگر اسے اکثر لگا کرتا تھا کہ دینا پھوپھو اسے اپنے بڑے بیٹے کے لیے شاید پسند کرتی ہیں۔

جانے والے دن حسن نے اسے اس کے کمرے میں آ کر ایک پیکٹ دیا تھا۔ یہ کہہ کر کہ یہ اس کی طرف سے اس کا الوداعی گفٹ ہے۔

''مگر صرف تم تک یہ بات رہے.....''

جلتی دوپہر میں یوں اچانک اس کے کمرے میں حسن کا آنا اور اتنی عجلت میں بات کہہ کر چلے جانا..... اس کے پیکنگ کرتے ہاتھ رک گئے..... اس نے چاہا کہ وہ حسن بھائی کو بیٹھنے کو کہے مگر وہ جب تک جا چکے تھے۔

تب ماریہ نے کپکپاتے ہاتھوں سے اس کا گفٹ کھولا..... اندر ایک نہایت ہی سافٹ سا دل کی شکل کا ایک سافٹ ٹوائے (کھلونا) تھا جس پر .ImissYou'' لکھا تھا.....

www.urduchannel.in

''یا اللہ.....تو کیا حسن .....کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی وقت کوئی جذبہ میری آنکھوں سے انہوں نے پڑھ لیا ہو اور.....نہیں نہیں ایسا ہو نہیں سکتا.....مگر.....؟''

پھر وہ سب اس گھر سے رخصت ہو گئے ہمیشہ کے لیے ۔ چچا جان شبانہ چچی دونوں کا ہی برا حال تھا اور بچے تو بار بار اپنے ننھے یار فہد اور ننھی پری سی کائنات سے مل کر رو رہے تھے ۔ دادی بھی فی الحال ان کے ساتھ روانہ ہو گئی تھیں ۔ اس خیال سے کہ اتنے لوگوں میں سے جا کر تنہائی میں رہنا آسان نہیں ویسے بھی نئے گھر کے ساتھ شبانہ بچوں کو سنبھالے گی یا گھر کو..... جاتے جاتے ماریہ نے حسن کی طرف دیکھا تھا اور اسی لمحے ماریہ نے محسوس کیا تھا کہ ایک پختہ عہد تھا خاموش محبت بن کر حسن کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا ۔ اسی عہد نے ماریہ کے اندر تک سکون پھیلا دیا تھا اور اس ننھے سے آس کے چراغ کے ساتھ اب اس اکیلے گھر میں روشنی پھیلا رہی تھی ۔ آس کا جگنو ہر رات چمکتا تھا اور ہر صبح سورج بن کر افق پر پھیل جاتا ۔

انہیں دنوں اسے پتا چلا کہ عمار نے رومیصہ میں دل چسپی لینی شروع کر دی ہے اور وہ اسے اٹھتے بیٹھتے ٹوکنے لگا تھا ۔ حالانکہ اس خبر کی خبر ابھی بڑوں کو نہیں ہوئی تھی اور شاید ہو بھی نہیں سکتی تھی یہ گروپ اپنی باتیں کبھی بڑوں تک پہنچنے نہیں دیتا تھا ۔ یہ خبر اسے نصریٰ نے فون پر دی تھی ۔

''حالانکہ رومیصہ ابھی تک منع کر رہی ہے مگر اس کی آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ وہ اس راہ پر بہت آگے نکل چکی ہے ۔''

''اور تم.....'' ماریہ نے اس بقراط کی بہن کو چھیڑا

''ہم تو درویش صفت انسان ہیں دنیا میں خالی ہاتھ آئے ہیں. خالی ہاتھ چلے جائیں گے ۔'' نصریٰ نے فلاسفر والے انداز میں کہا.....

سبھی لوگوں کو شبانہ چچی کے جانے کا بہت افسوس تھا ۔ وہ تھیں ہی اتنی باغ و بہار طبیعت کی مالک ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی تھیں ۔ ہر دکھ پریشانی کو خود سے دور رکھ کر زندگی گزارا کرتی تھیں ۔ حالانکہ ماریہ میں اتنی شوخی نہیں تھی مگر پھر بھی سانولی رنگت والی یہ لڑکی بہت

www.urduchannel.in

نرم مزاج تھی اور اپنی اس نرم مزاجی کے سبب سب کے دلوں پر براجمان بھی تھی ۔ ویسے بھی دن و رات ایک ہی چھت کے نیچے رہنے سے وہ سب یہ بھول گئے تھے کہ ان کا آپس میں رشتہ کیا ہے؟ بس ہر چیز تھی تو سب کی تھی ورنہ کسی کی نہیں تھی ۔ لڑکوں کے سارے کپڑے آپس میں ایک دوسرے کے تھے ۔ بغیر اجازت استعمال کیا کرتے تھے حالانکہ حسن کو یہ عادت پسند نہیں تھی مگر اس بے چارے سنجیدہ بندے کی سنتا کون تھا ۔ پچھلی عید پر تو حد ہی ہو گئی تھی ۔ حسن نے جو کرتہ پائجامہ اپنے لیے لیا تھا وہ عمار کو اتنا پسند آیا تھا کہ اس نے چاند رات کو ہی اسے اس کی الماری میں سے اڑا لیا تھا اور اس کی جگہ اپنا سادہ سا ٹیلر کا سلا کرتہ پائجامہ رکھ دیا تھا ۔ صبح کو حسن اس کرتے پائجامہ کو ڈھونڈتا ڈھونڈتا پرانے الوداع کے کپڑے پہن کر ہی عید کی نماز پڑھنے چلا گیا تھا اور عمار تو.....صبح ہی غائب ہو گیا تھا ۔ سب کو حیرانی تھی کہ یہ ہوا کیا؟ مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ۔ وہ تو عید گاہ میں جب عمار حسن سے گلے ملنے آگے بڑھا تو حسن اس کے کپڑے دیکھ کر دنگ رہ گیا.....تب عمار نے شوخی سے ایک مکا اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر عید مبارک کہہ کر اسے گلے لگا لیا تھا.....حسن اتنے لوگوں کی موجودگی میں کچھ نہ کہہ سکا مگر گھر آ کر .....عمار کو لگا اس کی خیر نہیں.....حسن کا غصہ کے مارے برا حال تھا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسن کا عید کے دن بھی روزہ رہا ۔ پھر عمار نے بہت جتن کر کے اسے منایا تھا ۔ عید کی شام سبھی لڑکے لڑکیاں ایک ایک گلاب کا پھول لے کر حسن کے کمرے میں اسے منانے گئے تھے ۔ ہر پانچ منٹ بعد گلاب کے پھول نے اس کا کمرہ مہکا دیا تھا ۔ سب سے بعد میں ماریہ پھول لے کر داخل ہوئی اس نے اپنے آپ کو بہت نارمل رکھ کر کمرے میں قدم رکھا تھا اور اس کا پھول حسن نے بہت شکریہ کہہ کر اپنے تکیہ کے پاس ہی رکھ لیا تھا.....جسے دیکھ کر سب نے نظریں گھما گھما کر ایک دوسرے کو اشارے بھی کئے تھے مگر حسن کی گہری فطرت نے کسی پر کچھ بھی ظاہر ہونے نہیں دیا تھا ۔ اس لیے سب اس بات کو یوں ہی اڑا چکے تھے ۔

☆.....☆.....☆

وقت نے سب کو الگ لگ کر دیا تھا ۔ سب ہی پڑھائیوں میں مصروف ہو گئے تھے ۔ لڑکیوں کا فائنل ایر تھا اور لڑکے بھی پوری توجہ سے اپنی پڑھائیوں میں لگے ہوئے

www.urduchannel.in

تھے۔حسن کو ایک اچھی جاب مل گئی تھی اور کبیر کو ایک انگلش میڈیم اسکول میں معقول سروس مل گئی تھی اور اس نے اپنا کو چنگ بھی کھول لیا تھا۔ چھوٹے بچے بھی اب تھوڑے بڑے ہو گئے تھے اور ذرا گھر میں سنجیدگی آتی جا رہی تھی۔ مگر کبھی کبھی ہر چھوٹا بڑا اپنی عمر بھول جاتا تھا۔

گھر میں اب اکثر لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کے ذکر ہونے لگے تھے۔ دینا پھوپھو نے ماریہ کا ہاتھ اپنے سبحان کے لیے مانگا تھا مگر..... چچا جان کی خواہش ہونے پر بھی چچی جان نے منع کر دیا تھا۔ انہیں اچھی طرح اندازہ تھا کہ ان کی بیٹی اس گھر میں سیٹ نہیں ہو پائے گی۔ حالانکہ دینا پھوپھو کو کچھ ناگوار بھی ہوا تھا مگر ایک دن شبانہ چچی نے دینا پھوپھو کو بیٹھ کر اس طرح سمجھایا کہ وہ بھی بہ خوشی مان گئیں۔ ثمن کو ان کا انداز بہت پسند آیا تھا۔ حالانکہ یہ بات وہ اکیلے میں کر رہی تھیں مگر ثمن سے گھر کی کون سی ایسی بات تھی جو چھپی رہ سکتی تھی۔ اس نے سنا تھا شبانہ چچی کہہ رہی تھیں:

''دینا..... مجھے غلط مت سمجھنا دراصل یہ فیصلہ میرا کسی اور وجہ سے نہیں ہے مجھے تم بہت عزیز ہو اس گھر کو میں نے ہمیشہ اپنا گھر سمجھا ہے۔ اس کے لیے مجھے اندازہ ہے کہ کسی کو ثبوت دینے کی ضرورت نہیں ہے مگر مجھے اچھی طرح اپنی بیٹی کا مزاج اور تمہارے بھرے پرے گھر کے حالات، مزاج اور رہن سہن کا اندازہ ہے۔ وہ کبھی بھی اس گھر میں سیٹ نہیں ہو پاتی۔ ہاں سمجھوتہ ضرور کر لیتی جو میں نہیں چاہتی میں چاہتی ہوں ہماری ساری بچیاں اپنے اپنے مزاجوں کے اعتبار سے بیاہی جائیں۔ حالانکہ یہ سب قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں مگر پھر بھی ہم سوچ سمجھ کر فیصلہ تو کر سکتے ہیں۔ میری بات کا میرے انکار کا برا مت ماننا سبحان بھی میرا بچہ ہے۔ مگر میری بچی تمہارے گھر میں سیٹ نہیں ہو پاتی اور مجھے اچھی طرح اندازہ ہے کہ اس وقت کی جذباتی ٹھیس تمہیں تمام عمر سکھ دینے کے لیے ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ ہمارے دلوں میں کوئی کڑواہٹ ایک دوسرے کے لیے پیدا ہو..... ہاں نصریٰ ایسی لڑکی ہے جو تمہارے گھر میں سیٹ ہو سکتی ہے اگر تم چاہو تو.....''

دینا پھوپھو کو ان کی یہ بات اس وقت تو بری لگی تھی اور انہوں نے جذبات میں آ کر نصریٰ کو پرپوز بھی کر دیا اور نصریٰ کا رشتہ سبحان سے طے بھی ہو گیا..... اور بقرعید کے بعد

www.urduchannel.in

پھوپھو نے شادی بھی طے کر دی..... وہ شاید شبانہ چاچی کو احساس دلانا چاہتی تھیں کہ دیکھو میں یہ سب کر سکتی ہوں..... مگر شبانہ چاچی پر ان کی ان باتوں کا کوئی اثر نہیں تھا۔ یہ سب تو خدا کے حکم سے ہو رہا تھا۔ پھر نصریٰ دلہن بن کر دینا پھوپھو کے گھر چلی گئی۔ گھر میں اور اداسی آ گئی حالانکہ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کتاب ہی منہ کو لگائے بیٹھی رہتی تھی مگر دکھتی تو تھی۔ ثمن تو بولائی بولائی ادھر سے ادھر پھرا کرتی تھی۔ ماریہ پہلے ہی الگ ہو چکی تھی۔ وہی اس کا دایاں ہاتھ تھی۔ اب تو نہ کوئی شرارت ہوتی تھی نہ دھما چوکڑی، کبیر سے بھی اب وہ پہلے والی بے تکلفی نہیں رہی تھی اور رومیصہ، وہ تو اب عمار کے سپنوں سے باہر کی دنیا میں قدم رکھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ عمار بھی ہر وقت رومیصہ رومیصہ کی آوازیں لگاتا پھرتا تھا۔ حسن تو شروع سے ہی سنجیدہ مزاج لڑکا تھا۔ پھر بھی کبھی کبھی اس سے ہی کچھ گپ شپ کر لیا کرتی تھی۔ اب نائمہ اور اس کی پارٹی بڑی ہو رہی تھی اور ان کی جگہ نائمہ کی پارٹی لیتی جا رہی تھی..... انہیں دنوں ثمن کے لیے ایک اچھا رشتہ آ گیا اور سب گھر والے اس پر غور بھی کرنے لگے..... مگر رانی چاچی اب اپنے بیٹے کی پسند کو اچھی طرح پہچان گئی تھیں۔ اس لیے چاہتی تھیں کہ جلدی سے کبیر کے ابا جی واپس آ جائیں تو وہ فاطمہ بھابھی سے کبیر کے لیے ثمن کا ہاتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مانگ لیں۔

☆.....☆.....☆

ثمن نے جوں ہی کالج میں قدم رکھا اسے احساس ہوا کہ آج کالج کے حالات کچھ جدا ہیں۔ اس نے ادھر ادھر بکھرے اپنے ساتھیوں کو دیکھا اور کوثر کی طرف بڑھ گئی.....

''کوثر کیا ہوا ہے.....؟ آج کالج میں.....''

''ارے تجھے نہیں معلوم..... آج تو نے اخبار نہیں دیکھا..'' ''نہیں تو پر.....''

''ارے رومانہ نے خودکشی کر لی.....''

''کیا.....؟'' ثمن نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور بیٹھتی چلی گئی.....

''رومانہ نے خودکشی کر لی..... مگر..... کیوں.....؟''

''ارے وہ تھی ہی آوارہ قسم کی لڑکی..... باقی لڑکیوں نے بھی گفتگو میں شامل ہو کر

www.urduchannel.in

ثمن کو بتایا.....''

مگر وہ اس سے آگے کچھ سن نہ سکی .....اور اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔

رومانہ اس کی کلاس فیلو تھی .....اس کی اس سے کوئی دوستی نہیں تھی مگر اچھی بات چیت تھی..... بلکہ رومانہ اسے اکثر اپنی باتیں بتایا کرتی تھی۔ اسے اتنا تو پتا تھا کہ آج کل رومانہ پریشان چل رہی ہے مگر.....وہ اس طرح زندگی سے ہار کر خودکشی کرے گی۔ اس کا اسے اندازہ نہیں تھا۔ اس حادثے نے ثمن کو ہلا ڈالا تھا۔ وہ رومانہ کے جنازے میں بھی گئی تھی اور لوگوں کی باتیں بھی اس کے متعلق سن رہی تھی مگر وہ کس کس کو بتاتی کہ رومانہ کا کردار خراب نہیں تھا وہ تو.....بے چاری.....!

رومانہ کی موت نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا اور ہر وقت وہ رومانہ کے بارے میں سوچتی رہتی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا جس نے رومانہ کو مرنے پر مجبور کیا ہے اس شخص کو گولی ماردے۔ جان سے ماردے۔ مگر یہ سب کرنا ممکن نہیں تھا۔ اسے اکثر رومانہ پر بھی بہت غصہ آتا تھا کہ وہ کس طرح اس شخص کے بہکانے میں اپنا سب کچھ گنوا بیٹھی اور پھر اس کی قیمت اپنی جان دے کر چکانی پڑی.....کچھ بھی ہو غلطی تو رومانہ کی ہی تھی.....مگر کبھی کبھی انسان جذبات کے تیز بہاؤ میں اس طرح بہہ جاتا ہے کہ جب ہوش آتا ہے تو وہ اپنی منزل سے بہک کر دور نکل آتا ہے۔ اس وقت اس کے سامنے کوئی شناسا راستہ نہیں ہوتا جس پر چل کر وہ اپنی کھوئی ہوئی منزل کو پھر سے پا سکے۔ اسے پھر سے نئے راستے تلاش کرنا ہوتے ہیں اور پھر سے اپنی زندگی کو جوڑنا پڑتا ہے..... جو ایک بہت ہی مشکل امر ہے۔ یہی غلطی رومانہ کر بیٹھی تھی۔ ایک دھوکے باز کی عیاری نے اسے چھل لیا تھا۔

اس دن سب کو شادی میں جانا تھا۔ ثمن کی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اس کا موڈ نہ ہو سکا شادی میں جانے کا اور وہ رومانہ کی سوچوں سے بچنے کے لیے ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی.....گھر میں ہر طرف سناٹا تھا بس تائی اماں اپنی طرف موجود تھیں اور عبادت میں مصروف تھیں اتنا بڑا گھر کبھی کبھی اسی طرح خالی ہوا کرتا تھا۔

وہ ٹی وی میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کب کبیر گھر میں آیا وہ سب

www.urduchannel.in

کو تلاش کرتا ہوا اس کی طرف آ گیا۔ ٹی وی دیکھتے دیکھتے وہ ایک بار پھر ڈر گئی تھی۔ جو سیریل وہ دیکھ رہی تھی وہ رومانہ کی کہانی تھی۔ وہی کہانی، وہی دھوکا اور وہی لڑکی کی موت ثمن اس وقت نہایت ڈری سہمی سی بیٹھی تھی۔ شاید اسے اس تنہا گھر سے ڈر لگ رہا تھا۔ تبھی 'بھو' کی آواز نے اس کے اوسان اور خطا کر دئے.....

''ہائے ثمن''

''کبیر تم.....تم کب آئے؟''

ثمن نے کبیر کو اپنے قریب صوفے پر بیٹھے دیکھ کر پوچھا.....

''بس ابھی.....مگر اس وقت تو گھر میں کوئی نہیں ہے۔''

''ہاں تبھی تو تمہارے پاس آیا ہوں۔'' کبیر نے شوخی سے ثمن کا ہاتھ پکڑا.....

''کبیر.....'' ثمن ایک دم چیخ پڑی

''کبیر.....پلیز اس وقت چلے جاؤ.....دیکھو گھر میں کوئی نہیں ہے.....اور تم..... جان بوجھ کر.....میرے پاس آئے ہو۔''

کبیر نے اب محسوس کیا کہ ثمن کچھ ڈری ہوئی ہے۔

''ثمن.....'' کبیر نے اسے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا.....

''کبیر ہاتھ مت لگانا مجھے.....تم چلے جاؤ..... چلے جاؤ.....تم سب ایک جیسے ہوتے ہو.....'' ثمن یہ کہتی ہوئی برابر والے کمرے میں بھاگتی چلی گئی اور دھڑ سے دروازہ بند کرنا چاہا.....کبیر اس کی حالت سے گھبرا کر اس کے پیچھے بھاگا اور بند ہوتے دروازے کو اس نے روک لیا.....

''ثمن دروازہ کھولو.....پلیز مجھے بتاؤ بات کیا ہے.....؟''

''کبیر تم چلے جاؤ نہیں تو.....نہیں تو میں خود کو مار ڈالوں گی۔''

''ثمن فار گاڈ سیک بتاؤ تو ہوا کیا ہے.....؟ اور تمہیں اچانک مجھ سے ڈر کیوں لگ رہا ہے.....؟''

کبیر نے جھٹکے سے دروازہ کھولا ثمن بھاگ کر دیوار سے چپٹ گئی.....کبیر نے

www.urduchannel.in

بہت پیار سے اسے آواز دینی چاہی

''پلیز بتاؤ مجھے ہوا کیا ہے.....؟ دیکھو میں.....!''

''ہاں..... میں سب جانتی ہوں..... یہی ہوا تھا رومانہ کے ساتھ بھی اس نے مجھے خود بتایا تھا.....'' ثمن تو جیسے پاگل ہو رہی تھی.....

''اس کا پھوپھی زاد بھائی جو بچپن سے اس کے ساتھ منسوب تھا ایک دن اچانک ہی اسے ایسے ہی اکیلا پا کر.....اسے بہلا پھسلا کر.....اسے وہ سب کرنے پر امادہ کر لیا..... جو.....جو.....کہتا تھا.....رومانہ اب تو ہماری شادی ہونے والی ہے دو ماہ رہ گئے ہیں..... اب کیسی دوریوں کا ڈر.....دیکھو.....میں تمہیں بے پناہ چاہتا ہوں.....اور پھر اس کی محبت میں ڈوبی رومانہ.....اس کے بہکاوے میں آ گئی.....اور اپنا سب کچھ کھو بیٹھی.....تم سب مرد ایک جیسے ہوتے ہو.....پھر.....پھر.....جب رومانہ کی غلطی اس کے لیے ناسور بن گئی تو.....تو اس نے اسے بدکردار کہہ کر شادی سے انکار کر دیا.....اور سارے خاندان میں اسے بدنام کر دیا یہ کہہ کر کہ جو لڑکی شادی سے پہلے اپنا سب کچھ کھو سکتی ہے اس کا کیا بھروسہ.....؟ اور پھر.....پھر اسے مرنا پڑا.....کبیر تم سب مرد ایک جیسے ہوتے ہو چلے جاؤ نہیں تو میں خود کو مار ڈالوں گی.....''

کبیر ثمن کی بات سن کر حیران رہ گیا.....اف خدایا یہ لڑکی تو نفسیاتی مریض لگ رہی ہے.....تب اس نے بہت پیار سے اسے آواز دی.....

''ثمن..... میں ابھی چلا جاؤں گا.....پلیز ثمن مجھ سے ڈرو نہیں دیکھو میں تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا.....بس تم یہاں بیٹھ کر پانی پی لو.....''

کبیر نے تخت سے اٹھ کر دور جاتے ہوئے کہا.....اتنی دیر میں ثمن نے بھی خود کو سنبھال لیا تھا.....اور اس نے ڈرتے ڈرتے پانی کا گلاس اٹھایا.....

''نہیں.....تم نے اس میں کچھ ملایا ہوگا تاکہ.....!''

''ثمن.....'' کبیر نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا.....

''پاگل لڑکی.....لو میں خود یہ پانی پی لیتا ہوں۔'' اس نے گلاس منہ سے لگایا.....

www.urduchannel.in

''بس اب یقین آ گیا.....لو اب پانی پیو اور یہاں بیٹھو میرے پاس.....''

اس نے گھسیٹ کر ثمن کو اپنے پاس بٹھایا.....ثمن کبیر کے چانٹے سے اتنا ڈر گئی تھی کہ اس نے گلاس فوراً منہ سے لگا لیا.....اور غٹا غٹ سب پانی پی گئی.....کبیر نے بہت پیار سے اس کے بکھرے بالوں کو سمیٹا۔

''ثمن.....تم پاگل ہو.....اور وہ.....شخص تمہاری رومانہ کا منگیتر دراصل اس نے کبھی اس سے پیار ہی نہیں کیا ہوگا۔ پگلی پیار اور ہوس میں بہت فرق ہے..... وہ ایک ہوس زدہ انسان تھا جس نے پیار کا جھانسہ دیکر رومانہ کو لوٹ لیا.....رومانہ واقعی اس سے محبت کرتی تھی تبھی تو اس پر اعتبار کر بیٹھی اور.....غلطی رومانہ کی بھی تھی.....جو لڑکیاں اپنی مان مریادہ کا خیال نہیں رکھتی ہیں اسی طرح برباد ہو جاتی ہیں.....ثمن تم نے کیسے سوچ لیا.....کہ میں.....میں.....تمہیں.....! تمہیں پتا ہے ہم جس سے پیار کرتے ہیں اس کی مان مریادہ، عزت اور رسوائی سب کا خیال ہوتا ہے.....کیا ہم اس شخص کو رسوا کر کے چھوڑ سکتے ہیں جس سے ہم بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ پاگل.....لڑکی.....محبت تو عزت دیتی ہے..... رسوائیاں تھوڑی کراتی ہے اور میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں.....اور میں اپنی محبت کو رسوا کر کے اس گھر سے اپنے کمرے تک رخصت کرا کر نہیں لے جانا چاہتا۔ بلکہ پوری عزت و آبرو کے ساتھ تمہیں بڑے مان سے اپنے گھر کی عزت بنانا چاہتا ہوں.....یاد رکھنا اور ہمیشہ اعتبار کرنا۔''

کبیر نے اس کا گرا ہوا دوپٹہ اسے اڑھایا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے بڑھ گیا.....حالات بدل چکے تھے.....ثمن کا کھویا ہوا حواس واپس آ گیا تھا.....کبیر کے جاتے ہی اسے لگا وہ اب پھر ڈر جائے گی۔ تبھی اس نے جلدی سے آنگن تک جاتے کبیر کو آواز دی.....

''کبیر.....پلیز سوری.....پر مجھے اکیلے اتنے بڑے گھر میں چھوڑ کر مت جاؤ.....مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''اچھا ابھی تک تو میری موجودگی سے ڈر لگ رہا تھا اور اب تنہائی سے.....''

www.urduchannel.in

''پلیز کبیر.....سوری.....''

''پاگل لڑکی بلکہ جنگلی بلی میں اپنے کمرے میں ہوں ڈرومت.....''

تب ثمن نے سکون کا سانس لیا اور کچھ دیر پہلے ہونے والی اپنی کیفیت کو سوچتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی تھوڑی دیر بعد سبھی لوگ واپس آنے والے تھے۔ پھر کبیر کے ابا جی کے واپس آتے ہی کبیر کی امی نے فاطمہ بھابھی سے ثمن کا ہاتھ مانگ لیا بھلا کس کو اعتراض ہوسکتا تھا۔اس طرح کبیر کی نسبت ثمن سے طے ہوگئی سبھی اس رشتے سے بہت خوش تھے۔

☆.....☆.....☆

رومیصہ آج کل کچھ اپ سیٹ تھی اس نے ثمن کو بتایا بھی تھا۔عمار آج کل اس سے کچھ اکھڑا اکھڑا سا ہے۔بات یہ نہیں تھی کہ وہ اکھڑا سا ہے بلکہ رومیصہ نے محسوس کیا تھا کہ اب اس کی آنکھوں میں وہ محبت کے جگنو نظر نہیں آتے جو اسے پہلے نظر آتے تھے۔ثمن نے اکثر اسے سمجھایا تھا۔

''کہ یہ تیرا وہم ہوگا.....'' مگر لڑکیاں اس معاملہ میں غلط فہمی کا شکار کم ہی ہوا کرتی ہیں۔یہ بات ثمن اچھی طرح جانتی بھی تھی.....اس نے اسے دلاسہ بھی دیا تھا کہ وہ عمار سے بات کرے گی.....مگر رومیصہ نے اسے قسم دے دی تھی کہ وہ اپنی زبان سے کچھ نہیں کہے گی۔عمار کی بے وفائی کو وہ اپنی رسوائی بننے نہیں دے گی.....نہ جانے کیوں اسے لگنے لگا تھا کہ اب عمار اس کا جیون ساتھی نہیں بن سکے گا.....یہ ایسی الجھن تھی جس کا ذکر کسی سے بھی نہیں کیا جاسکتا تھا.....

انہیں دنوں ایک اور پریشانی نے سب گھر والوں کو پریشان کردیا.....تائی اماں بیمار پڑگئیں.....اب وہ کافی بزرگ بھی ہوگئی تھیں۔اب اچانک کئی برس بعد انہیں دن و رات اپنی بیٹی کا غم ستانے لگا تھا.....

''رخسانہ دلہن ذرا میرے پاس آؤ۔''

ایک دن بیمار تائی اماں نے رخسانہ دلہن کو اپنے پاس بٹھایا.....اور کچھ کہنا چاہا.....

www.urduchannel.in

''جی اماں''

رخسانہ نے ان کے کمزور پیروں کو دبانا شروع کردیا.....

''دلہن.....میں آج تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں.....دیکھو منع مت کرنا.....یہ سمجھو میری آخری خواہش ہے جسے تم اگر پورا کردو.....!''

''اماں.....یہ آپ کیسی باتیں کررہی ہیں.....''

''دیکھو اگر فرحان بھی گھر میں ہو تو اسے بھی بلالو.....''

''جی اماں .....میں ابھی بلاتی ہوں.....'' پھر کچھ دیر بعد فرحان بھی اماں کے کمرے میں آگئے.....

''دلہن.....تم نے میری بڑی خدمت کی ہے بالکل بیٹیوں کی طرح بس میری ایک خواہش پوری کردو.....دیکھو میں مرنے سے پہلے اپنی پوت بہو کا منہ دیکھنا چاہتی ہوں.....''

''اماں.....'' دونوں نے حیرانی سے اماں کی طرف دیکھا۔

''نہیں .....نہیں حیران مت ہو میں شادی کے لیے نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ میں.....میں چاہتی ہوں کہ ماریہ.....ماریہ میرے حسن کی دلہن بن کر اس گھر میں آئے..... حالانکہ یہ وقت اس بات کے لیے مناسب نہیں ہے.....مگر پھر بھی میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں شبانہ اور عرقان سے بات کرو.....اور میرے مرنے سے پہلے ایک بار ماریہ کو میرے پاس لے آؤ.....میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر پیار کرنا چاہتی ہوں.....میرے بچو! میری یہ خواہش پوری کردو.....شاید اس بار میں جی نہ سکوں.....''

''اماں.....یہ آپ کیسی بات کررہی ہیں.....ٹھیک ہے ہم کچھ سوچتے ہیں۔''

دونوں ہی ایک نئی الجھن میں پڑ گئے تھے.....حالانکہ یہ رخسانہ کی بھی خواہش تھی.....مگر حسن سے بات کرنا اس کی مرضی معلوم کرنا بھی بہت ضروری تھا اور سب سے بڑھ کر عرقان چچا اور شبانہ چاچی کی رضامندی،انہیں یاد تھا کہ انہوں نے اپنی نند کا رشتہ قبول نہیں کیا تھا۔

www.urduchannel.in

''پتہ نہیں کیا ہوگا.....؟''

رخسانہ نے رات کو حسن سے اس بارے میں اماں کے سامنے ہی بات کی.....

حسن جہاں اس بات کو لے کر حیران ہوا وہیں اس نے خدا کا شکر بھی ادا کیا کہ اس نے خود بہ خود ماریہ کا نام ان لوگوں کے دلوں تک پہنچا دیا۔

''حسن.....میرے بچے.....مجھے پتا ہے تو اپنی ماں کی یہ خواہش ضروری پوری کردے گا.....'' اماں نے حسن کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا.....

''اماں.....آپ کی خواہش پر میری ہزار خواہشیں قربان.....اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر.....اس وقت.....!''

''بیٹے.....اس وقت یہ بات کرنا بالکل مناسب نہیں ہے مگر.....!''

رخسانہ نے بیٹے کے سر پر پیار کا ہاتھ پھیرا.....نہ جانے کیوں انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ حسن کی بھی یہی خواہش تھی۔انھوں نے اکثر حسن کی آنکھوں میں ماریہ کو دیکھا تھا۔ماں تھیں اور ماں کی آنکھیں دوربین ہوا کرتی ہیں۔پھر اسی رات انہوں نے عرقان چچا جان کے گھر جانے کا پروگرام بنالیا.....اگرچہ یہ بات ابھی راز میں تھی۔کیونکہ اس وقت گھر میں اماں کی طبیعت خرابی کی وجہ سے سبھی پریشان تھے ایسے میں انہیں کے پوتے کے پیغام کا ذکر چھیڑ کر وہ اپنے آپ پر جگ ہنسائی کرانا نہیں چاہتی تھیں.....مگر اماں کی خواہش کا احترام بھی ضروری تھا نہ جانے کیوں وہ اس بار بیماری سے اپنے جینے کی امید کھو بیٹھی تھیں اور ماں تھیں ساری زندگی اپنے بچوں کی خوشیوں پر قربان ہوتی چلی آئی تھیں۔اس لیے ان کا فرض تھا کہ اپنی نا امیدی میں جی رہی ماں کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش تو ضرور کریں.....

☆.....☆.....☆

کھانے کے بعد عرقان ابھی بیٹھے ہی تھے کہ ڈور بیل کی آواز نے انہیں پھر اٹھا دیا.....اور دروازہ کھولنے پر تو حیران ہی رہ گئے۔

''ارے فرحان تم.....اور رخسانہ.....''

''ہاں بس ایسے ہی.....''

''آؤ آؤ شبانہ، ماریہ دیکھو کون آیا ہے۔''

فرحان نے انہیں بٹھاتے بٹھاتے آوازیں لگانی شروع کردیں۔

''اور گھر میں سب کیسے ہیں؟ ہم لوگ آج ہی بھابھی کو دیکھنے جانے کا ذکر کررہے تھے.....ان فیکٹ صبح جانا طے بھی ہو چکا تھا۔''

پھر شبانہ کی آمد سے ملاقات کا سلسلہ اور طویل ہوگیا۔ماریہ نے جھٹ پٹ ناشتہ بھی لگا دیا.....اور پھر سب کی خیریت معلوم کرنے کے بعد وہاں سے چلی گئی اور اسی کے جانے کا عرقان انتظار بھی کررہے تھے۔تبھی انہوں نے اپنی بات شروع کی

''فرحان چاچا.....آج ہم آپ کے پاس ایک ضروری کام سے آئے ہیں۔وہ.....دراصل.....اماں آج کل بہت بیمار ہیں.....اور اب ان کو لگنے لگا ہے کہ وہ اپنی زندگی جی چکی ہیں کہتی ہیں کہ بس اب اوپر والے کا بلاوا آنے والا ہے.....اس لیے.....اس لیے.....انہوں نے ہی ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے.....''

''عرقان میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔''

''شبانہ چچی دراصل بات یہ ہے کہ.....'' رخسانہ نے بات شروع کی.....

''ہم جانتے ہیں جو بات ہم کہنا چاہتے ہیں اس کا نہ تو یہ مناسب وقت ہے اور نہ انداز.....مگر اماں کی خواہش پر یہ سب کیا جارہا ہے.....دراصل.....اماں چاہتی ہیں کہ مرنے سے پہلے وہ اپنی پوت بہو کا منھ دیکھ لیں.....اس لیے.....اس لیے انہوں نے حسن کے لیے ماریہ کا انتخاب کیا ہے۔''

شبانہ اور فرحان نے ایک دوسرے کا منھ دیکھا.....

''عرقان.....بات تو.....مگر.....!''

''ہاں شبانہ چاچی مجھے پتہ ہے رشتے اس طرح چھپ کر نہیں دیے جاتے اور نہ ہی کیے جاتے ہیں مگر اس وقت حالات کا تقاضہ یہی ہے ورنہ اگر حالات نارمل ہوتے تو ہم یہ رشتہ لے کر آتے۔مجھے معلوم ہے رشتہ بیٹی کا ہو یا بیٹے کا کوئی فیصلہ بھی اکیلے نہیں لیا

www.urduchannel.in

جاسکتا۔خاندان والوں کی رضامندی اپنے چچا، ماموں کی رضامندی اور خود صاحب معاملہ کی خوشنودی ضروری ہے۔مگر اماں کی بیماری نے ہمارے قدم روک رکھے ہیں اور پھر ابھی حسن بھی ابھی پوری طرح سیٹ نہیں ہے ماریہ بھی ابھی چھوٹی ہے۔ویسے بھی وہ بھی تمہارے سامنے کا بچہ ہے اور ماریہ بھی ہمارے سامنے کی بچی ہے اور یہ بات صرف ابھی اماں اور ہم دونوں تک یا اب تم تک ہی پہنچی ہے۔ہمیں بھی وہی مسائل درپیش ہیں جو تم سوچ رہے ہو سب کو پتہ چلے گا تو .....مگر.....دیکھو اصل فیصلہ تو ماں باپ ہی کرتے ہیں اور پھر میں اپنی ماں کی یہ آخری خواہش پوری بھی کرنا چاہتا ہوں ..... ڈاکٹر انہیں جواب دے چکے ہیں۔انشااللہ حالات سازگار ہوتے ہی یہ رشتہ ڈنکے کی چوٹ پر تمہارے گھر آئے گا.....مگر اس وقت تک اگر تمہاری ہاں ہو تب اور نہ ہو تب راز ہی رکھنا.....سوچ سمجھ کر جواب دینا.....ایسا نہ ہو کہ ہماری خواہش تمہیں کوئی فیصلہ کرنے پر مجبور کردے.....جو ہوگا دیکھا جائے گا.....اماں نے کہا تھا کہ شبانہ سے کہنا اگر اس کی طرف سے اقرار ہو تو..... ماریہ کو لے کر مجھ سے ملنے چلی آئے .....اس کا آنا ہی اس کا جواب ہوگا.....''

پھر دونوں ہی چلے گئے.....مگر نئی سوچیں ان دونوں کے لیے چھوڑ گئے..... ماریہ یہ سب سن چکی تھی۔اور اس طرح کے پیغام پر حیران تھی۔مگر تائی اماں اسے بھی بہت عزیز تھیں اور سب گھر والوں کا بھی اسے اندازہ تھا کہ ممی انہیں مایوس نہیں کریں گی۔پھر دو دن گزر گئے .....اس نے دیکھا تھا ممی اور ابو اکثر چپکے چپکے باتیں کررہے تھے۔پھر دو دن بعد ہی امی نے اسے بھی اپنے راز میں شریک کرلیا اور اس سے اس کی مرضی معلوم کی .....ماریہ نے:

''آپ کو اختیار ہے۔'' کہہ کر ان کا بوجھ ہلکا کردیا تھا۔پھر شام کو وہ ماریہ کو لے کر تائی اماں کو دیکھنے جانے کی تیاری کرنے لگیں.....

تائی اماں نیم غنودگی کے عالم میں تھیں.....رخسانہ نے شبانہ کو بتایا

''پرسوں سے کئی بار پوچھ چکی ہیں شبانہ آئی کہ نہیں.....آج تو ان کی حالت بہت

www.urduchannel.in

ہی خراب ہے.....''

''ماریہ بیٹے.....تائی اماں کو آواز دو.....رخسانہ چاچی نے ماریہ سے کہا.....''

''تائی اماں.....''

ماریہ نے ان کے منہ پر ہاتھ پھیرا.....

''تائی اماں.....''

ماریہ کی آواز سے ان کی آنکھیں کھل گئیں۔

''تو آگئی میری بچی.....مجھے پتا تھا شبانہ ضرور آئے گی.....بھلا میری بات کبھی ٹال سکتی ہے۔ماریہ میری بچی میرے پاس آ.....رخسانہ.....ذرا حسن کو بلانا.....اماں کی کمزور سی آواز آئی.....''

رخسانہ نے حسن کو آواز دی.....

''یہاں آ میرے پاس میرے بچے.....میں تجھے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

انہوں نے حسن کو اپنے قریب بلایا حسن ان کے سرہانے ہی کرسی پر بیٹھ کر ان کے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا.....

''حسن میرے بچے .....تو.....اس .....تو.....اس کے ساتھ بہت خوش رہے گا.....''انہوں نے پیار سے ماریہ کو تکا.....پھر انہوں نے اپنے تکیے کے نیچے سے ایک ڈبیہ حسن سے کہہ کر نکلوائی.....

''رخسانہ.....یہ انگوٹھی ماریہ کے لیے رکھی تھی اسے پہنادو.....''

رخسانہ نے انگوٹھی ماریہ کی انگلی میں ڈال دی ماریہ کی سمجھ میں تو کچھ آ ہی نہیں رہا تھا۔ایک طرف تائی اماں کی اکھڑتی سانسیں، دوسری طرف حسن اور یہ منگنی کی رسم وہ بھی اندھیرے کمرے میں.....تبھی باہر کسی اور کے بولنے کی آواز نے ان سب کو خاموشی پر مجبور کردیا.....اور شبانہ نے چپکے سے انگوٹھی اتار کر اپنے پرس میں رکھ لی.....پھر اسی رات تائی اماں کا انتقال ہوگیا۔

شبانہ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے مرتی ہوئی ماں جیسی جیٹھانی کے سامنے

www.urduchannel.in

شرمندہ ہونے سے بچالیااور انہوں نے جس مان سے اس کے آگے ہاتھ پھیلا یا تھا انہوں نے اس مان کوعزت کے ساتھ انہیں لوٹا دیا تھا۔ ماریہ اب حسن کی منگیتر تھی یہ بات صرف حسن اوراس کے والدین اور ماریہ اوراس کے والدین جانتے تھے۔ ویسے بھی حسن اور ماریہ کی خاموش محبت تو خود ان کے ساتھیوں کو بھی پتا نہیں تھی۔ حسن نے خدا کا شکرادا کیا کہ اس نے جوعہد خود سے کیا تھا خدا نے اسے پورا کرنے میں اس کی اس طرح مدد کی اور ماریہ چپکے سے اس کی زندگی کی بہار بن گئی.....

عمار کی لاتعلقی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اب وہ رومیصہ کونظر ہی نہیں آتا تھا۔ اگر اس کی نظر رومیصہ سے مل بھی جاتی تو بالکل اجنبی کی طرح ری ایکٹ کرتا.....اور رومیصہ اپنی محبت کی اس ناقدری پر جیسے ہار سی گئی تھی۔ آخر اس کا قصور ہی کیا تھا۔ اسے یہ تو پتا چلے..... پھر انہیں دنوں رومیصہ کا رشتہ آ گیا.....اور سب کچھ اچھا دیکھ کر سب نے رشتہ کر دینے پر زور دیا۔ رومیصہ کو ایک آخری امید تھی کہ شاید عمار اب کچھ ضرور بولے گا مگر عمار کے سامنے سب کچھ ہوتا گیا اور وہ خود اس سب میں برابر کا شریک رہا ہنس ہنس کر ساری تیاری کرتا رہا۔ اور پھر رومیصہ کو شہزاد نے ایک دن اپنی انگوٹھی بھجوا کر اسے خود سے جوڑ لیا.....ثمن، ماریہ، کبیر، غزالی.....سب ہی نے عمار سے کہا تھا کہ وہ کچھ کرے مگر عمار نے یہ کہہ کر سب کو خاموش کر دیا کہ اسے رومیصہ میں کوئی دلچسپی نہ اب ہے اور نہ کبھی تھی .....رومیصہ یہ درد لے کر شہزاد کے خیالوں کی دنیا بسانے کے لیے خود کو تیار کرنے لگی۔ آخر کب تک وہ مرقد عشق پر آنسو بہاتی زندگی آنسو بہانے سے نہیں گزر سکتی.....اس لیے اس نے بھی خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا.....

کبیر کی امی اب کبیر کی شادی کرنا چاہتی تھیں اور کبیر چاہتا تھا کہ اس کی شادی حسن اور رومیصہ کے ساتھ ہو۔ تینوں ایک ساتھ ایک ہی دن شادی کرلیں تو کیسا رہے گا۔ اگرچہ یہ بہت مشکل کام تھا مگر .....ایک ایک دن کے فرق سے تینوں کی شادیاں طے کردی گئیں اور گھر میں ایک نیا ہنگامہ کھڑا ہوگیا شادی کی تیاریوں کا.....اتنا بڑا گھر اس کی رنگائی میں ایک مہینہ چاہیئے تھا اس لیے اس کام کو اول

www.urduchannel.in

نمبر پر رکھا گیا.....ساری لڑکیاں کمروں کی صفائیوں میں لگ گئیں اور گھر میں رنگائی پتائی کا کام پھیل گیا۔ اس دن عمار کے کمرے کا نمبر تھا اور وہ صبح سے ہی غائب تھا۔ اس لیے ثمن نے اس کے کمرے کی الماریوں کا سب سامان نکالنا شروع کر دیا۔ تبھی اس کی نظر ایک لفافے پر پڑی اس نے حیرانی سے اسے دیکھا وہ عمار کی کوئی رپورٹ تھی.....

''عمار کی رپورٹ.....عمار کو کیا ہوا ہے۔؟''

اس نے حیرانی سے رپورٹ کو کھول کر دیکھا.....مگر رپورٹ دیکھ کر تو اس کے پیروں کی زمین ہی کھسک گئی.....عمار کو HIV(P) تھا۔ عمار اس نے محسوس کیا اس کے ہاتھ پیر سن سے ہو گئے ہوں .....تبھی عمار کمرے میں داخل ہوا اور ثمن کو اس طرح دیکھ کر حیران رہ گیا۔

''تم یہاں کیوں آئی ہو.....'' عمار نے غصہ سے رپورٹ اس کے ہاتھ سے لے کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا.....

''عمار میرے بھائی.....یہ.....تم.....یہ رپورٹ.....میرے بھائی.....عمار..... ثمن کے منہ سے الفاظ ہی نہیں نکل رہے تھے ہاں ہاں میں پازیٹو HIV(P) ہوں.....یہی وجہ ہے کہ میں نے رومیصہ سے سارے تعلقات توڑ لیے.....مگر.....''

''مگر عمار یہ سب ہوا کیسے؟''

ثمن نے اپنے آنسوؤں کو پوچھتے ہوئے پوچھا.....

''پتہ نہیں.....پچھلے چھ ماہ پہلے میری طبیعت خراب ہوئی تھی تب ڈاکٹر نے بلڈ ٹیسٹ کرانے کے کو کہا تھا.....اور تبھی مجھے پتہ چلا کہ.....میری سمجھ میں خود آج تک نہیں آیا کہ میں اس بیماری میں کس طرح گرفتار ہوا.....ثمن.....میرے کردار پر شک مت کرنا.....میں.....بالکل.....؟''

''پاگل ہوئے ہو عمار.....کیا میں تمہیں جانتی نہیں پر.....پھر بھی اس کی کوئی دوسری وجہ تو ہوگی.....''

''ہاں ثمن ابھی دو سال پہلے.....تمہیں یاد ہے میں اپنے دوستوں کے ساتھ پکنک

www.urduchannel.in

پر گیا تھا.....وہاں.....اچانک میرے پیٹ میں درد ہوا تھا.....تب میرے دوست مجھے قریب کے گاؤں کے ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے.....اوراس نے مجھے اپنے پرانے سرنج سے ایک انجکشن لگایا تھا.....بس.....مجھے ایک یہی غلطی یاد ہے.....''

''آہ خدایا.....میرا بھائی.....مگر.....تم یہ بات رومیصہ کوتو بتا سکتے تھے.....تا کہ وہ تمہیں بے وفا نہ سمجھے.....''

''نہیں ثمن اگر میں یہ بات رومیصہ کو بتاتا تو.....تو وہ کبھی بھی مجھ سے دور نہ جاتی.....اور میں اپنے ساتھ اسے مارنا نہیں چاہتا پلیز اس سے اچھا بے وفا کہلانا ہے۔''

کمرے میں سناٹا تھا.....اور باہر کھڑی دادی نے سب کچھ سن لیا تھا جو عمار کے کمرے میں اس سے اپنی دوا منگوانے آ رہی تھیں.....اچانک خوشیوں کے بادلوں میں سے تیز دھوپ نے ان کے گھر کو گھیر لیا تھا.....مگر اس وقت وہ کیا کریں؟ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا.....پھر.....گھر میں شادیوں کا ہنگامہ اتنا بڑھ چکا تھا کہ اسے بھی نہیں روکا جا سکتا تھا..... اس لیے انہوں نے فی الحال خاموشی اختیار کرنا ہی مناسب سمجھا.....اور گھر میں موجود خوشیوں کو آنے کے لیے اپنے دل کو کھول دیا۔ پھر اتنا ہنگامہ ہوا کبیر دولہا بنے، حسن اور رومیصہ کی شادیاں ہوئیں۔ اسٹیج پر ولیمے کے دن تین جوڑے بیٹھے تھے۔ کتنے اچھے لگ رہے تھے تینوں ''خدا کرے یہ ہمیشہ خوش رہیں'' عمار نے دل سے دعا کی.....

آج شام کی اس کی فلائٹ تھی.....اس لیے اس نے ابھی کسی کو نہیں بتایا تھا۔ وہ علاج کے لیے امریکہ جا رہا تھا۔ یہ بات صرف ثمن کو معلوم تھی۔ اور اس کی زبان عمار کی قسم نے بند کر دی تھی.....رات کے نو بجے اسے جانا تھا.....جانے سے پہلے دادی نے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔

''عمار میرے بچے مجھے پتہ ہے کہ تو کسی جاب کے سلسلے میں باہر نہیں جا رہا ہے.....میں سب کچھ جانتی ہوں مگر یہ سب مجھے ثمن نے نہیں بتایا..... بلکہ میں نے خود اس دن سب سن لیا تھا۔ تو نے جو اپنی محبت کی قربانی دی ہے وہ کبھی رائیگاں نہیں جائے گی اور میری دعا بھی، تو ضرور صحت وسلامتی کے ساتھ واپس آئے گا یہ

www.urduchannel.in

میرا اپنے خدا پر یقین ہے.....''

''دادی.....''

عمار دادی کے گلے لگ کر بہت رویا تھا.....

پھر اس نے سب سے الوداع کہا.....اور رخصت ہو گیا.....اور اس کے رخصت ہونے کے کچھ دیر بعد سب رخصت ہو گئے وہ تینوں نئے جوڑے بھی.....جن کی زندگی میں آج ہی بہاروں نے دستک دی تھی.....کبیر نے ثمن کا ہاتھ پکڑا، حسن نے ماریہ کا اور شہزاد نے رومیصہ کا.....تینوں دادی کے آگے سر جھکائے ان سے دعائیں لے رہے تھے۔ اور دادی کے ہاتھ تینوں کو تمام عمر کی دعائیں اور خوشیاں دینے کو ان کے سروں پر کانپ رہے تھے۔

❁❁❁

www.urduchannel.in